اِنسانی جغرافیہ

برائے انٹرمیڈیٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنسانی جغرافیہ

برائے انٹرمیڈیٹ

ناشر

گڈوِل انٹرپرائزز لاہور

برائے

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ — لاہور

ایڈیشن	طباعت	تاریخ اشاعت	تعداد اشاعت
اوّل	دوم	اگست 1997	5,000

فہرست مضامین

حصہ اول: انسانی جغرافیہ

		صفحہ
باب 1	انسانی جغرافیہ کا دائرہ عمل اور منصب	1
باب 2	آبادی	5
باب 3	وسائل اور معیشت	30
باب 4	انسانی بستیاں	62

حصہ دوم: خطی جغرافیہ

باب 5	جنوب مشرق ایشیا	79
باب 6	جنوبی ایشیا	88
باب 7	جنوب مغربی ایشیا	98
باب 8	مشرقی ایشیا	106
باب 9	سوویت یونین اور مشرقی یورپ	123
باب 10	مغربی یورپ	137
باب 11	اینگلو امریکہ	157
باب 12	لاطینی امریکہ	169
باب 13	افریقہ	181
باب 14	آسٹریلیشیا	190

حصہ سوم: نقشہ کشی

باب 15	تقسیم اور اعداد و شمار کے نقشے	210

باب اول

انسانی جغرافیہ (HUMAN GEOGRAPHY)

دائرہ عمل اور منصب (Scope and Function)

جیسا کہ حصہ اول میں بتایا جا چکا ہے، علم جغرافیہ کی دو بڑی شاخوں میں سے ایک انسانی جغرافیہ (Human-Geography) ہے۔ انسان کا اپنے ماحول کے ساتھ جو رشتہ ہے، اس کو صحیح طور پر اجاگر کرنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ ایک طرف ہم زمین کے طبعی (Physical) اور ثقافتی (Cultural) عناصر کا مطالعہ کریں اور دوسری طرف ان عناصر کے باہمی تعلق اور رد عمل کے نتیجے میں جو نتائج زمین پر مرتب ہو رہے ہیں ان کا تفصیلی جائزہ لیں۔ نیز ماحول اور انسان کے درمیان جو عمل اور رد عمل (action and re-action) ہوتا رہتا ہے اور جو حالات پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کا مطالعہ انسانی جغرافیہ کا موضوع ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ انسان کے چاروں طرف جو ماحول نظر آ رہا ہے۔ اس میں اگر کچھ چیزیں قدرت کی پیدا کردہ ہیں مثلاً چٹانیں، پہاڑ، دریا، نباتات، آب و ہوا وغیرہ تو دوسری طرف بہت سی چیزیں خود اس کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ مثال کے طور پر بستیاں، ذرائع آمد و رفت، زراعت، صنعت وغیرہ۔ اس طرح انسانی جغرافیہ کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ ایک طرف اگر یہ انسانی معاشرتی و معاشی تنظیم کے بے شمار پہلوؤں مثلاً ان کے طرز بود و باش، مکانات، زراعت، صنعت و حرفت، وسائل وغیرہ پر بحث کرتا ہے تو دوسری طرف انسانی ثقافت کے ان عناصر کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتا ہے جو دنیا کے مختلف علاقوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کرتے ہیں۔ اس طرح انسانی جغرافیہ ایک وسیع مضمون ہے۔ جو مختلف النوع موضوعات کا مطالعہ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف علوم میں ترقی کے ساتھ اس کی مندرجہ ذیل شاخیں بن گئی ہیں جو دنیا میں انسانی سرگرمیوں کے مختلف پہلوؤں کا تفصیل سے مطالعہ کرتی ہیں۔

-1 ثقافتی یا کلچرل جغرافیہ (Cultural Geography) علاقائی یا ملکی تناظر میں انسانی ثقافت کے ممتاز امور کا مطالعہ کرتا ہے۔

-2 معاشی جغرافیہ (Economic Geography) دنیا میں انسان کی معاشی
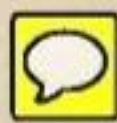
سرگرمیوں کی تقسیم اور ان کے اسباب پر بحث کرتا ہے۔

3- آبادی کا جغرافیہ (Populatinon Geography) دنیا میں آبادی کی تقسیم، گنجانیت، ساخت، اضافے کی شرح اور متعلقہ امور پر بحث کرتا ہے۔

4- شہری جغرافیہ (Urban Geography) شہری علاقوں، محل وقوع، اندرونی ساخت، معاشی درجہ بندیاں، منصوبہ بندی وغیرہ سے متعلق پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے۔

5- دیہی جغرافیہ (Rural Geography) دیہات کی خصوصیات، وسائل اور مسائل پر بحث کرتا ہے۔

6- سیاسی جغرافیہ (Political Geography) دنیا کی سیاسی یا ملکی تقسیم سے متعلق اہم جغرافیائی معاملات پر بحث کرتا ہے۔

ان کے علاوہ انسانی بستیوں کا جغرافیہ (Settlement Geography)، تجارتی جغرافیہ (Commercial Geography)، زرعی جغرافیہ (Agricultural Geography) اور میڈیکل جغرافیہ (Medical Geography) علم جغرافیہ کی متعدد شاخیں ہیں جو انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہیں۔

انسان اور ماحول کے باہمی تعلق کے بارے میں نظریات۔

انسان اور اس کے قدرتی ماحول کا آپس میں کتنا گہرا رشتہ ہے۔ اس پر عرصہ دراز سے جغرافیہ دان بحث کرتے آ رہے ہیں۔ انسان کی سرگرمیوں پر ماحول کا کتنا عمل دخل ہے اور اس کے اپنے ارادے کا کتنا؟ جس ماحول میں جس انداز سے وہ رہ رہا ہے کیا یہ سب کچھ اس کے ماحول کے اثرات کا نتیجہ ہے یا اس میں اس کے اپنے اختیار کو بھی دخل ہے؟ انسان ماحول کے مقابلے میں کس حد تک آزاد ہے اس قسم کے سوالات پر بحث و مباحثہ کے نتیجے میں انسان اور ماحول کے تعلق کے بارے میں جغرافیہ دانوں کے مختلف مکاتب فکر بنے۔ بعض کے نزدیک طبعی ماحول ہی انسان کے رویوں کے تعین کرنے کا ذمہ دار ہے۔ اس نظریے میں چونکہ انسان کو ماحول کے ہاتھ میں مجبور محض ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس کا نام "مجبور محض انسان" والا نظریہ یا Environmental Determinism کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسرا نظریہ، یہ پیش ہوا کہ قدرتی ماحول انسانی عمل

کے لیے ممکنہ راہیں پیش کرتا ہے اور انسان ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لیتا ہے۔ اس نظریے کو "امکانیت کا نظریہ" یا Possiblism کا نام دیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا نظریات کے مطابق ماحول کو انسان پر برتر حیثیت دی گئی ہے جب کہ قرآن پاک کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام مخلوقات پر فوقیت دی ہے۔ بلکہ ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تمام اشیاء انسان کے استعمال کے لیے تخلیق کی گئی ہیں۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے اسلام کے اس پیغام کی تصدیق کر دی ہے۔ خلا (Space) کی فتح، چاند پر قدم رکھنا، مریخ کی طرف جہاز بھیجنا، نیوکلیئر انرجی کی ایجاد وغیرہ ان تمام باتوں نے ثابت کر دیا ہے کہ انسان طبعی ماحول پر حاوی ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ علم حاصل کرے اور ٹیکنالوجی کا صحیح استعمال سیکھے اور اس کو عمل میں لائے۔ زمین پر بسنے والے بے شمار لوگ جو اب تک پسماندہ ہیں وہ علم کی روشنی سے بے بہرہ ہونے، سائنس اور ٹیکنالوجی کے استعمال سے ناواقفیت کی بنا پر قدرتی ماحول کے تابع ہیں۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اپنی تکنیکی صلاحیتیں بڑھا کر بیابانوں کو آب پاشی کے نئے ذرائع سے سیراب کرنے، ریگستانوں کو سبزہ زار اور پہاڑوں میں بند باندھ کر دریاؤں کا رخ بدلنے پر قادر ہو گیا ہے۔ بظاہر قدرتی حالات انسانی سرگرمیوں کو کسی حد تک محدود کر دیتے ہیں لیکن انجام کار انسان ماحول پر اپنے اثرات ثبت کر کے رکھ دیتا ہے۔ انسان کے یہ اثرات بلاواسطہ بھی ہیں اور بالواسطہ بھی، بلاواسطہ طور پر وہ بنجر زمینوں کو زرخیز بنا رہا ہے۔ پہاڑوں کی ڈھلانوں پر چبوترے بنا کر انھیں قابل کاشت بناتا ہے۔ بڑی بڑی مصنوعی جھیلیں بنا رہا ہے۔ جن میں اپنی ضرورت کے لیے پانی ذخیرہ کرتا ہے۔ شاہراہیں اور ریلوے لائن بچھا کر دنیا کے دور افتادہ اور دشوار گذار علاقوں تک رسائی کے قابل بنا رہا ہے۔ دوسری طرف اس کی بعض سرگرمیاں غیر ارادی طور پر اور بالواسطہ انداز میں تبدیلیاں لا رہی ہیں۔ مثال کے طور پر بڑے بڑے شہروں میں ماحولیاتی آلودگی پیدا ہو جاتی ہے، جنگلات کے کاٹنے کی وجہ سے زمین کی کٹائی میں تیزی آ جاتی ہے۔ صنعتی کارخانوں کے قیام سے دریاؤں، سمندروں اور ہوا میں آلودگی کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔

یاد رہے کہ قدرت نے انسان اور اس کے ماحول کے درمیان تعلق میں زبردست توازن کا اہتمام کر رکھا ہے۔ جسے Ecosystem کہتے ہیں۔ اس توازن میں کسی بھی سبب سے فرق آئے تو اس کے دور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جس طرح سیلاب، زلزلے،

آتش فشانیاں وغیرہ

قدرتی عوامل سے جو تبدیلیاں آتی ہیں۔ ان سے انسانی زندگی شدت سے متاثر ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان ماحول میں آلودگی پیدا کر کے یا ماحول میں بے تحاشا کئی طرح کی تبدیلیاں لا کر مضر اثرات پیدا کر سکتا ہے۔

اب جب کہ انسان کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے ساتھ ساتھ انسان تکنیکی طور پر دن بدن ترقی کرتا جا رہا ہے۔ نتیجتہ" وقت گزرنے کے ساتھ انسان کا اپنے ماحول پر اثر زیادہ شدید اور وسیع تر بھی ہو سکتا ہے۔ اور دنیا کے Ecosystem پر اس کی قدرت اور زیادہ بڑھ سکتی ہے۔ یہی چیز انسانی جغرافیہ کے ماہرین کے پیش نظر ہے کہ کس طرح انسان اور اس کے ماحول کے تعلق کو ایسے انداز میں برقرار رکھا جائے کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے مفید ثابت ہوں اور چونکہ ماحول کی بہتری انسان کی بہتری ہے اس لیے یہ سب کچھ انسان کے ہی بہترین مفاد میں ہو گا۔ اس کے لیے دوبارہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف رجوع کرنا ہو گا جس میں ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ انسان ہر کام میں میانہ روی اور اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے یعنی سائنس اور ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے بھی اعتدال کا راستہ ترک نہ کیا جائے۔

سوالات

1- انسانی جغرافیہ کا مطلب بیان کیجیے۔
2- انسانی جغرافیہ کی شاخیں اور ان کی ضرورت پر مضمون لکھیے۔
3- انسان اور ماحول کے تعلق کے بارے میں مختلف نظریات بیان کیجیے۔
4- انسان اور ماحول کے بارے میں اسلامی نظریہ کیا ہے۔ مختصر بیان کیجیے۔
5- Eco-system سے کیا مراد ہے؟ بیان کیجیے۔

باب دوم

آبادی (POPULATION)

تقسیم

اس وقت دنیا کی آبادی پانچ ارب سے زیادہ ہے لیکن یہ آبادی دنیا کے تمام حصوں میں یکساں طور پر تقسیم نہیں۔ اگر ہم شکل نمبر 2.1 کو دیکھیں تو سب سے پہلے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زیادہ تر آبادی شمالی نصف کرہ میں ہے۔ بہ الفاظ دیگر دنیا کی کل آبادی کا 95 فیصد شمالی نصف کرہ میں ہے۔ اس لیے کرۂ شمالی کو کرۂ آبادی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس جنوبی نصف کرہ میں دنیا کی آبادی کا صرف 5 فیصد رہتا ہے۔

دنیا کی آبادی مختلف براعظموں میں بھی یکساں نہیں ہے اس کی تقسیم حسب ذیل ہے :- (شکل نمبر 2.1)

براعظم	کل آبادی (ملین میں)	کل دنیا کا فیصد	کیفیت
ایشیا	2895	57.55 فیصد	(روس کے علاوہ)
افریقہ	554	11.00 "	
یورپ	497	9.9 "	(روس کے علاوہ)
روس	284	5.65 "	
شمالی امریکہ	387	7.7 "	
وسطی امریکہ	276	5.4 "	
آسٹریلیا (Oceana)	250	0.5 "	

آبادی کی تقسیم کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ایک خاص یونٹ رقبے میں کتنے لوگ بستے ہیں یعنی ایک مربع میل یا ایک مربع کلومیٹر میں آبادی کتنی ہے۔ اس کو آبادی کی گنجائیت (Density of Population) کہتے ہیں۔ اس کو کثافت آبادی بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہم دنیا کی آبادی کو چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ نقشہ نمبر 2.2)

(الف) تقریباً" غیر آباد علاقے (جن میں ایک مربع کلومیٹر میں 10 اشخاص سے کم آباد ہوں)۔
(ب) بکھری ہوئی آبادی کے علاقے (10 سے 50 افراد فی مربع کلومیٹر)
(ج) درمیانی گنجان آبادی کے علاقے (50 سے 100 اشخاص فی مربع کلومیٹر)
(د) گنجان آباد علاقے (100 سے زیادہ اشخاص فی مربع کلومیٹر)

(الف) تقریباً" غیر آباد علاقے : نقشہ نمبر 2.2 پر گنجانیت کے مطابق دنیا کی آبادی کی تقسیم دکھائی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا کے آدھے سے زیادہ علاقے تقریباً" غیر آباد ہیں۔ ایشیا' یورپ اور شمالی امریکہ کے شمال میں وسیع و عریض غیر آباد علاقے ہیں جو بہت سرد ہیں اور ٹنڈرا کے علاقے کہلاتے ہیں جو زیادہ تر غیر آباد ہیں۔

دنیا کے بڑے بڑے صحرائی خطوں میں وسطی ایشیا میں صحرائے گوبی' جنوب مغربی ایشیا میں صحرائے عرب' افریقہ میں صحرائے اعظم اور آسٹریلیا کا ریگستان شامل ہے۔ ان علاقوں میں گرمی بہت زیادہ پڑتی ہے اور پانی نایاب ہے۔

جنوبی امریکہ میں دریائے ایمزن کے طاس (Amazon Basin) کا جنگلاتی حصہ بھی زیادہ تر غیر آباد علاقہ ہے۔ یہاں وسیع رقبہ پر گھنے جنگلات اور دلدلی زمین ہے جو انسانی آبادی کے لیے قطعاً" غیر موزوں ہیں۔

دنیا کے بڑے بڑے پہاڑ جن میں ایشیا میں ہمالیہ' ہندوکش' قراقرم' نیز تبت اور چین کا کوہستانی علاقہ' یورپ میں ایلپس (Alps)' شمالی امریکہ میں راکیز (Rockies) اور جنوبی امریکہ میں اینڈیز (Andies) وغیرہ لاکھوں کلومیٹر علاقہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ علاقے اپنے شدید موسمی حالات کی وجہ سے انسانی آبادی کے لیے بڑی حد تک ناموزوں ہیں۔ گرین لینڈ (Green Land) اور براعظم انٹارکٹیکا (Antarctica) بھی مکمل طور پر غیر آباد ہیں۔ ان میں سارا سال برف جمی رہتی ہے۔

(ب) بکھری ہوئی آبادی کے علاقے : یہ وہ علاقے ہیں جو غیر آباد علاقوں کے قرب میں واقع ہیں۔ اور ان کی نسبت بہتر سہولتیں رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر صحرائی علاقوں کے ان حصوں میں جہاں بارش نسبتاً" زیادہ ہوتی ہے اور جہاں زراعت پر لوگ گزارہ کر سکتے ہیں یا پہاڑی علاقوں کے ان حصوں میں جہاں وادیوں میں تھوڑی بہت کاشت ہو سکتی

کینیڈا
ریاست ہائے متحدہ امریکہ
میکسیکو
کیوبا
کولمبیا
پیرو
برازیل
ارجنٹائن
50 ملین لوگ
برطانیہ
ڈنمارک
نیدرلینڈ
ناروے
سویڈن
فن لینڈ
بلجیم
جرمنی
پولینڈ
آسٹریا
فرانس
پرتگال
سپین
اٹلی
یوگوسلاویہ
یونان
الجزائر
مراکو
نائیجیریا
گھانا
مصر
ایتھوپیا
کینیا
تنزانیہ
مڈغاسکر
انگولا
زمبابوے
موزمبیق
جنوبی افریقہ
روس
رومانیہ
ایران
ترکی
عراق
شام
اردن
افغانستان
پاکستان
بنگلہ دیش
چین
بھارت
سری لنکا
برما
ملائشیا
ویتنام
تھائی لینڈ
شمالی کوریا
جنوبی کوریا
جاپان
تائیوان
فلپائن
انڈونیشیا
آسٹریلیا

دنیا کے ممالک بمطابق آبادی (نقشہ نمبر21)

دُنیا — آبادی
اشخاص فی مربع کلومیٹر
2 سے کم تقریباً غیر آباد
20-2 کم آبادی
400-20 اوسط آبادی
اشخاص فی مربع کلومیٹر
(گنجان آباد)
سے زائد (بہت گنجان آباد)
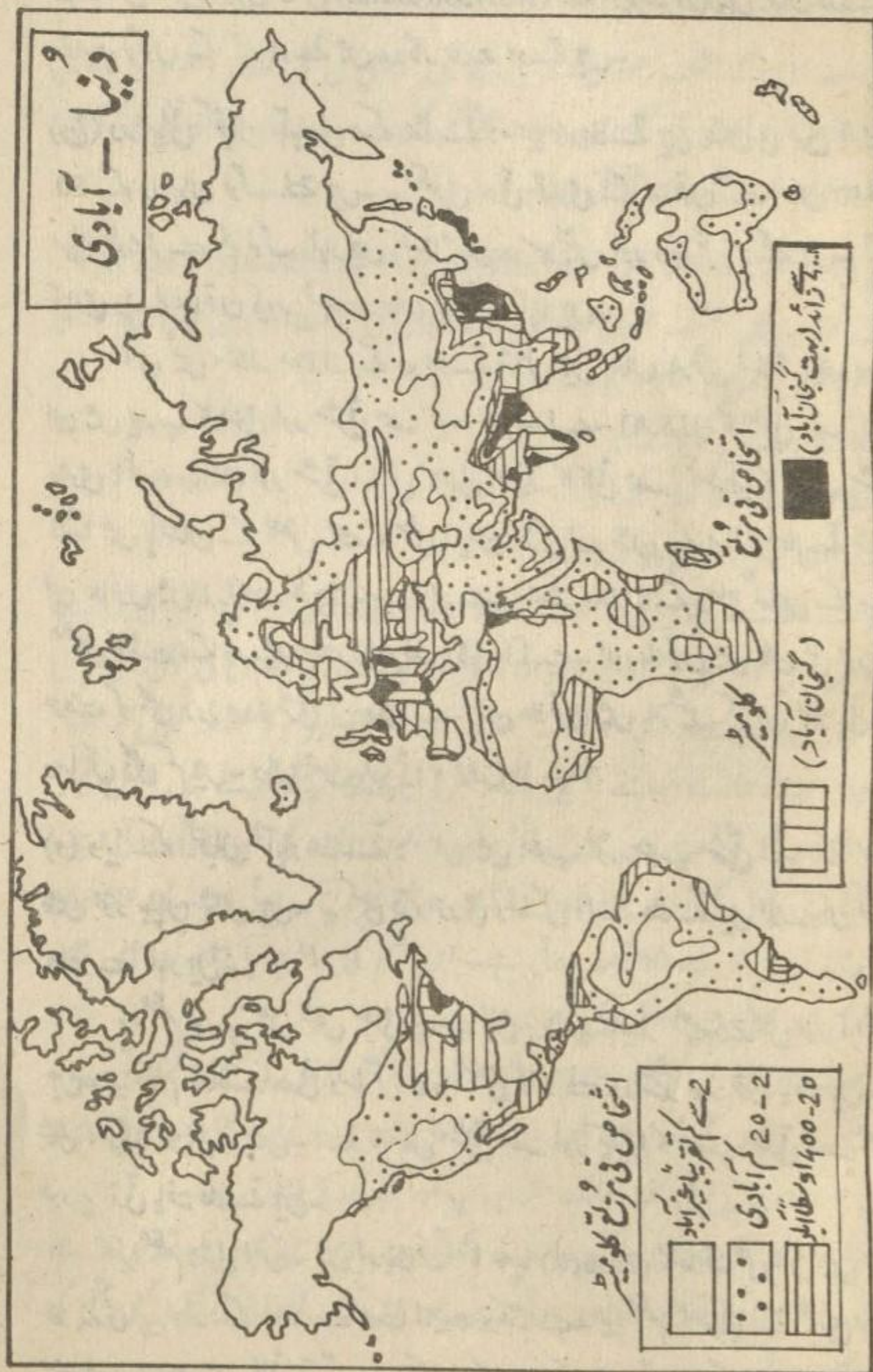
(نقشہ نمبر 22)

ہے۔ اسی طرح ایمزن طاس (Amazon Basin) کے ان علاقوں میں جہاں قدرے موزوں حالات لوگوں کے آباد ہونے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

(ج) درمیانی گنجان آبادی کے علاقے: یہ وہ علاقے ہیں جہاں فی مربع کلومیٹر 10 اور 50 کے درمیان لوگ بستے ہیں۔ یہ بکھری ہوئی آبادی کے علاقوں سے جہاں 10 اشخاص فی مربع کلومیٹر سے کم لوگ آباد ہیں نسبتاً زیادہ سہولتیں اور وسائل رکھتے ہیں۔ تاہم گنجان آبادی والے علاقوں کی بہ نسبت یہاں کم لوگ آباد ہیں۔

اس میں منطقہ معتدلہ کے وہ علاقے شامل ہیں جہاں بارش نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔ ان میں یورپ کا جنوبی اور مشرقی حصہ' یو۔ ایس۔ اے۔ (U.S.A) کا مغربی حصہ' افریقہ میں وادی نائجر (Niger) اور مشرقی ساحل' جنوبی امریکہ کا کافی حصہ' آسٹریلیا کا جنوب مشرقی حصہ' ایشیا میں پاکستان کے بعض حصے' وسطی ایران' ترکی اور چین کے پہاڑی علاقے شامل ہیں۔ ان علاقوں میں زراعت کا پیشہ بہت اہم ہے۔ منطقہ معتدلہ کے وسیع گھاس کے میدان میں مشینی کاشت کے ذریعے بہت زیادہ غلہ اگایا جاتا ہے۔ ان علاقوں میں کان کنی اور صنعت و حرفت کو بھی روز بروز ترقی مل رہی ہے۔ جن علاقوں میں بارشیں کم ہیں اور پانی کے دیگر وسائل بھی کم ہیں۔ وہاں نہری آبپاشی کو فروغ ملا ہے۔

(د) دنیا کے گنجان آباد علاقے: ان میں جنوب اور جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک نیز چین اور جاپان شامل ہیں۔ یہ کسی قدر زرعی وسائل والے علاقے ہیں اور یہاں لوگ قدیم زمانہ سے آباد ہیں۔

براعظم یورپ میں شمال مغربی یورپ یعنی برطانیہ' ہالینڈ' بلجیم' جرمنی اور فرانس شامل ہیں۔ یہ تمام ممالک معدنی وسائل اور صنعتی لحاظ سے دولتمند اور ترقی یافتہ ہیں۔ براعظم شمالی امریکہ میں یو۔ ایس۔ اے کا شمال مشرقی حصہ اور کینیڈا کا جنوب مشرقی حصہ بھی صنعتی طور پر ترقی یافتہ علاقے ہیں۔

براعظم جنوبی امریکہ میں ارجنٹائن کا پمپا (Pampa) کا علاقہ بھی اس میں شامل ہے جو زرعی پیداوار کے لحاظ سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ براعظم آسٹریلیا کے شہری علاقے جو صنعت و حرفت میں کافی آگے ہیں گنجان آبادی کے علاقے بن گئے ہیں مثلاً جنوب مشرقی آسٹریلیا میں سڈنی اور ملبورن اور جنوب مغربی حصے میں پرتھ۔

آبادی کی ساخت (Population Composition)

دنیا اور اس کے مختلف حصوں کے بارے میں آبادی کی کل تعداد معلوم ہو جانا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ آبادی کی مخصوص صفات کا علم بھی ضروری ہے۔ یہ صفات عمر' جنس' نسل' مذہب' زبان اور پیشے سے متعلق ہیں۔

1- آبادی کی ساخت بہ لحاظ عمر (Age Structure of Populatinon)

اس گروپ میں مختلف عمروں کے لحاظ سے آبادی کی ساخت ظاہر کی جاتی ہے آسانی کے لیے عموماً" تین گروپوں کا ذکر کیا جاتا ہے مثلاً

(i) بچے (16 سال سے کم عمر والے)
(ii) بالغ (16 سال سے 60 سال تک)
(iii) بوڑھے (60 سال سے زیادہ عمر والے)

عمر کے لحاظ سے آبادی کی ساخت (Age Structure) کو ہم جس شکل کی مدد سے ظاہر کرتے ہیں اس کو "اہرام" (Pyramid) کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ ان کی شکل اہرام کی شکل سے ملتی جلتی ہوتی ہے۔ اگر ہم مختلف ممالک سے متعلق اہرام کا مطالعہ کریں تو عموماً" ان کے چار مرحلے ہمارے سامنے آئیں گے (شکل نمبر 2.3)۔ پہلے مرحلے میں (شکل نمبر 2.3a) جو ساخت نظر آتی ہے اس میں پیدائش اور اموات دونوں کی شرح زیادہ ہوتی ہے۔ جس کے نتیجے میں بچوں کی تعداد تمام آبادی کا 45 سے 55 فیصد تک ہوتی ہے۔ اور 60 سال سے اوپر والی آبادی 5 سے 10 فیصد ہوتی ہے۔ اس قسم کی ساخت پاکستان اور اس جیسے دوسرے زرعی اور ترقی پذیر ممالک کی خصوصیت ہے۔

دوسرے مرحلے میں (شکل 2.3b) اموات اور پیدائش دونوں کی شرح کم ہوتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں بچوں کی تعداد 30 فیصد اور 60 سال سے زیادہ آبادی 15 فیصد ہوتی ہے۔ اس قسم کی صورت حال ترقی یافتہ ممالک مثلاً یورپ اور امریکہ کا خاصہ ہے۔

تیسرا مرحلہ (شکل 2.3c) ساکن حالت کو دکھاتی ہے۔ اس میں بچوں کی تعداد 30 سے 40 فیصد اور بوڑھوں کی تعداد 10 فیصد ہوتی ہے۔ اور اس میں کئی سالوں تک کسی قسم کی کمی وبیشی نہیں ہوتی۔

آبادی کے اہرام

(شکل نمبر23)

ترقی پذیر

عمریں

90 80 70 60 50 40 30 20 10 0

عورتیں مرد

15 10 5 0 5 10 15

%

تنزل پذیر

عورتیں مرد

10 5 0 5 10

%

ساکن

عمریں

90 80 70 60 40 30 20 10 0

عورتیں مرد

10 5 0 5 10

%

درمیانی

عورتیں مرد

10 5 0 5 10

%
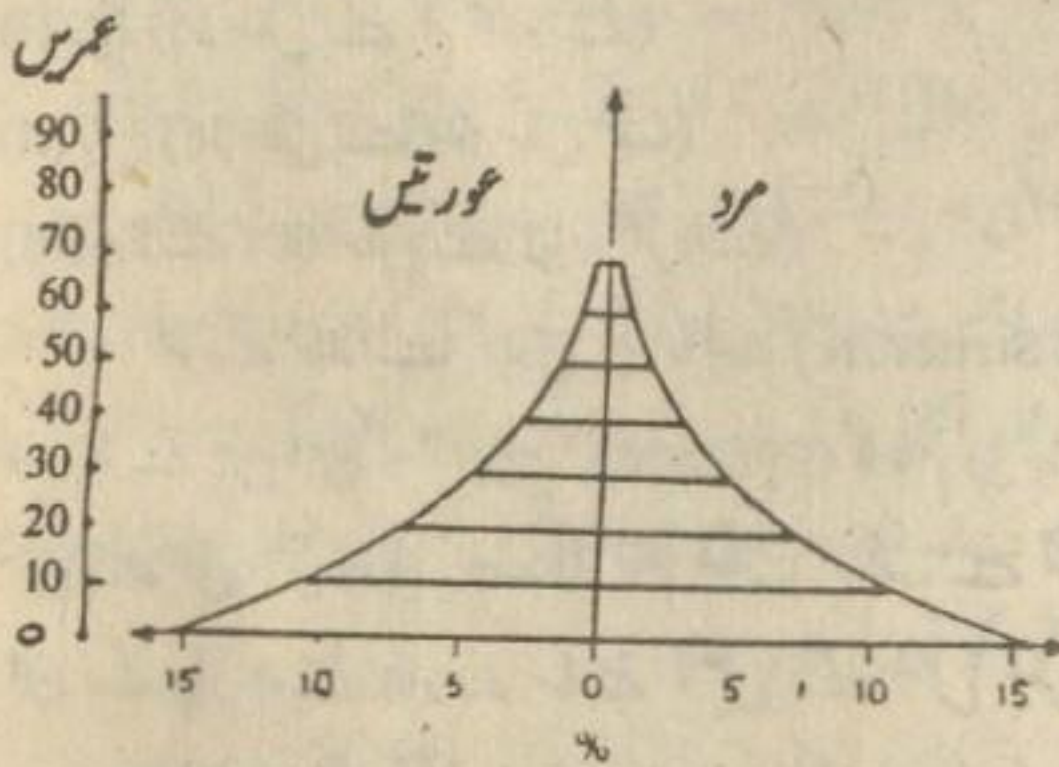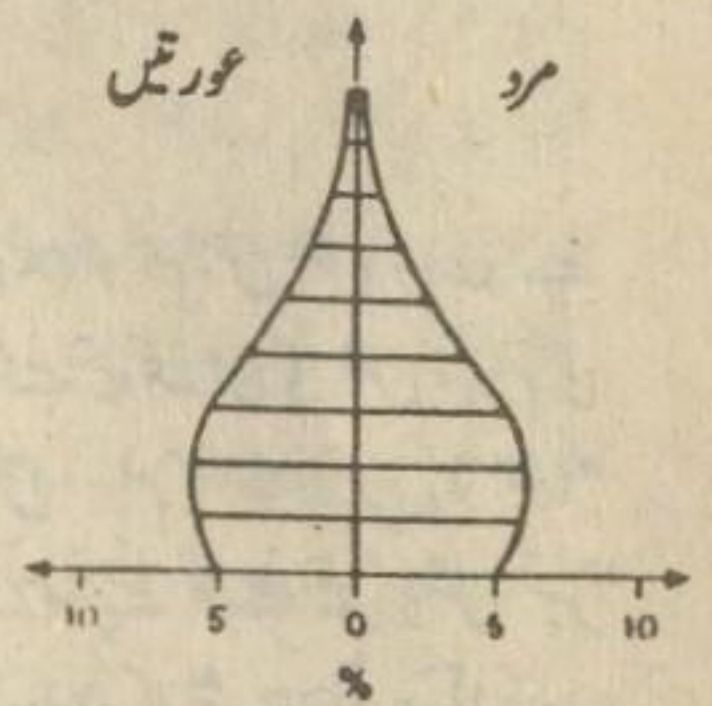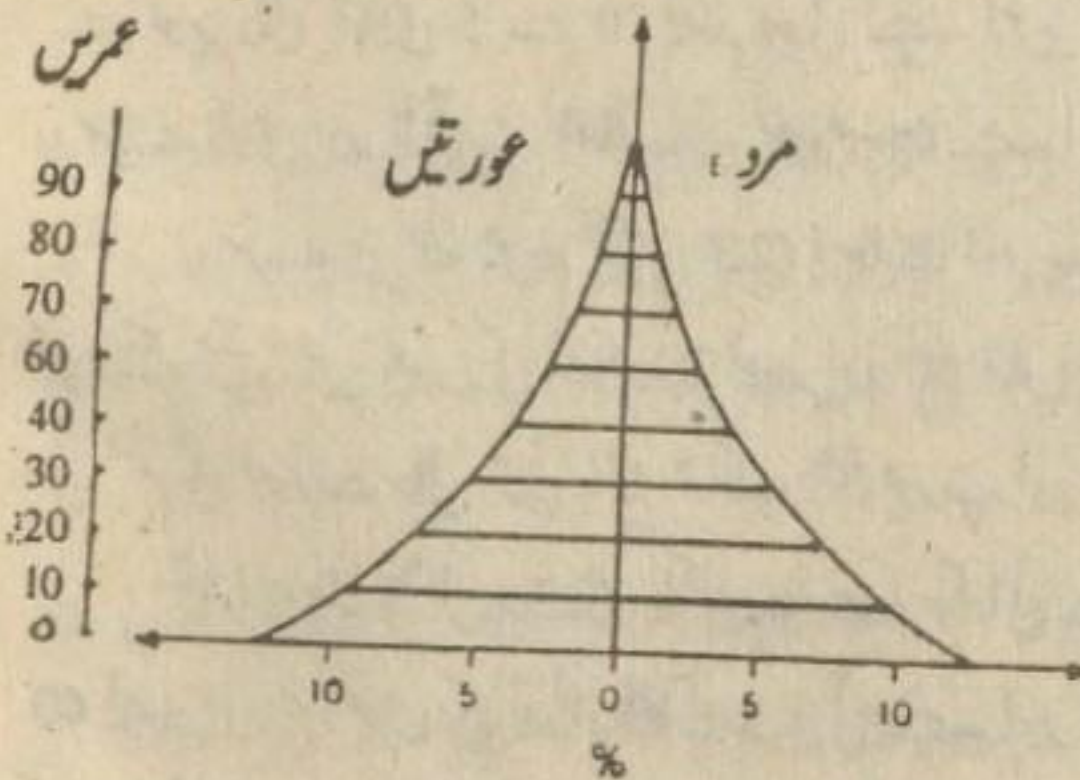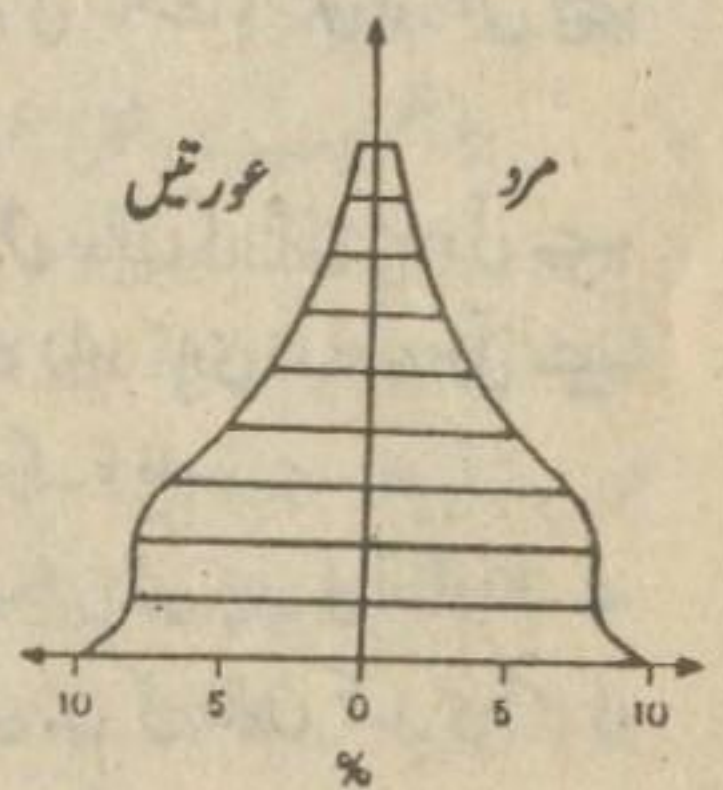
چوتھا مرحلہ (شکل 2.3d) درمیانی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ عموماً ان ترقی پذیر ممالک کی حالت کو ظاہر کرتا ہے جو ترقی کی منزلیں طے کر رہے ہیں اور جہاں عمر کی ساخت ایک زمانے میں پہلے مرحلے میں تھی لیکن بعد میں تبدیل ہو کر دوسرے مرحلے میں داخل ہو جاتی ہے۔

اہرام عمر میں مختلف عمروں کی آبادی میں مرد اور عورت کا تناسب بھی دکھایا جاتا ہے۔ عمر اور جنس کی ساخت کی یہ اشکال کسی ملک کی معاشی اور معاشرتی خصوصیات، وہاں ترقی کی رفتار، معاشرے کی حالت اور اس کے مستقبل کے حالات کے بارے میں سمجھنے میں مدد دیتی ہیں۔ مزید برآں ان سے کسی ملک کی آبادی پر جنگوں، بیماریوں اور سماوی آفات قسم کے واقعات کے اثرات کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ عمر کی ساخت کے مطالعہ سے بہ آسانی معلوم ہو جاتا ہے کہ کسی ملک کی بالغ آبادی پر بچوں اور بوڑھوں کا کس قدر بوجھ ہے۔ جتنا یہ بوجھ زیادہ ہو گا اسی قدر اس ملک کی معیشت پر بوجھ بھی زیادہ ہو گا۔

آبادی کی نقل مکانی سے عمر کی ساخت پر اثر ہوتا ہے۔ عام طور پر کسی ملک سے 16 سے 35 سال کے نوجوان روزگار کی تلاش میں نقل مکانی کرتے ہیں۔ اس طرح بعض ممالک میں باہر سے نقل مکانی کرنے والوں اور بعض میں باہر کو نقل مکانی کرنے والوں کی تعداد سے ان (16 سے 35 سال کی عمر والوں) کی آبادی میں کمی اور زیادتی ہو جاتی ہے۔

آبادی میں اضافے کی شرح سے عمر کی ساخت پر اثر پڑتا ہے۔ جن ممالک میں آبادی کے اضافے کی شرح میں کمی آ رہی ہے۔ وہاں زیادہ عمر والی آبادی کی تعداد بڑھتی ہے اور اگر آبادی میں اضافے کی شرح زیادہ ہو تو کم عمر بچوں کی آبادی بڑھ جاتی ہے۔ دونوں صورتوں میں آبادی غیر متوازن ہو جاتی ہے اور کم تعداد والی بالغ (کمانے والی) آبادی پر بوجھ بڑھ جاتا ہے۔

2- آبادی کی ساخت بہ لحاظ جنس (Sex Structure)

آبادی میں مردوں اور عورتوں کے تناسب کو جنسی ساخت کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے مختلف ممالک میں یہ تناسب مختلف ہے۔ مثال کے طور پر پاکستان میں مردوں اور عورتوں کی تعداد میں بالترتیب 110 : 100 کا تناسب ہے۔ برطانیہ میں 106 : 100 اور ہندوستان میں 98 : 100، اسی طرح ایک ملک کے اندر بھی مختلف جگہوں میں یہ تناسب مختلف ہوتا ہے۔ بالخصوص دیہی علاقوں میں عورتوں کے مقابلے میں مردوں کی تعداد زیادہ

ہوتی ہے۔

ایک ہی ملک میں جنسی ساخت کا تناسب عمروں کے لحاظ سے بھی گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ مثال کے طور پر برطانیہ میں بچیوں اور بچوں میں تناسب بالترتیب 94 : 100 ہے لیکن 60 سال سے اوپر گروپوں میں یہ تناسب معکوس ہو جاتا ہے یعنی 110 : 100 جس سے معلوم ہوا کہ ترقی یافتہ معاشرے میں مردوں میں شرح اموات عورتوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ برطانیہ میں مردوں کی اوسط زندگی (Expectation of Life) 67 سال ہے۔ جب کہ عورتوں کی اوسط عمر 73 سال ہے۔ اس کے برعکس پاکستان میں عورتوں کی اوسط عمر مردوں کے مقابلے میں کم ہے۔

آبادی کی نقل مکانی سے بھی جنسی ساخت (Age Structure) کے مطابق آبادی پر فرق پڑتا ہے۔ جیسا کہ عام دستور ہے۔ زیادہ تر مرد ہی ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر یا نقل مکانی کرتے ہیں۔ اس لیے ان ممالک میں جن میں زیادہ مرد باہر سے آتے ہیں۔ عورتوں کی نسبت مردوں کی تعداد زیادہ ہو گی۔ اس کے برعکس ان ممالک میں جہاں سے مرد باہر چلے جاتے ہیں۔ عورتوں کی تعداد زیادہ ہو گی۔

آبادی کی ساخت بہ لحاظ نسل (Racial Group)

تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ لیکن ہزاروں سالوں سے دنیا کے مختلف حصوں میں آباد ہونے اور مختلف قدرتی حالات میں زندگی بسر کرنے کی وجہ سے انسانوں کی شکل و شباہت میں فرق آنا ناگزیر تھا۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں مختلف رنگوں کے لوگ مثلاً گورے، کالے، گندمی، زرد وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ نیز بعض لوگوں کے بال سیدھے، بعض کے گھنگھریالے، بعض کے لہردار اور بعض کے اون کی مانند ہوتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مختلف نسلوں کے خون کے گروپوں میں بھی خاصا فرق ہوتا ہے۔ ان مختلف لوگوں کو جب ان کی بدنی صفات کی بنا پر درجہ بندی کرتے ہیں تو گویا ہم ان کو نسلوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

دنیا کے انسانوں کو نسلوں کے لحاظ سے تقسیم کرنا آسان کام نہیں۔ کیونکہ درحقیقت ہر انسان دوسرے انسان سے کسی نہ کسی طرح مختلف ضرور ہے۔ بہرحال آسانی کے لیے نسل انسانی کو تین بڑے گروپوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

1- کاکیشیا گروپ (Caucasoids) :- ان کی چند خصوصیات یہ ہیں۔ اس نسل

کے لوگوں کا رنگ گورا اور بال لہردار ہوتے ہیں۔ چونکہ اس نسل سے تعلق رکھنے والے لوگ یورپ، امریکہ، شمالی افریقہ، مشرق وسطی اور پاکستان و ہندوستان تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد تمام نسلی گروہوں کی نسبت زیادہ ہے۔ اور یہ تقریباً دنیا کی آدھی آبادی پر مشتمل ہیں۔

2- منگولیا گروپ (Mongoloids) :- ان کا رنگ زردی مائل ہوتا ہے۔ ان کے بال سیدھے اور کالے اور چہرے کی ہڈیاں نسبتاً ابھری ہوتی ہیں۔ یہ لوگ شمال اور مشرقی ایشیا میں پائے جاتے ہیں۔ اسکیمو اور امریکہ کے سرخ ہندی (Red Indians) بھی اسی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

3- حبشی گروپ (Negroids) :- یہ زیادہ تر افریقہ میں پائے جاتے ہیں۔ اس نسل سے تعلق رکھنے والے کافی لوگ امریکہ میں بھی آباد ہیں۔ جہاں ان کو غلام بنا کر لے جایا گیا تھا۔ ان کی خصوصیات ان کے کالے اور اون کی مانند بال، موٹے ہونٹ، کالا رنگ اور چوڑی ناک قابل ذکر ہیں۔

مذکورہ بالا نسلوں کے علاوہ دو چھوٹی نسلوں کے گروپ اسٹرے لائیڈ (Australoids) اور کاپائیڈ (Capoids) بھی ہیں۔ اسٹرے لائیڈ چھوٹے قد، کالے رنگ، لمبے چہروں اور موٹے لبوں اور کالے لہردار بالوں والی نسل ہے۔ یہ لوگ آسٹریلیا، جنوب مشرقی ایشیا اور شرق الہند میں پائے جاتے ہیں۔ کاپائیڈ گندمی زرد رنگ کے لوگ ہیں۔ جن کے قد چھوٹے، بال کالے، چہرے ہموار اور آنکھیں ابھری ہوئی ہوتی ہیں۔ یہ افریقہ کے جنوب میں ہاٹن ٹاٹ (Hottentot) اور بش مین (Bushmen) قبائل کی صورت میں آباد ہیں۔ اسٹرے لائیڈ اور کاپائیڈ کی تعداد بہت کم ہے اور یہ دن بدن کم ہوتے جا رہے ہیں۔

4- آبادی بہ لحاظ مذہب (Religious Groups) :- دنیا میں چھ بڑے مذاہب کے ماننے والے پائے جاتے ہیں۔ یہ مذاہب اسلام، عیسائیت، یہودیت، ہندومت، بدھ مت اور کنفیوشس پر مشتمل ہیں۔ (شکل نمبر2.4)

الف) اسلام :- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کے آخری نبی اور رسول کی حیثیت سے تقریباً چودہ سو سال پہلے عرب کے مشہور شہر مکہ معظمہ میں تشریف لائے۔
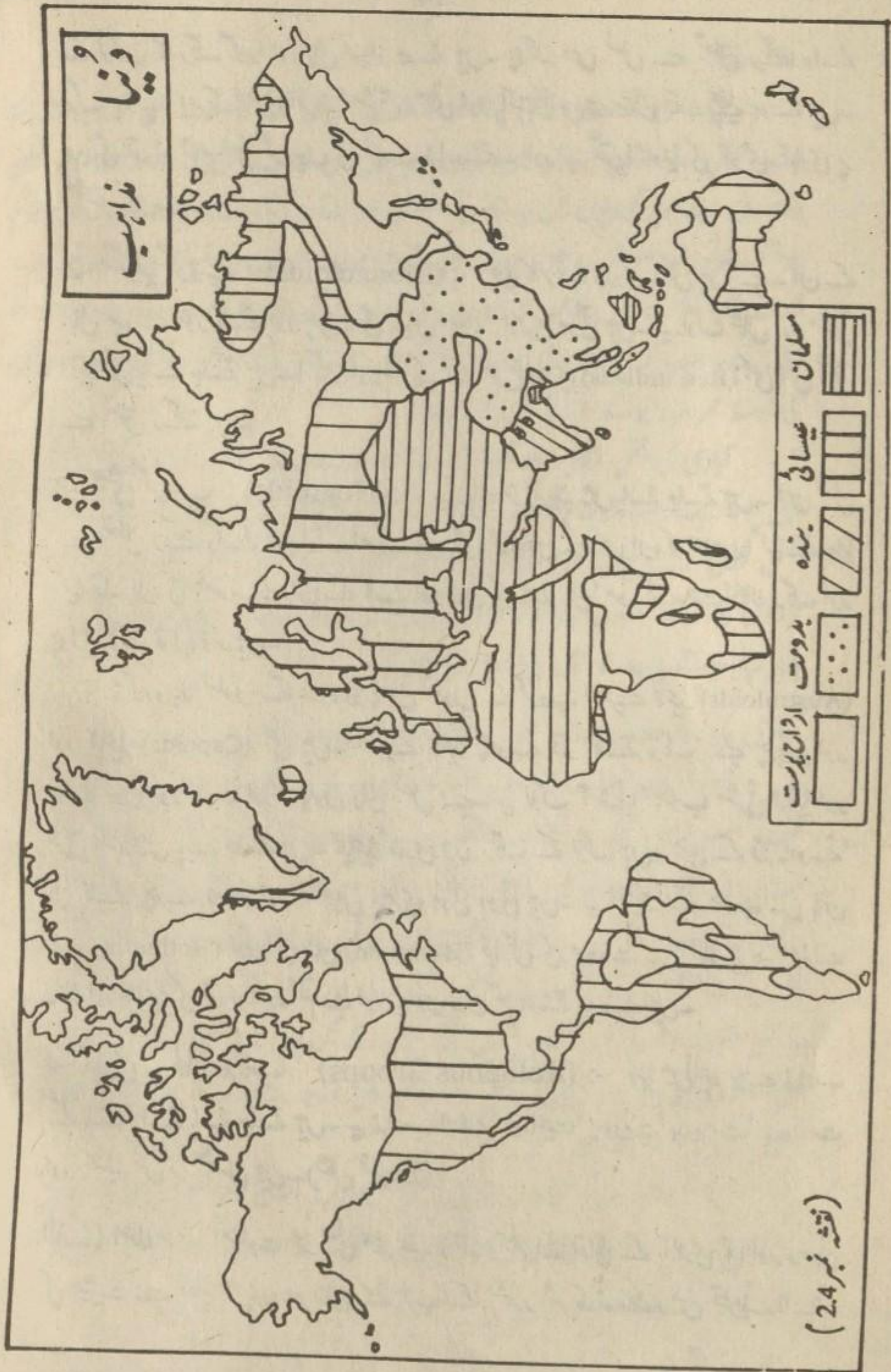
(نقشہ نمبر 2.4)

اور دنیا میں دین اسلام کو پیش کیا۔ ان کی مبارک زندگی میں اور ان کے بعد ان کے خلفائے راشدین کے زمانے میں اسلام تمام جزیرہ نمائے عرب، شمالی افریقہ، وسطی ایشیا، جنوبی ایشیا، مشرقی افریقہ اور جنوب مشرقی ایشیا تک پھیل گیا۔ بعد میں یورپ میں البانیہ اور افریقہ میں صحرائے اعظم کے جنوب میں کئی ممالک مثلاً نائیجر اور نائیجیریا وغیرہ کے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے اور ان کے علاقے بھی عالم اسلام کا حصہ بنے۔ اس وقت دنیا میں 44 آزاد مسلمان ممالک ہیں۔ جن میں مسلمان آبادی کی عظیم اکثریت ہے۔ روسی ترکستان کے پانچ ممالک ان کے علاوہ ہیں۔ جن میں بہت بڑی اکثریت مسلمانوں کی ہے اور ان کی کل آبادی 10 کروڑ سے تجاوز کر گئی ہے۔ اسی طرح چینی ترکستان میں بھی مسلمانوں کی آبادیاں ہیں۔ ان کے علاوہ تقریباً 60 ممالک میں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ اس طرح تمام دنیا میں اس وقت مسلمانوں کی آبادی تقریباً ایک ارب ہے جو تمام دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہے۔

ب) عیسائیت :- تقریباً دو ہزار سال پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول کی حیثیت سے فلسطین کے شہر یروشلم میں تشریف لائے۔ اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا۔ ان کے دین کا نام عیسائیت رکھ دیا گیا۔ ان کے تشریف لے جانے کے بعد یہ مذہب تھوڑے ہی عرصے میں اس وقت کی مشہور حکومت سلطنت روما کے ذریعے تمام یورپ میں پھیلا۔ پندرھویں صدی کے بعد یورپ کے مختلف ممالک نے سمندروں کے ذریعے امریکہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور کئی دوسرے علاقے دریافت کیے۔ نیز افریقہ اور ایشیا کے کئی ممالک کو اپنے زیر نگیں کر لیا۔ چنانچہ اس طرح بھی عیسائی مذہب کے ماننے والے ان تمام علاقوں تک پھیل گئے۔ اور آج یورپ کے علاوہ شمالی وسطی اور جنوبی امریکہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ بحرالکاہل کے جزائر اور افریقہ کے بعض ممالک میں اس مذہب کے ماننے والوں کی کثیر تعداد ہے۔ تمام دنیا میں عیسائیوں کی تعداد تقریباً ایک ارب بہتر کروڑ بتائی جاتی ہے۔

ج) یہودیت :- اسلام اور عیسائیت کی طرح یہودیت بھی الہامی مذہب ہے۔ جو ہزاروں سال پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے دنیا میں بھیجا۔ یہ مذہب بھی مشرق وسطیٰ کے ملکوں میں پھلا پھولا۔ لیکن چونکہ بنی اسرائیل قوم کے مطابق جن پر یہ مذہب اترا تھا۔ یہودی مذہب صرف ان کے لیے ہے اور دوسرے اقوام کے لوگ اس مذہب میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اس لیے یہ مذہب انھی میں محدود رہا۔ اور ان کے

ساتھ جہاں جہاں بھی وہ جاتے رہے۔ یہ مذہب پھیلا اس طرح یورپ اور امریکہ کے بعض علاقوں میں یہودیوں کی بکھری ہوئی آبادیاں موجود ہیں لیکن ماسوائے اسرائیل کے کسی بھی دوسرے ملک میں ان کی اکثریت نہیں ہے۔ ایک اندازے کے مطابق دنیا میں یہودیوں کی کل آبادی تقریباً" دو کروڑ ہے۔

د) ہندومت :- ہندوؤں کی آبادی صرف ہندوستان تک محدود ہے۔ دنیا کے دوسرے ممالک میں ان کی مختصر آبادیاں ایسی جگہوں میں ہیں جہاں یہ روزگار کی تلاش میں چلے گئے ہیں۔ مثلاً جنوبی امریکہ میں گیانا' جنوبی افریقہ کے مشرقی ساحل پر ناٹال میں' اس وقت ہندوؤں کی کل آبادی تقریباً" 80 کروڑ بتائی جاتی ہے۔

ہ) بدھ مت :- یہ مذہب 600 قبل مسیح میں شمالی ہندوستان میں ایک شہزادہ گوتم کے ذریعے متعارف ہوا' جو بعد میں گوتم بدھ کے نام سے مشہور ہوا۔ ہندوستان سے یہ مذہب جنوب کی طرف سری لنکا' شمال کی طرف تبت' چین اور جاپان' جنوب مشرق میں برما' کمبوڈیا' تھائی لینڈ اور دوسرے جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک میں پھیلا۔ اس وقت برما' کمبوڈیا اور تھائی لینڈ میں 80 فیصد سے زیادہ بدھ مت کے پیرو کار ہیں۔ دنیا میں بدھ مت کے پیروکاروں کی تعداد تقریباً" 32 کروڑ بتائی جاتی ہے۔

و) کنفیوشزم :- اس مذہب کا بانی کنفیوشس تھا۔ جو ہزاروں سال پہلے (600 ق - م) میں چین میں پیدا ہوا۔ اور لوگوں کو نیک راہ کی طرف بلایا۔ اس کے طریقہ زندگی کو بعد میں اس کے نام سے منسوب کر کے مذہب کی شکل دے دی گئی۔ یہ مذہب زیادہ تر چین تک محدود ہے۔ اور اب بھی وہاں کی آدھی آبادی اس مذہب کی پیروکار ہے۔ کنفیوشزم کے ماننے والوں کی تعداد تقریباً" 75 کروڑ ہے۔

5- آبادی کی ساخت بہ لحاظ زبان (Linguistic Groups)

زبان ثقافت کا ایک اہم حصہ ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے ثقافت کو فروغ ملتا ہے اور ایک نسل سے دوسری نسل تک کسی تہذیب کی روایات کو منتقل کرنے کا ذریعہ بھی زبان ہوتی ہے۔ دنیا میں ہزاروں زبانیں بولی جاتی ہیں۔ جن میں تین ہزار سے زیادہ کا مطالعہ کیا جا چکا ہے۔ ان زبانوں کو مندرجہ ذیل لسانی خاندانوں (Linguistic Families) میں تقسیم
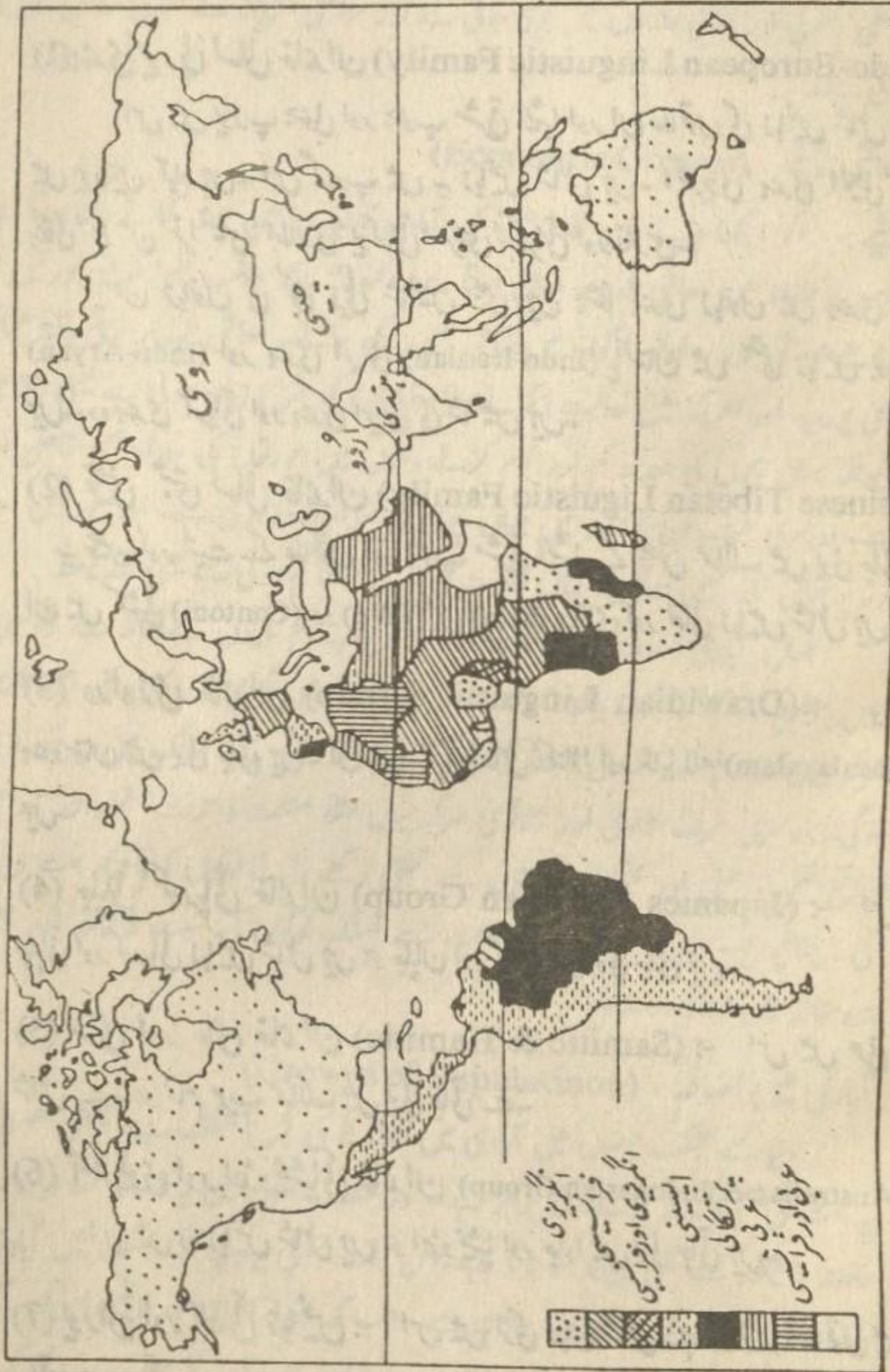
دنیا میں زبانوں کی تقسیم (نقشہ نمبر 2.5)

کیا گیا ہے۔ (نقشہ نمبر 2.5)

(1) ہندی یورپی لسانی خاندان (Indo-European Linguistic Family)
اس میں یورپ جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیا اور ان علاقوں کی زبانیں شامل ہیں جن میں یورپین آباد ہیں۔ اس گروپ میں یہ زبانیں شامل ہیں۔ انگریزی' ہندی' اسپینی' پرتگالی' بنگالی' جرمن' فرانسیسی' اطالوی' یوکرانی' مرہٹی' گجراتی اور فارسی۔
ان زبانوں کی کئی ذیلی شاخیں بھی ہیں مثلاً ہندی زبانوں میں ہندی آریائی (Indo-Aryan) اور ہندی ایرانی (Indo-Iranian) پاکستان میں جتنی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ وہ ہندی آریائی اور ہندی ایرانی کی شاخیں ہیں۔

(2) چینی تبتی لسانی خاندان (Chinese Tibetan Liguistic Family) :-
یہ چین اور تبت کے علاقوں اور جنوب مشرقی ایشیا کے بعض ممالک میں بولی جاتی ہیں۔ ان میں کنٹونی (Contoni)' وو (Wu)' من (Min) ویتنامی اور تھائی زبانیں شامل ہیں۔

(3) دراوڑی خاندان (Drawidian Linguistic Group) :- یہ جنوبی ہندوستان میں بولی جاتی ہیں۔ ان میں تیلگو' تامل' کناڈا اور ملایا لام (Malayalam) شامل ہیں۔

(4) جاپانی' کوریائی خاندان (Japanies & Korian Group) :- اس میں جاپانی اور کوریائی زبانیں شامل ہیں جو جاپان اور کوریا میں بولی جاتی ہیں۔

(5) سامی اور حامی خاندان (Samitic & Hamitic) :- اس میں عربی زبان شامل ہے۔ جو تمام عرب ممالک میں بولی جاتی ہے۔

(6) آسٹریلوی اور انڈونیشیائی خاندان (Australian & Indonasian Group)
اس میں وہ زبانیں شامل ہیں جو انڈونیشیا اور جاوا میں بولی جاتی ہیں۔

(7) یورال اور الطائی زبانیں :- اس میں ترکی زبان شامل ہے جو ترک علاقوں میں بولی جاتی ہے۔

(8) نائیجر' کانگو خاندان :- اس میں بانٹو اور سواحلی زبانیں شامل ہیں۔ بانٹو افریقہ کی

وسطی، مغربی اور جنوبی علاقوں میں بولی جاتی ہے اور ساحلی افریقہ کے مشرقی ساحل میں بولی جاتی ہے۔

معاشی طبقے (Economic Groups)

پیشے :- اگر دیکھا جائے تو ہر ملک میں کل آبادی کا ایک خاص حصہ کمانے والا ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں معاشی طور پر فعال ہوتا ہے۔ عموماً بچے، طالب علم، گھریلو عورتیں اور بوڑھے معاشی طور پر فعال لوگوں میں شامل نہیں کیے جاتے۔ معاشی طور پر ترقی یافتہ ممالک یعنی یورپ اور امریکہ میں فعالیت (کمانے والی آبادی) کی شرح زیادہ ہوتی ہے یعنی 50 فیصد کیونکہ وہاں بچوں کی تعداد کم اور کام کرنے والوں میں عورتوں کی تعداد بھی خاصی ہوتی ہے۔ دوسری طرف ان ممالک میں جہاں بچوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اور عورتیں معاشی طور پر فعال شمار نہیں ہوتیں۔ وہاں فعالیت کی شرح بہت کم ہوتی ہے یعنی 20 فیصد

فعال آبادی (Active Population) کو جب ہم پیشوں کے لحاظ سے دیکھیں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ ترقی یافتہ ممالک میں زراعت، ماہی گیری اور کان کنی جیسے ابتدائی سرگرمیوں سے منسلک آبادی بہت کم ہو گی۔ جب کہ ترقی پذیر ممالک میں یہ تعداد زیادہ ہوگی۔ دوسری طرف ثانوی اور ثلاثوی سرگرمیوں مثلاً صنعت و حرفت، تجارت، زراعت، ذرائع نقل و حمل اور مختلف ملازمتوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گی۔ چنانچہ یو۔ ایس۔ اے میں زراعت سے منسلک لوگوں کی نسبت 5 فیصد اور چین و ہندوستان میں 80 فیصد ہے۔

آبادی میں اضافہ (Growtn of Populatinon)

دنیا کے مختلف حصوں میں آبادی میں اضافے کی شرح مختلف ہے۔ بعض حصوں میں یہ بہت ہی کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور متعدد علاقوں میں یہ اضافہ اتنا زیادہ ہے کہ سالانہ 3 فیصد سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔اس وقت مغربی یورپ کے ملکوں میں آبادی میں اضافے کی شرح صرف 0.6 فیصد سالانہ ہے۔ جب کہ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے اکثر ملکوں میں یہ شرح 2.5 فیصد سالانہ یا اس سے زیادہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مغربی یورپ اور دوسرے ایسے ترقی یافتہ ممالک (جہاں کی آبادی میں اضافے کی شرح بہت ہی کم ہے) کی آبادی مستقبل میں تقریباً وہی رہے گی جتنی آج ہے جب کہ زیادہ اضافے کی

شرح والے ممالک کی آبادی میں غیر معمولی اضافہ ہوتا جائے گا۔

آبادی میں اضافے کے عوامل:- آبادی میں اضافہ دو طرح سے ہوتا ہے یعنی (1) قدرتی اضافہ، (2) نقل مکانی

(1) قدرتی اضافہ (Natural Increase):- یہ کل پیدائش اور کل اموات کے فرق کو ظاہر کرتا ہے یعنی اگر کسی جگہ سال میں 100 بچے پیدا ہوں اور دس افراد فوت ہو جائیں تو فرق ہو گا 90 = 10 - 100 افراد، اس فرق کو قدرتی اضافہ کہتے ہیں۔

یاد رہے کہ پیدائشوں اور اموات کی تعداد میں جتنا فرق ہو گا۔ قدرتی اضافے کی تعداد اسی قدر بڑھ جائے گی۔ گزشتہ تقریباً ڈیڑھ سو سالوں کے دوران دنیا کی آبادی میں اضافہ حسب ذیل رہا ہے۔ (دیکھئے شکل نمبر2.6)

1820ء میں دنیا کی آبادی ایک ارب

1920ء " " " دو ارب (یعنی سو سال میں آبادی دوگنی ہو گئی)

1960ء " " " تین ارب

1970ء " " " چار ارب (یعنی 50 سال میں آبادی دوگنی ہو گئی)

مندرجہ بالا اعداد و شمار سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دنیا کی آبادی میں نہ صرف اضافہ ہو رہا ہے بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ اضافہ کی شرح بھی بڑھ رہی ہے۔ اس اضافے کی خاص وجہ ایک طرف اموات کی شرح میں دن بدن کمی اور دوسری طرف پیدائش کی شرح میں دن بدن اضافہ ہے۔ پہلے چونکہ مختلف اقسام کی مہلک بیماریوں، مفلسی، غربت، غیر صحت مندانہ ماحول اور جنگوں کی وجہ سے اموات کی شرح بہت زیادہ ہوتی تھی۔ اس لیے پیدائش اور اموات کی شرح میں فرق بہت کم رہ جاتا تھا جس کی وجہ سے آبادی میں اضافے کی شرح کم رہ جاتی تھی۔ لیکن گزشتہ تقریباً 50 سالوں کے دوران سائنس، طب اور ٹیکنالوجی میں ترقی کی وجہ سے ایک طرف کئی مہلک بیماریوں کے علاج دریافت کیے گئے ہیں دوسری طرف دنیا کے کئی پسماندہ ممالک میں معاشی حالات بھی قدرے بہتر ہو گئے۔ جن کے نتیجے میں اموات کی شرح میں کافی کمی آ گئی ہے۔ جب کہ پیدائش کی شرح نسبتاً زیادہ ہو گئی ہے۔ اس طرح آبادی میں قدرتی اضافہ سال بہ سال زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مختلف معاشرتی، معاشی اور سیاسی حالات کے باعث دنیا کے مختلف حصوں

دنیا میں آبادی میں اضافے کی رفتار (6000 ق م سے 2000 عیسوی تک)

(شکل نمبر2.6)

دنیا میں آبادی میں اضافے کی رفتار (شکل نمبر 2.6)
(6000 ق م سے 2000 عیسوی تک)

دُنیا
آبادی کی بڑھوتری کی اقسام
زیادہ شرح پیدائش
اور اموات
زیادہ شرح پیدائش اور
گھٹتی شرح اموات
زیادہ شرح اموات
اور شرح اموات کم
گھٹتی شرح پیدائش کے
ساتھ شرح اموات کم
کم اور گھٹتی بڑھتی شرح پیدائش
کے ساتھ کم شرح اموات

(نقشہ نمبر 2.7)

میں آبادی میں قدرتی اضافے کی شرح یکساں نہیں بلکہ اس لحاظ سے ہم دنیا کو مندرجہ ذیل علاقوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ (نقشہ نمبر 2.7)

الف) زیادہ پیدائش اور زیادہ اموات والے علاقے :- یہ دنیا کے بہت زیادہ پسماندہ علاقوں میں مثلاً استوائی افریقہ کی خصوصیات ہیں۔ ان میں سالانہ اضافے کی شرح 2 سے 3 فیصد ہے۔

ب) زیادہ پیدائش اور زیادہ لیکن تنزل پذیر اموات والے علاقے :- یہ جنوب، جنوب مشرقی اور مشرقی ایشیا کے بہت سے ممالک کی خصوصیات ہیں۔ جہاں پیدائش کی شرح بہت زیادہ ہے لیکن اموات کی شرح (جو زیادہ ہوا کرتی تھی) اب گرنے لگی ہے۔

ج) زیادہ پیدائش اور کم اموات والے علاقے :- یہ لاطینی امریکہ کے استوائی علاقوں کی خصوصیات ہیں۔ جہاں آبادی میں اضافے کی شرح سالانہ تین فیصد سے زیادہ ہے لیکن اموات کی شرح میں نمایاں کمی ہوئی ہے۔

د) تنزل پذیر شرح پیدائش اور کم اموات والے علاقے :- اس میں چلی، کیوبا، سری لنکا اور ملائشیا جیسے ممالک شامل ہیں۔ جہاں پیدائش کی شرح بھی کم ہو رہی ہے اور ساتھ ساتھ اموات میں بھی کمی آ گئی ہے۔ ان ممالک میں آبادی میں اضافے کی شرح ایک اور دو فیصد سالانہ کے لگ بھگ ہے۔

ہ) کم پیدائش اور کم اموات والے علاقے :- اس میں زیادہ تر یورپ، شمالی امریکہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جاپان شامل ہیں۔ جہاں آبادی میں قدرتی اضافے کی شرح پر قابو پا لیا گیا ہے اور پیدائش اور اموات کی شرح کافی کم ہو گئی ہے نیز سالانہ اوسط اضافے کی شرح ایک فیصد ہے۔

2- آبادی کی نقل مکانی (Population Movement OR Migration)

اس کا مطلب لوگوں کا ایک جگہ سے منتقل ہو کر دوسری جگہ جا کر بس جانا ہے۔ اس میں وہ لوگ شامل نہیں ہوں گے۔ جو مسافر کے طور پر یا سیاح کی حیثیت سے عارضی سکونت کے ارادے سے کہیں جا کر کچھ عرصے کے لیے رہنے لگتے ہیں۔ اسی طرح خانہ بدوش یا موسمی مزدور بھی ان سے مستثنیٰ ہیں۔

میں آبادی میں قدرتی اضافے کی شرح یکساں نہیں بلکہ اس لحاظ سے ہم دنیا کو مندرجہ ذیل علاقوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ (نقشہ نمبر 2.7)

الف) زیادہ پیدائش اور زیادہ اموات والے علاقے :- یہ دنیا کے بہت زیادہ پسماندہ علاقوں میں مثلاً استوائی افریقہ کی خصوصیات ہیں۔ ان میں سالانہ اضافے کی شرح 2 سے 3 فیصد ہے۔

ب) زیادہ پیدائش اور زیادہ لیکن تنزل پذیر اموات والے علاقے :- یہ جنوب، جنوب مشرقی اور مشرقی ایشیا کے بہت سے ممالک کی خصوصیات ہیں۔ جہاں پیدائش کی شرح بہت زیادہ ہے لیکن اموات کی شرح (جو زیادہ ہوا کرتی تھی) اب گرنے لگی ہے۔

ج) زیادہ پیدائش اور کم اموات والے علاقے :- یہ لاطینی امریکہ کے استوائی علاقوں کی خصوصیات ہیں۔ جہاں آبادی میں اضافے کی شرح سالانہ تین فیصد سے زیادہ ہے لیکن اموات کی شرح میں نمایاں کمی ہوئی ہے۔

د) تنزل پذیر شرح پیدائش اور کم اموات والے علاقے :- اس میں چلی، کیوبا، سری لنکا اور ملائشیا جیسے ممالک شامل ہیں۔ جہاں پیدائش کی شرح بھی کم ہو رہی ہے اور ساتھ ساتھ اموات میں بھی کمی آ گئی ہے۔ ان ممالک میں آبادی میں اضافے کی شرح ایک اور دو فیصد سالانہ کے لگ بھگ ہے۔

ہ) کم پیدائش اور کم اموات والے علاقے :- اس میں زیادہ تر یورپ، شمالی امریکہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جاپان شامل ہیں۔ جہاں آبادی میں قدرتی اضافے کی شرح پر قابو پا لیا گیا ہے اور پیدائش اور اموات کی شرح کافی کم ہو گئی ہے نیز سالانہ اوسط اضافے کی شرح ایک فیصد ہے۔

2- آبادی کی نقل مکانی (Population Movement OR Migration)

اس کا مطلب لوگوں کا ایک جگہ سے منتقل ہو کر دوسری جگہ جا کر بس جانا ہے۔ اس میں وہ لوگ شامل نہیں ہوں گے۔ جو مسافر کے طور پر یا سیاح کی حیثیت سے عارضی سکونت کے ارادے سے کہیں جا کر کچھ عرصے کے لیے رہنے لگتے ہیں۔ اسی طرح خانہ بدوش یا موسمی مزدور بھی ان سے مستثنیٰ ہیں۔

نقل مکانی سے آبادی میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اگر کسی گاؤں سے سال بھر میں 100 افراد منتقل ہو کر کسی شہر میں بس جاتے ہیں تو اس گاؤں کی آبادی میں کمی اور اس شہر کی آبادی میں اضافے کا باعث ہو گا۔

نقل مکانی کی دو قسمیں ہیں۔

1- اندرونی نقل مکانی (Internal Migration) اور

2- بین الاقوامی نقل مکانی (International Migration)

اندرونی نقل مکانی :- ملک کے اندر ایک حصے سے دوسرے حصہ میں لوگوں کے منتقل ہونے کو اندرونی نقل مکانی کہتے ہیں۔ اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

الف) دیہات سے شہروں میں نقل مکانی :- اس میں کئی لوگ دیہات سے شہروں میں جا کر بستے ہیں۔

ب) چھوٹے شہروں سے بڑے شہروں میں نقل مکانی :- کئی لوگ چھوٹے شہروں سے بڑے شہروں میں جا کر بستے ہیں۔

ج) ایک دیہات سے دوسرے دیہات میں نقل مکانی :- بعض حالات میں لوگ دیہات سے دیہات کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہ عام طور پر اس وقت ہوتا ہے جب کوئی نیا زرعی علاقہ آباد ہو جاتا ہے اور زراعت پیشہ لوگ اپنے دیہات کو چھوڑ کر وہاں آ کر بستے ہیں۔ ان تینوں صورتوں میں سب سے زیادہ عام صورت دیہی شہری نقل مکانی ہے۔

بین الاقوامی نقل مکانی :- اس سے مراد لوگوں کا ایک ملک سے دوسرے ملک میں جا کر بسنا ہے۔ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد لاکھوں مسلمان باشندے ہندوستان سے پاکستان اور اسی طرح لاکھوں ہندو اور سکھ باشندے پاکستان سے ہندوستان منتقل ہو کر بس گئے۔ اسی طرح امریکہ جب دریافت ہوا اور وہاں آبادکاری شروع ہو گئی تو یورپ سے لاکھوں افراد وہاں جا کر بس گئے۔

نقل مکانی کے اسباب :- بعض قدرتی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی حالات کی بنا پر بعض علاقوں میں ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جن میں دوسرے علاقوں کی بہ نسبت اپنی طرف کھینچنے (Pull) کے عوامل زیادہ قوی ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی طرف لوگ کھنچے چلے آتے ہیں جب کہ دوسرے علاقوں میں جہاں سے لوگ نقل مکانی کرتے ہیں۔ وہاں سے باہر

دھکیلنے (Push) کے عوامل زیادہ قوی ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

(الف) قدرتی حالات:- اگر کسی علاقے کی آب و ہوا شدید قسم کی ہو، پانی کی قلت ہو، مٹی بھی زرخیز نہ ہو تو ایسے حالات لوگوں کو باہر دھکیلنے (Push) کا سبب بنتے ہیں۔

(ب) معاشی حالات:- اگر کسی ملک کی معاشی حالت خراب ہوں تو وہاں سے لوگ باہر نکلنے پر مجبور ہوں گے۔ دوسری طرف وہ ممالک جہاں وسائل کی فراوانی ہو تو وہ مقناطیس کی طرح لوگوں کو کھینچنے کا باعث ہوں گے۔

(ج) معاشرتی حالات:- کئی لوگ شہروں میں تعلیمی، طبی اور تفریحی سہولتوں سے استفادہ کرنے کے لیے وہاں کا رخ کرتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض صنعتی طور پر ترقی یافتہ ممالک میں شہروں میں زیادہ شور و غوغا، گندہ ماحول، غلاظت، عدم تحفظ وغیرہ عوامل کی وجہ سے لوگ دیہات کا رخ کرتے ہیں۔

آبادی اور وسائل:- جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ انسانی آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اس کے مقابلے میں ہمارے وسائل محدود ہیں جو استعمال سے دن بدن گھٹتے ہی جا رہے ہیں۔ ساتھ ساتھ آبادی میں اضافے کے مقابلے میں پیداوار میں اضافہ اسی شرح سے نہیں ہو رہا ہے۔ ماہرین معاشیات عرصہ سے اس مسئلے پر غور و فکر کرتے آ رہے ہیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں کئی نظریات پیش کیے ہیں۔ جن میں سب سے مشہور مالتھس (Malthus) کا نظریہ ہے جو مالتھس نامی ایک انگریز ماہر اقتصادیات نے 1798ء میں پیش کیا تھا۔ اس کے مطابق (i) انسانی آبادی جیومیٹری کے تناسب سے بڑھ رہی ہے مثلاً 2، 4، 8، 16، 32 وغیرہ (ii) پیداوار میں اضافہ حسابی انداز میں ہوتا ہے مثلاً 1، 2، 3، 4، 5 (iii) اگر کوئی معاشرہ آبادی میں اضافے کو روک نہ سکے تو ایک مرحلے پر قدرتی طور پر جنگوں، بیماریوں اور قحط کی صورت میں زیادہ اموات ہوں گی اور اس طرح آبادی میں دوبارہ توازن پیدا ہو جائے گا۔ اس نظریے کو گراف کے ذریعے (شکل نمبر 2.8) پیش کرنے سے تین مرحلے سامنے آتے ہیں۔ پہلے مرحلے میں انسانی ضروریات انسانی پیدائش کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ دوسرے مرحلے میں پیداواری قوت اور لوگوں کی ضروریات تقریباً برابر ہیں اور آخری مرحلے میں آبادی اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ لوگوں کی ضروریات پوری ہونا ناممکن ہو جاتا ہے اور مختلف اسباب کے باعث آبادی میں کمی ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد تعین نہیں کیا ہو گا۔ البتہ دو صورت حال میں سے کوئی ایک ہو سکتی ہے مثلاً ایک صورت میں حالت

مالتھس کے نظریے کا گراف (شکل نمبر 2.8)
وسائل کی حد
آبادی کی تعداد آخری حد تک
پہنچنے کے بعد مختلف قدرتی اسباب
کی بنا پر گرنی شروع ہوتی ہے۔
آبادی میں اضافہ
وقت

دوبارہ دوسرے مرحلے میں آ جائے اور پھر بڑھنا شروع ہو جائے اور تیسرے مرحلے میں آ جائے یا اموات اتنی زیادہ ہوں کہ حالات واپس پہلے مرحلے میں آ جائیں اور نئے سرے سے وہی عمل شروع ہو جائے جو پہلے ہوا تھا۔ بہرصورت یہ محدود نظریہ ہے جسے ترقی یافتہ ملکوں میں رد کیا جا رہا ہے۔ لیکن ترقی پذیر ممالک میں جہاں آبادی میں اضافہ کی شرح بہت زیادہ ہے۔ آبادی اسی نظریہ کے تحت بڑھ رہی ہے۔

اس نظریے کے مقابلے میں **تکنیکی ترقی کا نظریہ** (Technocratic Theory) پیش کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق ٹیکنالوجی میں ترقی کے نتیجے میں پیداواری قوت بہت بڑھ سکتی ہے جو بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات کو پوری کرتی رہے گی۔ اس نظریے کے حامی اپنے حق میں گزشتہ چار سو سالوں کے حالات کو ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ آبادی بہت زیادہ بڑھنے کے باوجود ترقی یافتہ ممالک میں معیار زندگی بہت بلند ہو گیا ہے۔ اس طرح وقت کے ساتھ ساتھ ٹیکنالوجی کو مزید فروغ حاصل ہو گا اور آبادی میں مزید اضافہ کے باوجود لوگ بہتر زندگی گزار سکیں گے۔

مالتھس نظریے کے حامی اب یہ ماننے لگے ہیں کہ صنعتی انقلاب کی وجہ سے آبادی میں اضافے سے جو تباہی آنی تھی وہ رک تو گئی ہے لیکن ٹیکنالوجی سے یہ عمل بہت عرصہ تک ملتوی نہیں ہو سکتا بلکہ ان کے مطابق ہندوستان، بنگلہ دیش اور افریقہ کے بعض ممالک میں بہت جلد انسانی زندگی بری طرح متاثر ہو کر رہے گی۔

کئی ماہرین انسان اور زمین کے رشتہ (Man-Land-Ratio) کو بنیاد بنا کر اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ زمین آبادی کے بوجھ اٹھانے کی صلاحیت (Carrying-Capacity) کتنی ہے۔ اس وقت دنیا کی آبادی میں تقریباً 2 فیصد سالانہ اضافہ ہو رہا ہے۔ اس طرح آئندہ 35 - 40 سال میں دنیا کی آبادی دوگنی ہو سکتی ہے یعنی 10 ارب کے لگ بھگ۔ یہ بھی خیال ہے کہ 2100ء تک دنیا کی آبادی 50 ارب ہو گی اور ایک ہزار سال بعد ایک مربع کلومیٹر میں سترہ سو (1700) نفوس ہو سکتے ہیں لیکن موجودہ تخمینوں کے مطابق زمین کی بوجھ اٹھانے کی صلاحیت حسب ذیل بتائی جاتی ہے۔

(i)	پنک (Penck) کے مطابق	16 ارب آبادی
(ii)	ہالسٹائن (Hollestein) کے مطابق	3.5 ارب آبادی
(iii)	راکو (Rocho) کے مطابق	16 ارب آبادی

دوبارہ دوسرے مرحلے میں آ جائے اور پھر بڑھنا شروع ہو جائے اور تیسرے مرحلے میں آ جائے یا اموات اتنی زیادہ ہوں کہ حالات واپس پہلے مرحلے میں آ جائیں اور نئے سرے سے وہی عمل شروع ہو جائے جو پہلے ہوا تھا۔ بہرصورت یہ محدود نظریہ ہے جسے ترقی یافتہ ملکوں میں رد کیا جا رہا ہے۔ لیکن ترقی پذیر ممالک میں جہاں آبادی میں اضافہ کی شرح بہت زیادہ ہے۔ آبادی اسی نظریہ کے تحت بڑھ رہی ہے۔

اس نظریے کے مقابلے میں تکنیکی ترقی کا نظریہ (Technocratic Theory) پیش کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق ٹیکنالوجی میں ترقی کے نتیجے میں پیداواری قوت بہت بڑھ سکتی ہے جو بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات کو پوری کرتی رہے گی۔ اس نظریے کے حامی اپنے حق میں گزشتہ چار سو سالوں کے حالات کو ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ آبادی بہت زیادہ بڑھنے کے باوجود ترقی یافتہ ممالک میں معیار زندگی بہت بلند ہو گیا ہے۔ اس طرح وقت کے ساتھ ساتھ ٹیکنالوجی کو مزید فروغ حاصل ہو گا اور آبادی میں مزید اضافہ کے باوجود لوگ بہتر زندگی گزار سکیں گے۔

مالتھس نظریے کے حامی اب یہ ماننے لگے ہیں کہ صنعتی انقلاب کی وجہ سے آبادی میں اضافے سے جو تباہی آنی تھی وہ رک تو گئی ہے لیکن ٹیکنالوجی سے یہ عمل بہت عرصہ تک ملتوی نہیں ہو سکتا بلکہ ان کے مطابق ہندوستان، بنگلہ دیش اور افریقہ کے بعض ممالک میں بہت جلد انسانی زندگی بری طرح متاثر ہو کر رہے گی۔

کئی ماہرین انسان اور زمین کے رشتہ (Man-Land-Ratio) کو بنیاد بنا کر اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ زمین آبادی کے بوجھ اٹھانے کی صلاحیت (Carrying-Capacity) کتنی ہے۔ اس وقت دنیا کی آبادی میں تقریباً 2 فیصد سالانہ اضافہ ہو رہا ہے۔ اس طرح آئندہ 35 - 40 سال میں دنیا کی آبادی دوگنی ہو سکتی ہے یعنی 10 ارب کے لگ بھگ۔ یہ بھی خیال ہے کہ 2100ء تک دنیا کی آبادی 50 ارب ہو گی اور ایک ہزار سال بعد ایک مربع کلومیٹر میں سترہ سو (1700) نفوس ہو سکتے ہیں لیکن موجودہ تخمینوں کے مطابق زمین کی بوجھ اٹھانے کی صلاحیت حسب ذیل بتائی جاتی ہے۔

(i)	پنک (Penck) کے مطابق	16 ارب آبادی
(ii)	ہالسٹائن (Hollestein) کے مطابق	3.5 ارب آبادی
(iii)	راکو (Rocho) کے مطابق	16 ارب آبادی

(iv) فاسٹ (Faweett) کے مطابق 6 ارب 20 کروڑ آبادی
فرانسیسی معیار زندگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے

(v) ہندوستانی معیار زندگی کے مطابق 10 ارب آبادی

ہر چند یہ سب کچھ تخمینے ہی ہیں لیکن یہ امر واضح ہے کہ آنے والے دور میں آبادی کا وسائل پر بوجھ دن بدن بڑھتا جائے گا۔ ان حالات کے پیش نظر اس بات کا امکان ہے کہ ایک دن ایسا بھی آ سکتا ہے جب انسان خدانخواستہ اپنے بوجھ تلے خود ہی تباہ ہو جائے گا۔ لیکن یہ کب ہو گا، حتمی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے۔

سوالات

1- دنیا میں آبادی کی تقسیم پر ایک نوٹ لکھیے یہ واضح کیجیے کہ اس تقسیم کے عوامل کیا ہیں؟

2- گنجانیت آبادی سے کیا مراد ہے؟ دنیا میں سب سے زیادہ گنجان علاقے کہاں ہیں؟

3- آبادی کی ساخت سے کیا مراد ہے اس کے مطالعے کی ضرورت پر بحث کیجیے؟

4- آبادی کی ساخت بہ لحاظ عمر پر نوٹ لکھیے۔

5- مذہب کی بنیاد پر آبادی کی ساخت پر نوٹ لکھیے۔

6- معاشی طبقے کیا ہوتے ہیں؟ مختصر نوٹ لکھیے؟

7- آبادی میں تبدیلی سے کیا مراد ہے؟ وہ کون سے عوامل ہیں جو آبادی میں تبدیلی کا باعث بنتے ہیں؟

8- آبادی اور وسائل کے تعلق پر بحث کیجیے۔

باب سوم

وسائل اور معیشت (Resources & Economy)

(الف) قدرتی وسائل

قدرتی وسائل وہ اشیاء ہیں جو قدرت نے ہمیں زمین کے نیچے سے یا زمین کی سطح پر یا زمین کے اوپر عطا کی ہیں جن کو ہم اپنی ضرورت کے لیے استعمال کرتے ہیں یا جن سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ انسان کے کام آنے والے قدرتی و سائل کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں مثلاً .

(1) نامیاتی وسائل (Organic Resources) :- یہ وہ وسائل ہیں جو نباتات اور حیوانات سے متعلق ہیں یا ان سے حاصل کیے جاتے ہیں مثلاً لکڑی، گھاس، مال مویشی، مچھلی وغیرہ

(2) غیر نامیاتی وسائل (Inorganic Resources) :- ان میں وہ گیس دار، رقیق اور ٹھوس چیزیں شامل ہیں جنھیں انسان براہ راست استعمال کرتا ہے یا جن کی مدد سے وہ اپنی ضروریات کی دوسری چیزیں تیار کرتا ہے مثلاً پانی، مٹی کا تیل، معدنیات، عمارتی پتھر، نمکیات وغیرہ

ان قدرتی وسائل میں سے بعض ایسے ہیں جنھیں انسان جتنا جی چاہے استعمال کرے وہ ختم نہیں ہوں گے۔ ایسے وسائل کو غیر مختتم وسائل (Inexhaustible Resources) کہتے ہیں مثلاً ہوا، ریت وغیرہ۔ کچھ وسائل ایسے ہیں جن کی مقدار اگرچہ کم ہوتی ہے لیکن اگر ان کو استعمال کر لیا جائے تو وہ ختم نہیں ہوتے بلکہ نئے سرے سے پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً لکڑی، گھاس، پانی وغیرہ۔ ان کو قابل تجدید وسائل (Renewable Resources) کہتے ہیں۔ ان دونوں کے برعکس کچھ وسائل ایسے ہیں جو زمین کے اندر کسی قدرتی عمل کے سبب پیدا ہوں۔ ان کو اگر ایک مرتبہ استعمال کر لیا جائے تو وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتے ہیں مثلاً کوئلہ، لوہا، پٹرولیم، نمک وغیرہ۔ ان کو ناقابل تجدید وسائل

باب سوم

وسائل اور معیشت (Resources & Economy)

(الف) قدرتی وسائل

قدرتی وسائل وہ اشیاء ہیں جو قدرت نے ہمیں زمین کے نیچے سے یا زمین کی سطح پر یا زمین کے اوپر عطا کی ہیں جن کو ہم اپنی ضرورت کے لیے استعمال کرتے ہیں یا جن سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ انسان کے کام آنے والے قدرتی وسائل کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں مثلاً .

(1) نامیاتی وسائل (Organic Resources) :- یہ وہ وسائل ہیں جو نباتات اور حیوانات سے متعلق ہیں یا ان سے حاصل کیے جاتے ہیں مثلاً لکڑی، گھاس، مال مویشی، مچھلی وغیرہ

(2) غیر نامیاتی وسائل (Inorganic Resources) :- ان میں وہ گیس دار، رقیق اور ٹھوس چیزیں شامل ہیں جنھیں انسان براہ راست استعمال کرتا ہے یا جن کی مدد سے وہ اپنی ضروریات کی دوسری چیزیں تیار کرتا ہے مثلاً پانی، مٹی کا تیل، معدنیات، عمارتی پتھر، نمکیات وغیرہ

ان قدرتی وسائل میں سے بعض ایسے ہیں جنھیں انسان جتنا جی چاہے استعمال کرے وہ ختم نہیں ہوں گے۔ ایسے وسائل کو غیر مختتم وسائل (Inexhaustible Resources) کہتے ہیں مثلاً ہوا، ریت وغیرہ۔ کچھ وسائل ایسے ہیں جن کی مقدار اگرچہ کم ہوتی ہے لیکن اگر ان کو استعمال کر لیا جائے تو وہ ختم نہیں ہوتے بلکہ نئے سرے سے پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً لکڑی، گھاس، پانی وغیرہ۔ ان کو قابل تجدید وسائل (Renewable Resources) کہتے ہیں۔ ان دونوں کے برعکس کچھ وسائل ایسے ہیں جو زمین کے اندر کسی قدرتی عمل کے سبب پیدا ہوں۔ ان کو اگر ایک مرتبہ استعمال کر لیا جائے تو وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتے ہیں مثلاً کوئلہ، لوہا، پٹرولیم، نمک وغیرہ۔ ان کو ناقابل تجدید وسائل

(Unrenewable Resources) کہتے ہیں۔

اس زمانے میں انسان جن قدرتی وسائل سے استفادہ کر رہا ہے وہ پانچ اقسام پر مشتمل ہیں یعنی زرعی وسائل، معدنی وسائل، قوت کے وسائل، جنگلات کے وسائل اور ماہی گیری کے وسائل۔

1- **زرعی وسائل :-** آج کی دنیا میں پیداوار کے مختلف طریقوں میں زراعت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ زرعی پیداوار کی ابتدا اس وقت ہوئی جب انسان نے جنگل کے بعض درختوں کی دیکھ بھال شروع کی اور بیکار پودوں کو کاٹ کر اس سے الگ کر دیا۔ آہستہ آہستہ اس نے کارآمد پودوں کے بیج لگا کر فصلیں اگانا سیکھ لیا۔ کہا جاتا ہے کہ اب تک قدرتی پودوں کی کوئی ڈیڑھ لاکھ قسموں میں سے انسان نے صرف تین سو اقسام کے پودے زراعت کے لیے استعمال کیے ہیں جن سے کئی طرح کی فصلیں حاصل ہوتی ہیں جن میں غلے، سبزیاں، پھل، چائے، ریشے، ربڑ، تمباکو وغیرہ شامل ہیں۔

زراعت دنیا کے ایک بڑے حصے میں کی جاتی ہے۔ اور تقریباً دنیا کے دو تہائی باشندے زراعت پر گزارہ کرتے ہیں۔ دنیا کے زیادہ تر حصوں میں زراعت سادہ طریقوں سے صرف مقامی ضروریات پوری کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔ ایسے علاقوں میں لکڑی کا ہل استعمال کرتے ہیں اور ہاتھ سے فصل کی کٹائی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس دنیا کے بعض حصوں میں لوگ مشینوں کے ذریعے کھیتی باڑی کرتے ہیں اور اپنی ضروریات سے زیادہ مقدار میں اجناس پیدا کر کے تجارتی بنیادوں پر برآمد کرتے ہیں۔ زرعی فصلوں کو ہم دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔

1- غلے اور کھانے کے کام آنے والی فصلیں (Food Crops) :- یہ وہ فصلیں ہیں جو ہم اپنی خوراک کے لیے اگاتے ہیں مثلاً گندم، چاول، مکئی وغیرہ ان میں سبزیاں اور پھل وغیرہ بھی شامل ہیں۔

2- نقد آور فصلیں (Cash Crops) :- یہ وہ فصلیں ہیں جو ہم صنعتوں اور کارخانوں میں استعمال کرنے کے لیے یا تجارتی نفع حاصل کرنے کے لیے لگاتے ہیں مثلاً گنا، پٹ سن، کپاس وغیرہ

گندم :- گندم خوراک کی فصلوں میں اول نمبر پر ہے۔ یہ دنیا کی ایک بڑی آبادی کی غذا

دنیا — گندم کی پیداوار
ایشیا
یورپ
افریقہ
آسٹریلیا
شمالی امریکہ
جنوبی امریکہ

(نقشہ نمبر 3.1)
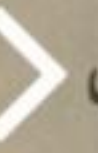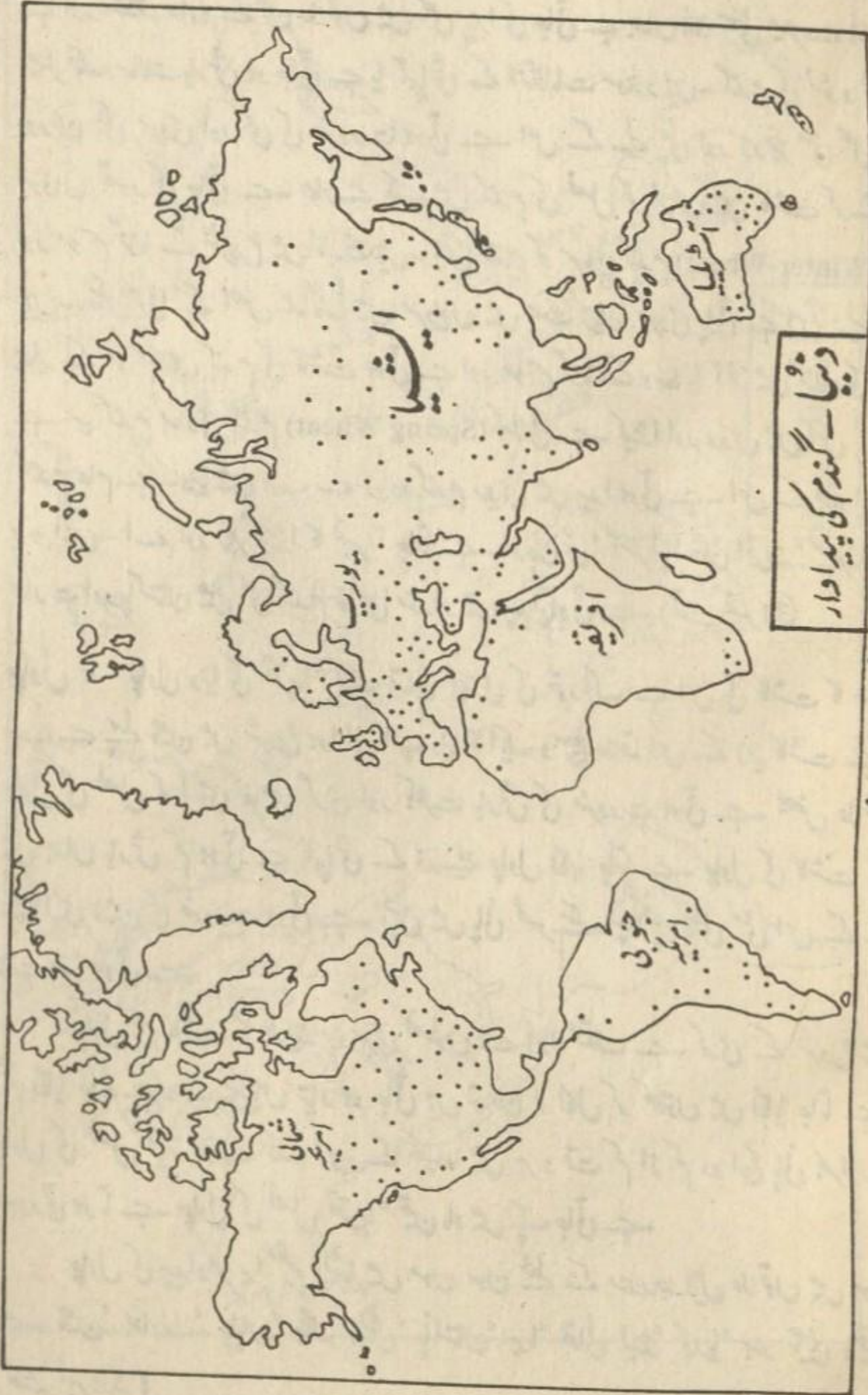
ہے اور دنیا کے بہت بڑے حصے میں کاشت ہوتی ہے۔ گندم منطقہ معتدلہ کی خاص پیداوار ہے اور منطقہ حارہ کے ان علاقوں میں بھی پیدا کی جاتی ہے جہاں 38 سینٹی میٹر سے 51 سینٹی میٹر تک سالانہ بارش ہو جاتی ہے یا آبپاشی کے انتظامات موجود ہیں۔ گندم کی نشو و نما کے دوران ہلکی سردی اور نمی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے پتلی اور زرخیز مٹی بھی زیادہ موزوں تصور کی جاتی ہے۔ ہمارے ملک میں گندم کی فصل کو خزاں میں کاشت کرتے ہیں اور موسم گرما کے شروع میں کاٹتے ہیں۔ اس گندم کو سرمائی گندم (Winter-Wheat) کہتے ہیں۔ لیکن دنیا کے بعض ممالک میں سردیوں میں بہت زیادہ سردی پڑتی ہے اس لیے وہاں بہار کے موسم میں گندم کی کاشت ہوتی ہے اور موسم گرما کے وسط یا آخر میں کٹائی کی جاتی ہے۔ یہ گندم بہاری گندم (Spring Wheat) کہلاتی ہے۔ کینڈا اور روس میں اس قسم کی گندم عام ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ گندم روس میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بعد یورپ یو۔ ایس۔ اے اور پھر کینڈا کا نمبر آ جاتا ہے۔ ارجنٹائن، آسٹریلیا، شمالی افریقہ، مصر، چین، بھارت اور پاکستان میں بھی گندم خاصی مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔ (نقشہ نمبر 3.1)

چاول :- چاول دنیا کی تقریباً ایک تہائی آبادی کی خوراک ہے اس کی کاشت کا سلسلہ سب سے پہلے چین میں شروع ہوا اور اب دنیا کا ایک وسیع علاقہ اس کے زیر کاشت ہے۔ چاول کی فصل کو اچھی خاصی گرمی اور بکثرت بارش کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض علاقوں میں جہاں بارش کم ہوتی ہے آبپاشی کے ذریعے چاول لگایا جاتا ہے۔ چاول کی کاشت کے لیے ایسی زمین کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس میں پانی ٹھہر سکے۔ چنانچہ چکنی مٹی اس کے لیے بہت مفید ہوتی ہے۔

چاول کی کاشت کا طریقہ دوسری فصلوں سے ذرا مختلف ہے۔ گرمی کے شروع میں تخم لگایا جاتا ہے جب پنیریاں تیار ہو جاتی ہیں تو ان کو نکال کر کھیتوں میں لگایا جاتا ہے۔ چاول کی فصل تیار ہونے تک اس کے کھیت میں ہر وقت کم از کم دو انچ پانی بھرا رہنا ضروری ہوتا ہے۔ چاول کی فصل تقریباً تین ماہ میں پک جاتی ہے۔

چاول کی پیداوار براعظم ایشیا میں مون سون خطے کے مندرجہ ذیل علاقوں میں ہوتی ہے۔ چین، بھارت، جاپان، بنگلہ دیش، پاکستان، برما، تھائی لینڈ، کوریا، ہند چینی وغیرہ (نقشہ نمبر 3.2)

شمالی امریکہ میں یو۔ ایس۔ اے، یورپ اور سپین میں بھی اس کی کاشت کی جاتی
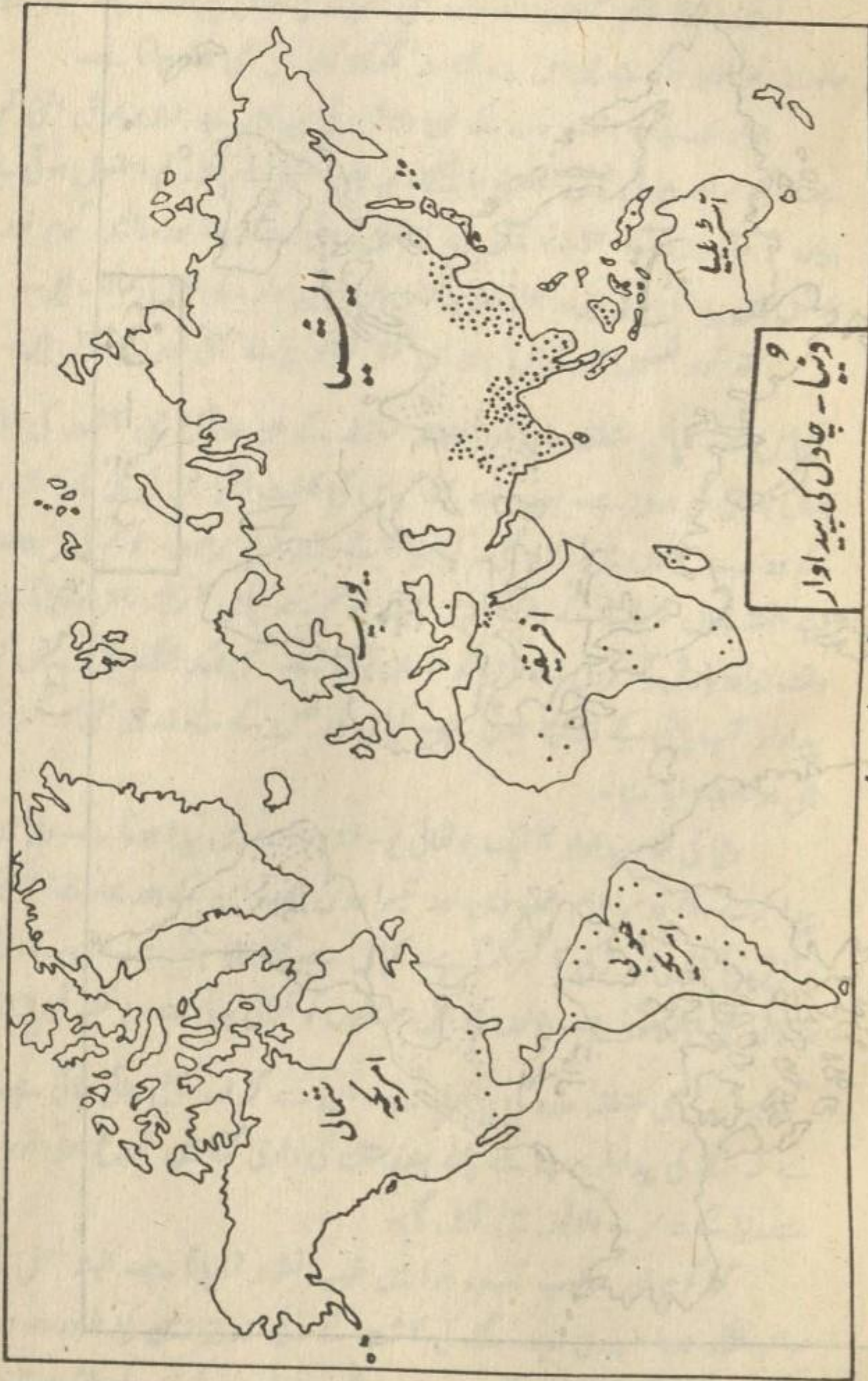
دنیا - چاول کی پیداوار
ایشیا
یورپ
افریقہ
آسٹریلیا
شمالی امریکہ
جنوبی امریکہ

(نقشہ نمبر 32)

دُنیا — کپاس
شمالی امریکہ
جنوبی امریکہ
یورپ
افریقہ
ایشیا
آسٹریلیا

(نقشہ نمبر 33)

ہے۔
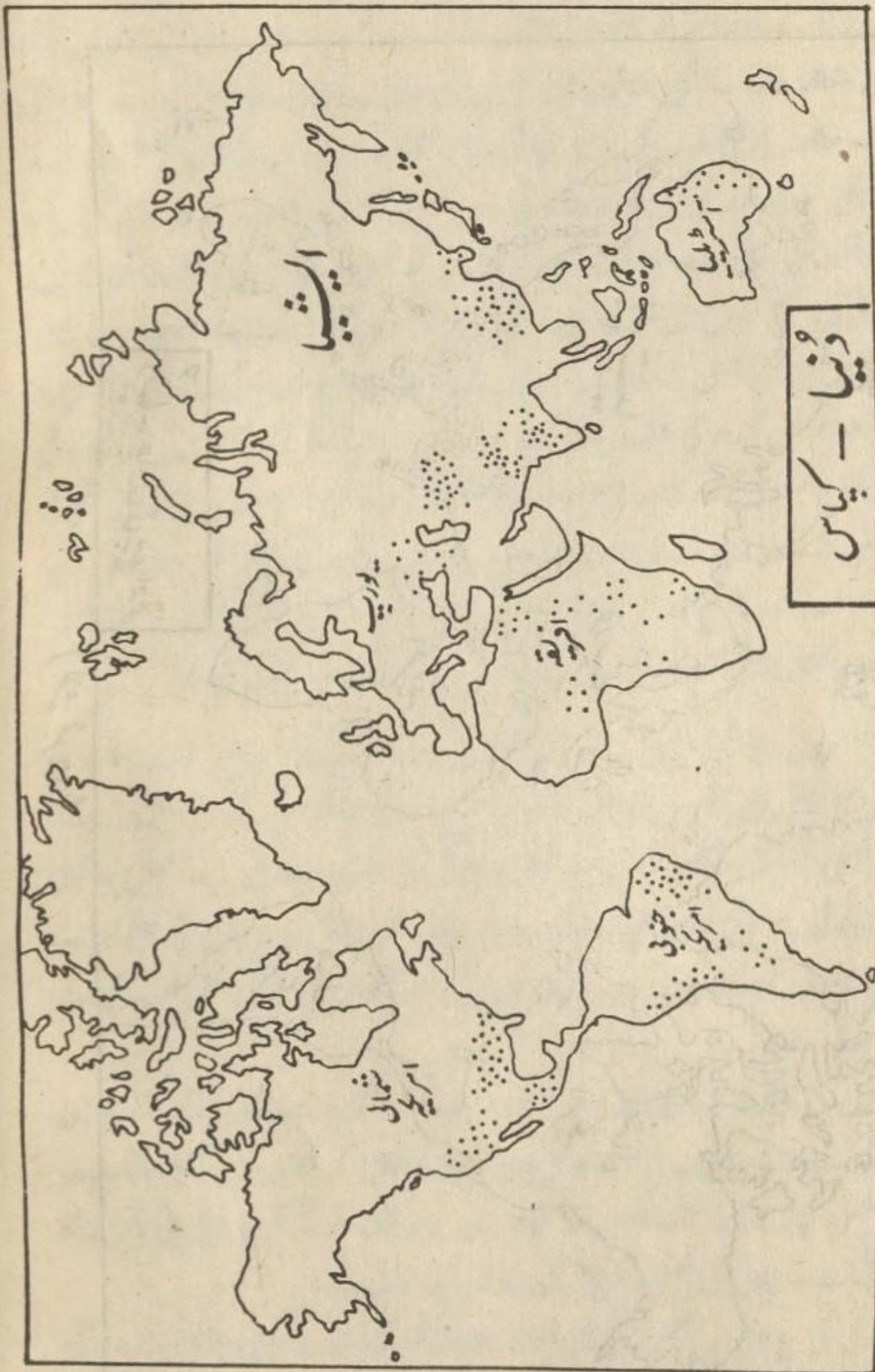
مندرجہ بالا اہم فصلوں کے علاوہ مکئی امریکہ کی خاص پیداوار ہے۔ اسے زیادہ تر جانوروں کو کھلایا جاتا ہے نیز اس سے نشاستہ، گلوکوز اور تیل بھی نکالا جاتا ہے۔

جوار اور باجرہ منطقہ حارہ کے ان علاقوں کی پیداوار ہے جہاں بارش اتنی کم ہوتی ہے کہ گندم اور چاول نہیں اگائے جاسکتے۔ یہ بطور انسانی خوراک کم استعمال ہوتی ہے اور زیادہ تر جانوروں کے کھلانے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ چنا اور دالیں گرم اور خشک علاقوں میں پیدا کی جاتی ہیں۔ بھارت، پاکستان ان کی پیداوار کے خاص ممالک ہیں۔

نقد آور فصلوں میں کپاس، پٹ سن، گنا، تمباکو، چائے، کافی اور ربڑ شامل ہیں۔

کپاس :- کپاس منطقہ حارہ اور منطقہ معتدلہ کے ان علاقوں میں کاشت کی جاتی ہے جہاں بارش کم ہوتی ہے۔ سب سے پہلے کپاس کی کاشت ایشیا میں کی گئی پھر یہاں سے دنیا کے دوسرے حصوں میں پھیل گئی۔ کپاس لگاتے وقت گرم مرطوب موسم کی ضرورت ہوتی ہے البتہ پھول آ جانے کے وقت طویل خشک موسم سے کپاس کا ریشہ بہتر ہو جاتا ہے۔ اس وقت زیادہ بارش یا سردی سے اس کو نقصان پہنچتا ہے۔ کسی قدر خشک علاقوں میں کپاس کی پیداوار آب پاشی کے ذریعے ہوتی ہے۔ کپاس کی فصل کے لیے زرخیز مٹی جو کہ چکنی اور ہلکی ہو بہت مفید ہے۔

دنیا کی تمام پیداوار کا ایک چوتھائی یو۔ ایس۔ اے میں پیدا ہوتا ہے۔ دنیا میں کپاس پیدا کرنے والا دوسرا اہم ملک چین اور تیسرا روس ہے۔ اس کے بعد بھارت، میکسیکو، مصر، برازیل، پاکستان اور ترکی کا نمبر آتا ہے۔ کپاس سے کپڑا بنایا جاتا ہے۔ اس کے بنولوں سے بناسپتی گھی تیار ہوتا ہے۔ بنولوں کی کھل مویشیوں کو کھلائی جاتی ہے۔ (نقشہ نمبر 3.3)

گنا :- یہ بھی منطقہ حارہ کی پیداوار ہے۔ اس سے گڑ اور چینی بنائی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ گنے کی پیداوار سب سے پہلے ہندوستان کی وادی گنگا میں شروع ہوئی اور پھر یہاں سے دنیا کے دوسرے علاقوں میں پھیل گئی۔

گنا گرم اور مرطوب آب و ہوا میں خوب نشو و نما پاتا ہے۔ البتہ فصل پکتے وقت موسم خشک ہونا ضروری ہے۔ گنے کی کاشت کے لیے زرخیز زمین کی ضرورت ہوتی ہے۔ چاول کی طرح گنے کی کاشت بھی بڑی محنت طلب ہوتی ہے مگر اس کی کاشت میں یہ آسانی

دُنیا — کپاس کی پیداوار
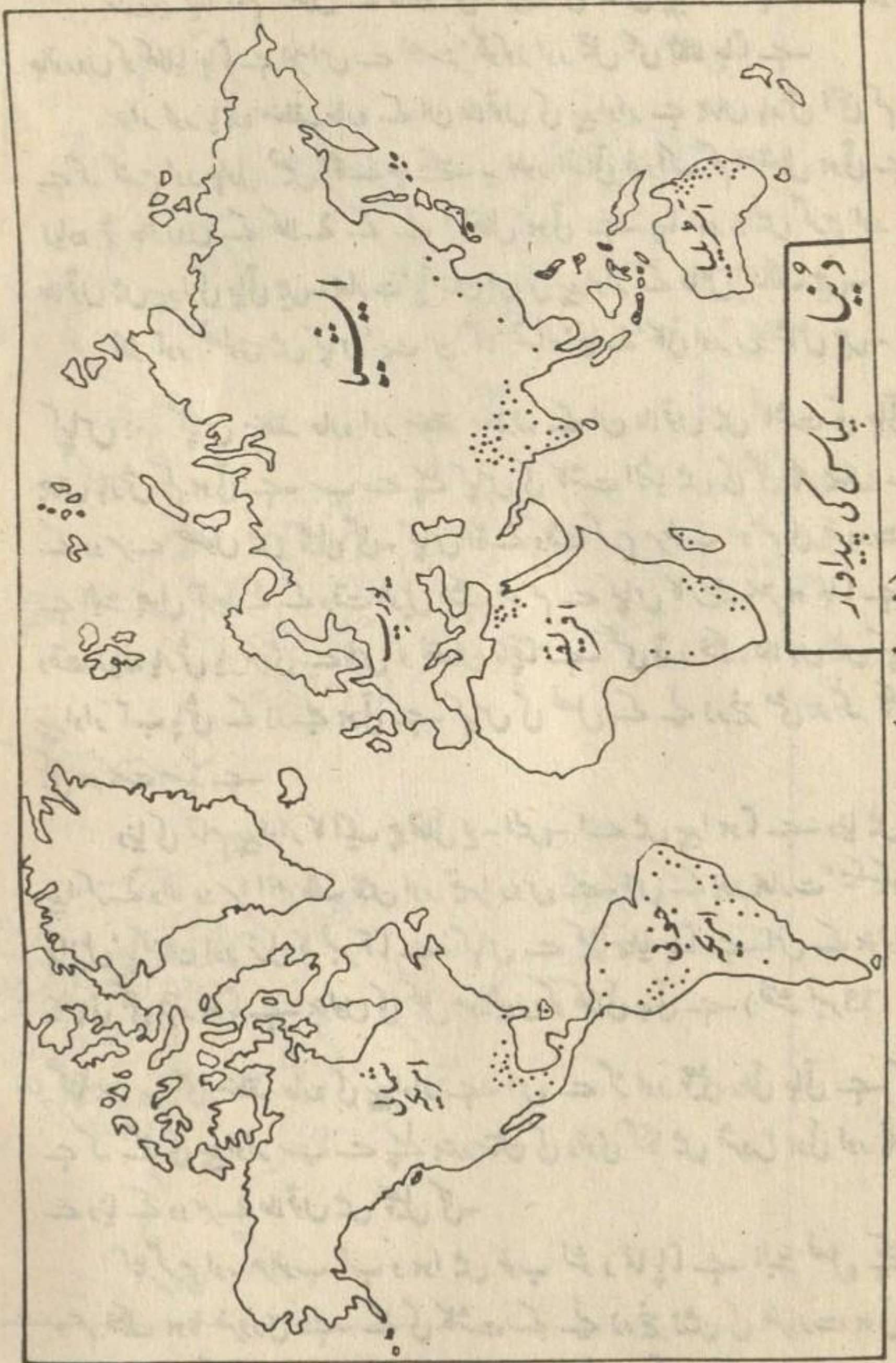
(نقشہ نمبر 3.4)

ہوتی ہے کہ اس میں بیج لگانے کی بجائے گنے کی جڑ کے قریب نچلے حصے کاٹ کر کھیتوں میں لگا دیے جاتے ہیں جو بعد میں بڑے ہو کر گنے بنتے ہیں۔

گنے کی کاشت کے لحاظ سے بھارت اول نمبر پر ہے۔ لیکن پیداوار کے لحاظ سے کیوبا کا درجہ سب سے بلند ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں حرارت، بارش اور زمین تینوں چیزیں اس کے لیے نہایت موزوں ہیں۔ کیوبا کے بعد برازیل اور بھارت کا نمبر ہے۔ ان کے علاوہ میکسیکو، انڈونیشیا، پاکستان، تھائی لینڈ، فلپائن، جزائر غرب الہند اور یو۔ ایس۔ اے بھی گنے کی پیداوار کے لیے مشہور ہیں۔ (نقشہ نمبر 3.4)

پٹ سن:- یہ گرم اور مرطوب علاقوں کی پیداوار ہے اس کے لیے نہایت زرخیز اور نرم مٹی کی ضرورت ہوتی ہے۔ پٹ سن کی پیداوار کے لیے بنگلہ دیش خاص طور پر مشہور ہے۔ جہاں دنیا میں سب سے زیادہ پٹ سن پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بعد بھارت میں بھی اس کی خاصی پیداوار ہوتی ہے۔ پاکستان کے بعض حصوں میں اس کی کاشت کے سلسلے میں تجربے کیے جا رہے ہیں۔ پٹ سن سے قالین، ترپال، ٹاٹ، بوریاں اور رسے بنائے جاتے ہیں۔

تمباکو:- تمباکو منطقہ معتدلہ اور منطقہ حارہ دونوں میں کاشت کیا جاتا ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ تمباکو یو۔ ایس۔ اے، چین اور بھارت میں کاشت کیا جاتا ہے۔ جاپان، برازیل، کینڈا، ترکی، زمبابوے، میکسیکو، پاکستان اور انڈونیشیا میں بھی یہ خاصی مقدار میں پیدا ہوتا ہے۔ تمباکو سے سگریٹ، بیڑی اور سگار تیار کیے جاتے ہیں۔

چائے اور کافی:- یہ منطقہ حارہ کے پہاڑی علاقوں کی پیداوار ہیں۔ چین، بھارت، بنگلہ دیش، سری لنکا اور کینیا چائے کی زیادہ پیداوار کے لیے مشہور ہیں۔ کافی زیادہ تر برازیل میں پیدا ہوتی ہے۔

ربڑ:- یہ استوائی علاقوں کی پیداوار ہے۔ موجودہ دور میں ربڑ ایک نہایت کار آمد چیز ہے۔ اس کا استعمال بہت سی مصنوعات میں ہوتا ہے۔ اس کی سب سے زیادہ کھپت ٹیوب، ٹائر اور گھریلو ضروریات کی اشیاء میں ہوتی ہے۔ ربڑ قدرتی اور مصنوعی طور پر حاصل ہوتا ہے۔ قدرتی ربڑ، درختوں سے حاصل کیا جاتا ہے اور مصنوعی ربڑ کارخانوں میں تیار کیا جاتا ہے۔ شروع میں اس کا پودا زیادہ تر جنوبی امریکہ میں دریائے ایمزن کے طاس میں پایا جاتا تھا لیکن

بعد میں اس کے بڑے بڑے باغات سری لنکا' سنگاپور' ملایا' انڈونیشیا' مغربی افریقہ اور زائر میں لگائے گئے۔ اس وقت دنیا میں 40 فیصد سے کچھ زیادہ ربڑ قدرتی ذرائع سے حاصل کیا جاتا ہے جو ان کے باغات سے حاصل ہوتا ہے۔

2- معدنی وسائل :- معدنی وسائل دو طرح کے ہوتے ہیں۔ دھاتی معدنیات (Metallic Minerals) اور غیر دھاتی معدنیات (Non-Metallic Minerals) دھاتی معدنیات میں لوہا اور کئی اقسام کی دھاتیں شامل ہیں۔ دھات کو ان کے استعمال کے مطابق چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں یعنی بنیادی دھات (Base Metal)' آمیزہ یا بھرت (Alloy-Metal)' نقد آور دھات (Monetary Metal) اور چھوٹے دھات (Minor-Metal)- ذیل میں دی گئی فہرست میں بائیس مختلف دھاتوں کا استعمال اور ان کے ملنے کی جگہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔

دھاتوں کا استعمال اور پیدا کرنے والے ممالک (نقشہ نمبر3.5)

نام دھات	استعمال	ممالک جہاں پیدا ہوتے ہیں
بنیادی دھات (Base Metal)		
ایلومینیم (Aluminum)	آمیزہ' ہوائی جہازوں میں	آسٹریلیا' گنی' جیکا
تانبا (Copper)	بجلی کی صنعت	یو ایس اے' چلی' روس' زیمبیا
سیسہ (Lead)	بیٹری' گیسولین	جاپان' روس' کینیڈا
زنک (Zinc)	سانچے ڈھالنے کے لیے	جاپان' کینیڈا' یو ایس اے
ٹن (Tin)	کیمیائی مرکبات اور دھاتوں پر ملمع کرنے کے لیے	ملائشیا' روس' بولیویا
لوہا (Iron)	فولاد	روس' برازیل' آسٹریلیا' یو ایس اے

آمیزہ (Alloy Metal)

کرومیم (Chromium)	فولاد، سٹین لیس سٹیل بنانے کے لیے	روس، جنوبی افریقہ، البانیہ
مینگنیز (Manganese)	فولاد	روس، جنوبی افریقہ، برازیل
مالب ڈینم (Molybdenum)	فولاد کو مضبوط بنانے کے لیے	یو ایس اے، کینڈا، روس
ٹنگسٹن (Tungsten)	فولاد کو مضبوط بنانے کے لیے	چین، روس، کینڈا
وینا ڈیم (Vanadium)	فولاد کو مضبوط بنانے کے لیے	جنوبی افریقہ، یو ایس اے، روس
نکل (Nickel)	سٹین لیس سٹیل، اور دھاتوں پر ملمع چڑھانے کے لئے۔	کینڈا، روس، کیوبا

نقد آور (Monetary Metal)

سونا (Gold)	زیورات، نقدی	جنوبی افریقہ، روس، کینڈا
چاندی (Silver)	فوٹوگراف، فلم	کینڈا، پیرو، روس
پلاٹینم (Platinum)	موٹر گاڑیوں میں	روس، جنوبی افریقہ، کینڈا

چھوٹی دھات (Minor Metal)

اینٹی منی (Antimony)	کیمیائی مرکبات	میکسیکو، یو ایس اے، کینڈا
بسمتھ (Bismuth)	آمیزہ، ادویات	مغربی جرمنی، یو ایس اے، بولیویا
کوبالٹ (Cobalt)	رنگنے، آمیزہ	سویڈن، پولینڈ، ناروے
میگنیشم (Magnesium)	آمیزہ، فوٹوگرافی	یو ایس اے، روس، مغربی جرمنی
پارہ (Mercury)	تھرمامیٹر میں	روس، چین، چین
ٹیٹینم (Titanium)	ہوائی جہاز، رنگ	ناروے، سوئٹزرلینڈ، یو ایس اے

لوہا سب سے اہم دھات ہے۔ اس کو پگھلا کر اور اس میں بعض دوسری دھاتیں ملا کر فولاد بنایا جاتا ہے۔ آج کل کے مشینی دور میں فولاد ناگزیر ہے اور بنیادی ضرورت بن گئی ہے اور کسی بھی ملک اور قوم کی ترقی کا معیار اس بات سے معلوم کیا جاتا ہے کہ وہاں پر لوہے اور کوئلے کی پیداوار کتنی ہے۔ لوہا دنیا میں بہت سی جگھوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کی بڑی کانیں یو ایس اے، روس، فرانس، برازیل، سویڈن، الجیریا، چین، بھارت اور آسٹریلیا میں پائی جاتی ہیں۔ (دیکھئے نقشہ نمبر3.6)

دُنیا — معدنیات
لوہا
مینگنیز
تانبہ
سیسہ
قلعی
جست
بوکسائیٹ
سونا
چاندی
ہیرے
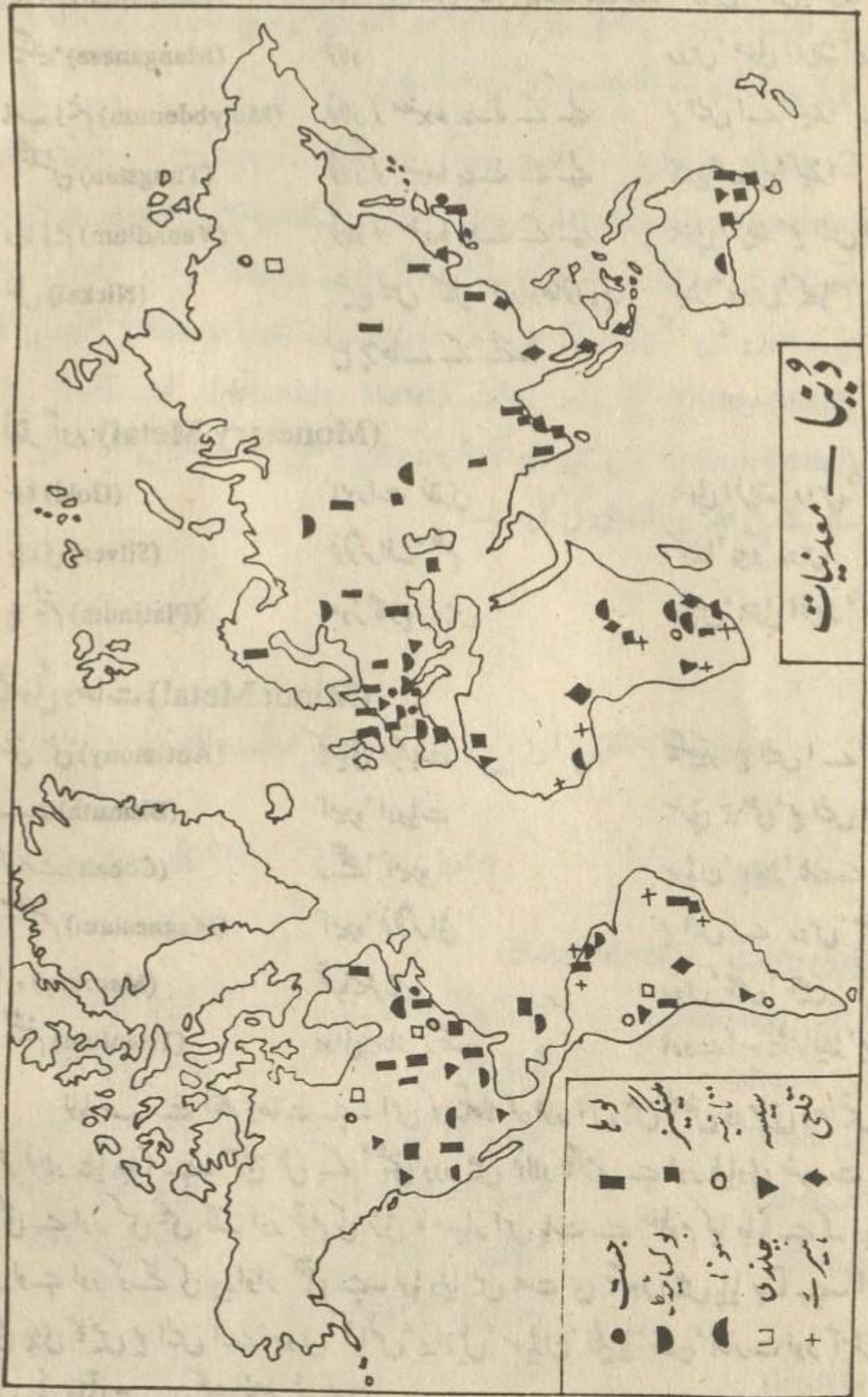
(نقشہ نمبر 3.5)

دنیا میں لوہے اور فولاد کی پیداوار (نقشہ نمبر3.6)
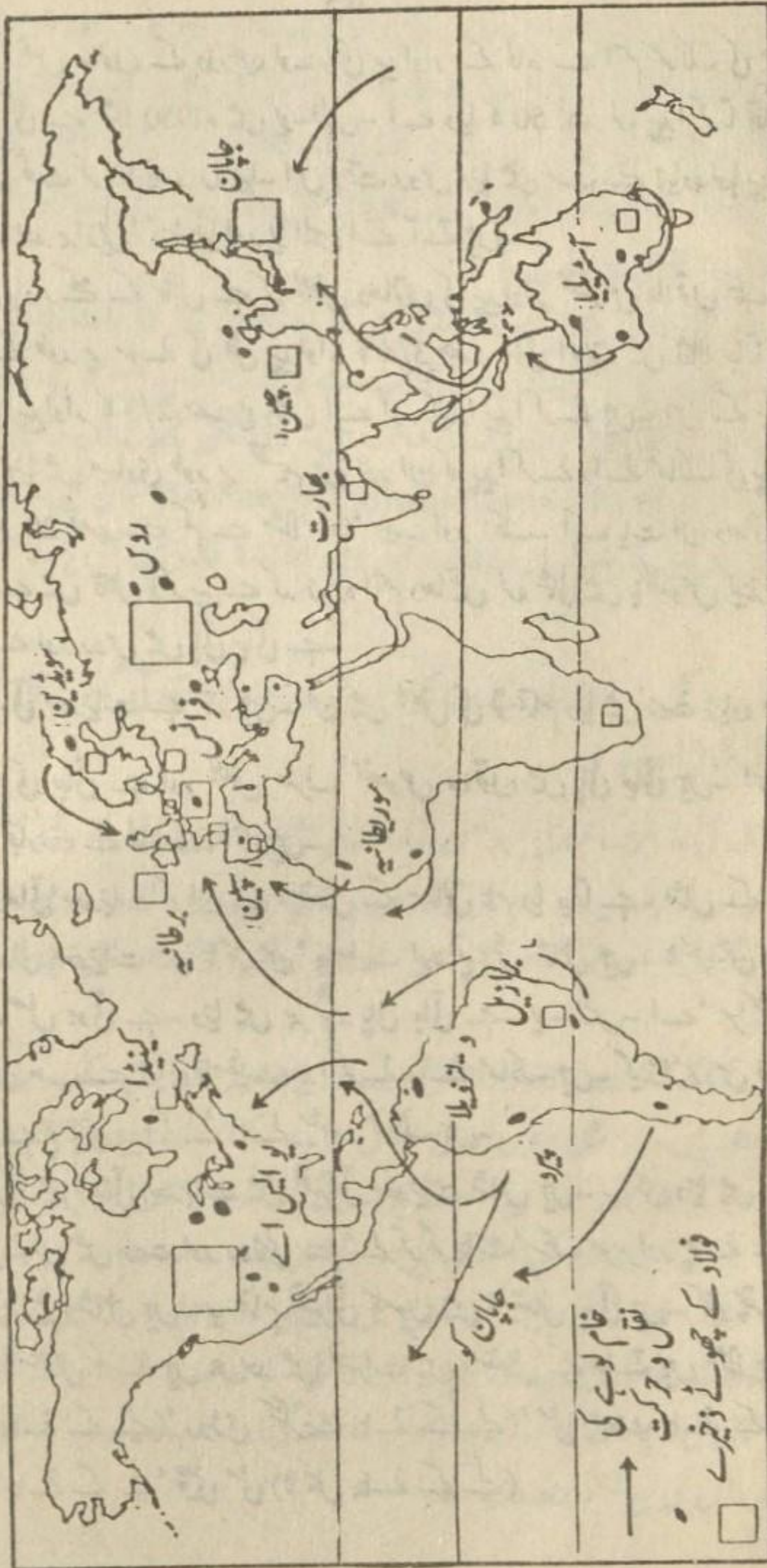
گزشتہ تیس سالوں کے دوران لوہے کی پیداوار کے لحاظ سے اہم ممالک کی حیثیت میں تبدیلی آگئی ہے مثلاً 1950ء میں یو-ایس- اے دنیا کا 50 فیصد لوہا پیدا کرتا تھا لیکن 1980ء میں یہ گھٹ کر 10 فیصد رہ گیا۔ اس وقت روس دنیا میں سب سے زیادہ لوہا پیدا کرتا ہے۔ اس کے بعد برازیل' آسٹریلیا اور یو ایس اے آتے ہیں۔

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بعض دھاتوں کی پیداوار مخصوص علاقوں تک محدود ہے۔ مثال کے طور پر سونے کی کل پیداوار کا 3/4 حصہ جنوبی افریقہ میں نکالا جاتا ہے۔ یورینیم کی کل پیداوار کا 2/3 حصہ یو ایس اے اور کینیڈا پیدا کرتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض دھاتیں دنیا میں مساوی طور پر تقسیم ہیں اور ان کو پیدا کرنے والے ممالک کی پیداوار انفرادی طور پر 20 فیصد سے کم ہے مثلاً تانبا' سیسہ اور زنک۔ ایک بات ان دھاتوں کی تقسیم کے بارے میں قابل ذکر یہ ہے کہ زیادہ اہم دھاتیں کرہ شمالی میں بالخصوص کینیڈا' یو- ایس- اے اور روس میں پائی جاتی ہے۔

غیر دھاتی معدنیات بے شمار ہیں۔ ان میں بعض کی تو تمام دنیا میں بہت زیادہ مقدار میں کان کنی کی جاتی ہے اور بعض صرف مخصوص علاقوں میں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے بین الاقوامی تجارت کے لحاظ سے اہم ہیں۔

غیر دھاتی معدنیات کو ان کے استعمال کے مطابق نام دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کھاد بنانے والی معدنیات میں نائٹروجن' فاسفیٹ اور پوٹاش شامل ہیں۔ نائٹروجن جو کرۂ ہوائی سے حاصل ہوتی ہے۔ دنیا میں ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ یو- ایس- اے' مراکش اور روس دنیا میں سب سے زیادہ فاسفیٹ پیدا کرنے والے ممالک ہیں۔ کینیڈا' روس اور یو- ایس- اے پوٹاش پیدا کرنے والے مشہور ممالک ہیں۔

دوسری غیر دھاتی معدنیات میں تعمیراتی معدنیات شامل ہیں۔ یہ بھی دنیا میں ہر جگہ پائی جاتی ہیں۔ ان میں ریت اور روڑی سے لے کر گرینائٹ' سنگ مرمر اور چونے کے پتھر تک مختلف چٹانیں شامل ہیں۔ یہ تمام تعمیراتی کاموں میں استعمال ہوتی ہیں۔ کئی پتھر مختلف صنعتوں میں استعمال ہوتے ہیں جو بعد میں تعمیرات میں استعمال کیے جاتے ہیں مثلاً چونے کا پتھر (سیمنٹ بنانے کے لیے)' روڑی (کنکریٹ بنانے کے لیے)' مٹی (اینٹ بنانے کے لیے)' ریت (شیشہ بنانے کے لیے' چینی مٹی (ٹائیل بنانے کے لیے)

تیسری قسم کی غیر دھاتی معدنیات کو صنعتی معدنیات کا نام دیا جاتا ہے۔ ان میں ایسبسٹس (Asbestos) ابرق، گریفائیٹ، گندھک، اور نمک شامل ہیں۔ ایسبسٹس اور ابرق پر چونکہ آگ اثر نہیں کرتی اس لیے یہ فائر پروف مقاصد کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ گریفائیٹ بجلی کی مشینوں اور ایٹمی مشینوں میں استعمال ہوتا ہے۔ گندھک اور نمک کیمیاوی صنعتوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

قیمتی پتھر بھی غیر دھاتی معدنیات میں شامل ہیں جو کہ سجاوٹ اور زیورات بنانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ جنوبی افریقہ میں دنیا کا سب سے زیادہ ڈائمنڈ پیدا ہوتا ہے۔ روس اور زائرے بھی اہم ڈائمنڈ پیدا کرنے والے ممالک ہیں۔ باقی قیمتی پتھروں میں زمرد، لعل (Ruby)، لاجورد، موتی (Pearl)، دودھیا پتھر (Opal)، نیلم (Saphires) شامل ہیں۔ جو دنیا کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں۔ لاجورد اور زمرد ہمارے ملک میں بھی پائے جاتے ہیں۔

3۔ توانائی کے وسائل :- توانائی کے وسائل میں کوئلہ، پٹرولیم، قدرتی گیس، آبی قوت اور جوہری توانائی شامل ہیں۔

کوئلہ :- کوئلہ ایک طرف معدنی ایندھن کے طور پر مشینوں کو چلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور دوسری طرف یہ خود خام مال کے طور پر بہت سی چیزوں کے بنانے میں استعمال ہوتا ہے مثلاً تارکول، تیل اور کوئلہ کی گیس، ایمونیہ، رنگ، خوشبودار تیل، پلاسٹک اور مصنوعی ریشے۔

دنیا میں کوئلے کے بڑے ذخائر 30 عرض بلد اور 40 عرض بلد شمال کے درمیان واقع علاقوں میں موجود ہیں۔ ان میں روس اور یو۔ ایس۔ اے کے ممالک بہت ہی اہم ہیں اور مجموعی طور پر دنیا کا 70 فیصد کوئلہ پیدا کرتے ہیں۔ باقی ممالک میں چین، یورپی ممالک مثلاً انگلینڈ، بلجیئم، جرمنی، پولینڈ اور کینیڈا شامل ہیں۔ ایشیا میں بھارت اور جاپان بھی کوئلہ پیدا کرنے والے ممالک میں شامل ہیں۔ کرۂ جنوبی میں آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ میں کوئلہ نکالا جاتا ہے۔ موجودہ زمانے میں یورپ اور جاپان میں توانائی کے دوسرے وسائل مثلاً تیل اور گیس کے استعمال کی وجہ سے کوئلہ کی پیداوار کم ہونے لگی ہے جب کہ روس، آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ میں اس کی پیداوار بڑھ رہی ہے۔

پٹرولیم :- یہ معدنی تیل
ذخائر اور پیداوار کے لیے
مشرق وسطیٰ کے
ایران اور لیبیا)' یو- ایس
یورپ میں اٹلی'
ہیں- افریقہ میں لیبیا' الجیر
معدنی تیل سے
کرنے والا تیل' ڈیزل
مصنوعی کپڑے' پلاسٹک'

قدرتی گیس :- قدرتی
موجود ہیں- یہ بھی توانائی
استعمال ہوتا ہے-
دنیا میں گیس کے
فیصد پیدا کرتا ہے) روس
بھی قدرتی گیس کے خا
بھی استعمال ہوتی ہے-
اس وقت دنیا میں توانائی
نسبت اور بھی بڑھ جائے

پن بجلی :- پن بجلی کی
ہے- جہاں دوسرے و
علاقوں میں ترقی دی جا
بہتے دریا' مناسب ڈھلوان
کے لیے موزوں حالات
ان مذکورہ وجوہات
ہے وہ یہ ہیں-
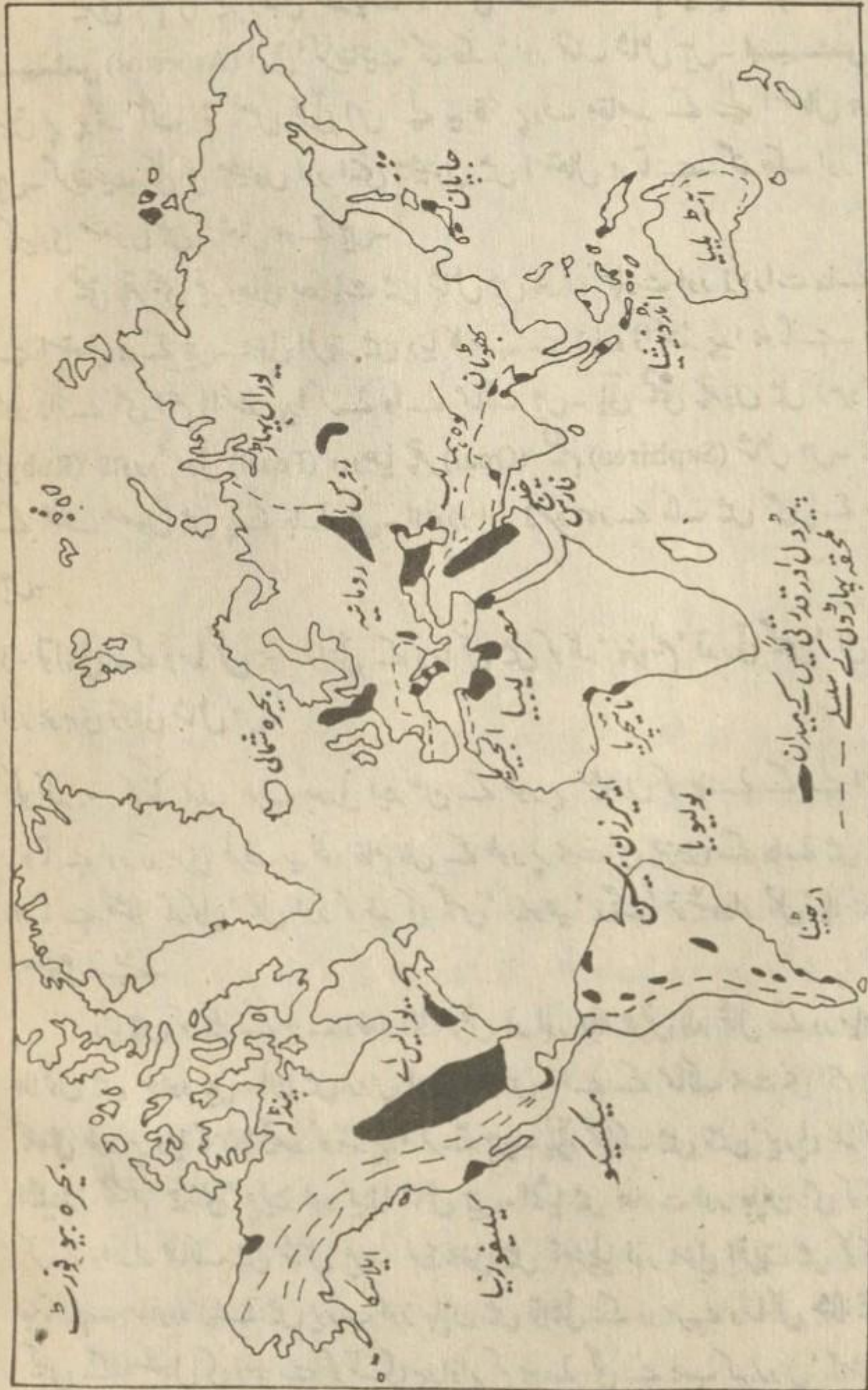
(نقشہ نمبر 3.7) دنیا میں پٹرولیم اور گیس کی تقسیم

پٹرولیم :- یہ معدنی تیل کو صاف کر کے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس وقت معدنی تیل کے ذخائر اور پیداوار کے لیے مندرجہ ذیل ممالک اہم ہیں۔ (نقشہ نمبر3.7)

مشرق وسطیٰ کے مسلمان ممالک (سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، کویت، عراق ایران اور لیبیا)، یو۔ ایس۔ اے، کینڈا، روس، انڈونیشیا، وینزویلا (جنوبی امریکہ)۔

یورپ میں اٹلی، فرانس، شمالی سمندر (North Sea) میں بھی تیل کے ذخائر موجود ہیں۔ افریقہ میں لیبیا، الجیریا، نائیجیریا، گیانا اور انگولا قابل ذکر ہیں۔

معدنی تیل سے مختلف چیزیں بنتی ہیں مثلاً طاقتور ایندھن کا تیل، مشینوں کو رواں کرنے والا تیل، ڈیزل آئل، پیرافین اور پٹرول۔ ان کے علاوہ کپڑے دھونے کا پاؤڈر، مصنوعی کپڑے، پلاسٹک، رنگ، کیڑے مار دوائیں، مصنوعی کھاد، دوائیاں، مصنوعی ربڑ وغیرہ۔

قدرتی گیس :- قدرتی گیس بھی انھیں علاقوں میں پائی جاتی ہے جہاں پٹرولیم کے ذخائر موجود ہیں۔ یہ بھی توانائی پیدا کرنے کا اہم ذریعہ ہے اور بحیثیت خام مال بھی صنعتوں میں استعمال ہوتا ہے۔

دنیا میں گیس کے پیدا کرنے والے اہم ممالک میں یو۔ ایس۔ اے (جو دنیا کا 50 فیصد پیدا کرتا ہے) روس، کینڈا، رومانیہ، میکسیکو، اٹلی، ہالینڈ اور شمالی سمندر ہیں۔ پاکستان میں بھی قدرتی گیس کے خاصے ذخائر ہیں۔ قدرتی گیس توانائی کے علاوہ گھروں میں بطور ایندھن بھی استعمال ہوتی ہے۔ نیز پٹرو کیمیکل صنعتوں میں خام مال کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ اس وقت دنیا میں توانائی کا 16 فیصد گیس سے حاصل کیا جاتا ہے اندازہ ہے کہ آئندہ یہ نسبت اور بھی بڑھ جائے گی۔ (نقشہ نمبر3.8)

پن بجلی :- پن بجلی کی قوت نے ان ممالک کی صنعتی ترقی کے امکانات کو روشن کر دیا ہے۔ جہاں دوسرے وسائل موجود نہیں ہیں یا محدود ہیں۔ پھر بھی پن بجلی کو صرف ایسے علاقوں میں ترقی دی جا رہی ہے جہاں کے جغرافیائی حالات موافق ہوں مثلاً وافر مقدار میں بہتے دریا، مناسب ڈھلوان والی سطح (تاکہ مصنوعی آبشار بنائی جا سکیں)، دریاؤں میں بند بنانے کے لیے موزوں حالات اور بجلی استعمال کرنے والی ایک بڑی آبادی۔

ان مذکورہ وجوہات کی بنا پر جن علاقوں میں پن بجلی کی طاقت کو استعمال میں لایا گیا ہے وہ یہ ہیں۔

یو۔ ایس۔ اے میں راکی کے پہاڑی علاقے، یورپ میں سکینڈی نیویا کے پہاڑی علاقے، فرانس کے وسطی پہاڑی علاقے، ایلپس کے پہاڑوں میں، برطانیہ میں ویلز اور سکاٹ لینڈ، ایشیا میں پاکستان، بھارت، افریقہ میں یوگنڈا، زیمبیا اور انڈونیشیا، جنوبی امریکہ میں برازیل اور آسٹریلیا کے پہاڑی علاقے شامل ہیں۔

پاکستان کے شمال میں پہاڑوں کے دامن میں پن بجلی کی ترقی کے وسیع امکانات ہیں جن کو کام میں لانے کی طرف پوری توجہ دی جا رہی ہے اس وقت پاکستان اپنی بجلی کی زیادہ تر ضروریات پن بجلی سے حاصل کر رہا ہے جس کے لیے جگہ جگہ عظیم منصوبے تعمیر کیے گئے ہیں۔ جن میں تربیلا ڈیم دنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔

جوہری توانائی:- اس وقت جوہری توانائی کا استعمال دنیا میں دوسرے وسائل کی نسبت کم ہے یعنی صرف 5 فیصد لیکن مستقبل میں اس کا استعمال بہت زیادہ بڑھنے کے امکانات ہیں کیونکہ بجلی کی ضرورت ہر ملک میں دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اور توانائی کے دوسرے وسائل مثلاً تیل، گیس اور کوئلہ کے ذخائر ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ جوہری توانائی کو دوسرے وسائل پر اس لیے بھی ترجیح دی جا سکتی ہے کہ اس کے لیے جو ایندھن استعمال ہوتا ہے اس کی مقدار کم ہوتی ہے اور پیداوار زیادہ، صرف 28 گرام یورینیم یا تھوریم سے اتنی بجلی پیدا کی جا سکتی ہے جتنی 100 ٹن کوئلے سے حاصل کی جاتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ یورینیم اور تھوریم کے کافی ذخائر دنیا کے کئی ممالک مثلاً یو۔ ایس۔ اے، کینیڈا، جنوبی افریقہ، آسٹریلیا اور چیکوسلواکیہ میں موجود ہیں جو طویل مدت تک دنیا کی توانائی کی ضرورت کو پوری کر سکتے ہیں۔ پاکستان میں بھی جوہری ایندھن کے ذخائر کے ملنے کے اچھے امکانات بتائے جاتے ہیں جس پر ہمارے خوشحال مستقبل کا دارومدار ہے۔

4۔ جنگلات کے وسائل:- جنگلات انسان کے لیے کئی طرح کے وسائل مہیا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک اہم وسیلہ لکڑی ہے جو موجودہ دور میں فرنیچر، کاغذ، دیا سلائی اور سینکڑوں دوسری چیزوں کے بنانے میں استعمال کی جاتی ہے۔ بعض درختوں سے پھل، بیج اور مغز (Nuts) حاصل کیے جاتے ہیں اور بعض سے رس۔ درختوں کے رس سے ربڑ اور ایک قسم کی چینی بنائی جاتی ہے۔ جنگلات سے جڑی بوٹیاں بھی حاصل کی جاتی ہیں جو ادویات میں کام آتی ہیں۔ بعض درختوں کی چھال سے چمڑا رنگنے کا عام رواج ہے۔ جنگلات میں طرح طرح کے جانور پائے جاتے ہیں جنھیں شکار کر کے گوشت اور چمڑا حاصل کیا جاتا ہے۔

دنیا میں جنگلات (نقشہ نمبر 3.8)

جنگلوں میں ایسے جانور بھی ہوتے ہیں جن سے سمور حاصل کیا جاتا ہے۔

دنیا کا تقریباً" 25 فیصد حصہ جنگلات پر مشتمل ہے۔ ان میں بعض جنگلات بہت گھنے ہیں، بعض چھدرے اور بعض سخت لکڑی اور بعض نرم لکڑی کے درختوں پر مشتمل ہیں۔ بعض جنگلات کے درخت بڑے پتوں والے اور بعض کے نوکدار ہوتے ہیں۔ اس فرق کی بنیادی وجہ درجہ حرارت اور بارش کی مقدار میں فرق ہے۔ دنیا کے جنگلات کا نقشہ (نقشہ نمبر3.9) ملاحظہ ہو جس میں جنگلات کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

استوائی جنگلات :- یہ خط استوا کے دونوں جانب 8 عرض بلد شمال اور جنوب کے درمیان زیادہ تر سخت لکڑی کے جنگلات ہیں۔ جن سے عمارتی لکڑی، ربڑ، نباتاتی روغن حاصل کیے جاتے ہیں۔ اہم علاقہ جنوبی امریکہ میں ایمزن کا طاس، افریقہ میں کانگو کا طاس اور ایشیا میں شرق الہند اور ملایا ہیں۔

مون سونی جنگلات :- ان جنگلات سے صندل کی لکڑی، ساگوان، بانس، گوند اور لاکھ حاصل ہوتی ہے۔ یہ بھارت، بنگلہ دیش، جنوبی چین اور تھائی لینڈ میں پائے جاتے ہیں۔

معتدل برگ ریز اور بارانی جنگلات :- یہ جنگلات یورپ کے شمال مغربی ممالک، ایشیا میں شمالی چین، آسٹریلیا میں جنوب مشرقی آسٹریلیا، شمالی نیوزی لینڈ، شمالی امریکہ میں یو-ایس-اے اور کینڈا کے مشرقی حصوں میں، جنوبی امریکہ میں جنوبی چلی، اور افریقہ میں ناٹال کے علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان علاقوں میں تقریباً" سارا سال بارش ہوتی رہتی ہیں۔ سردیوں میں پتے جھڑ جاتے ہیں۔ یہاں کہیں کہیں مخروطی جنگلات میں پائین کے درخت بھی ملتے ہیں۔

رومی جنگلات :- یہ جنگلات جنوبی یورپ، شمالی امریکہ میں کیلیفورنیا، جنوبی امریکہ میں وسطی چلی، افریقہ میں الجیریا، مراکش اور کیپ کے علاقے میں پائے جاتے ہیں اور جنوب مغربی آسٹریلیا میں ملتے ہیں۔ ان جنگلات کے خاص درخت کارک، یوکلپٹس، زیتون اور اخروٹ کے درخت ہیں۔

مخروطی جنگلات :- یہ سدا بہار جنگلات ہیں جن کے پتے نوکیلے اور موٹے ہوتے ہیں۔ ان پر برف گر کر ٹھہرتی نہیں۔ یہ جنگلات ایشیا، یورپ اور شمالی امریکہ کے شمالی علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان درختوں کی لکڑی نرم ہوتی ہے اور بہت قیمتی شمار ہوتی ہے اور فرنیچر،

دیا سلائی اور دوسری مصنوعات میں استعمال ہوتی ہے۔ بعض درختوں کے گودے سے کاغذ اور مصنوعی ریشم بھی تیار ہوتا ہے۔ بعض مخروطی درختوں سے تارپین کا تیل بھی حاصل ہوتا ہے جو پینٹ، وارنش اور دواسازی میں استعمال ہوتا ہے۔

دنیا کے مخروطی جنگلات کا 40 فیصد شمالی امریکہ میں ہے۔ باقی ماندہ کا نصف سکینڈے نیویا کے ممالک میں ملتا ہے۔

یوں تو لکڑی کاٹنے کا تھوڑا بہت کام ہر ملک میں ہوتا ہے تاکہ ملکی ضروریات کو پورا کیا جا سکے لیکن دنیا میں چند ممالک ایسے بھی ہیں جن میں لکڑی کاٹنے کی صنعت نے بہت فروغ پایا ہے اور بہت بڑے پیمانے پر لکڑی کا سامان برآمد کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ناروے اور کینیڈا کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

5- ماہی گیری کے وسائل :- اس وقت پانی سے جس قدر وسائل ہمیں حاصل ہیں ان میں سب سے اہم مچھلی ہے۔ بطور انسانی غذا اس کی اہمیت سب پر عیاں ہے نیز ان سے کئی اشیاء مثلاً تیل، گوند، کھاد بھی حاصل کی جاتی ہیں۔

تجارتی لحاظ سے سمندری مچھلیوں کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور بعض ممالک مثلاً آئس لینڈ کی گذر اوقات کا واحد ذریعہ سمندری ماہی گیری ہے۔ دنیا میں زیادہ تر ماہی گیری شمالی کرہ کی معتدل آب و ہوا کے خطے میں ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مچھلی نسبتاً معتدل حرارت کا پانی پسند کرتی ہے اور ایسی جگہوں میں رہنا پسند کرتی ہے جہاں گہرائی نسبتاً کم ہو اور جہاں اس کی خاص خوراک پلنکٹن (Plankton) وافر طور پر مہیا ہو۔

کرہ شمالی میں ماہی گیری کے لحاظ سے اہم ممالک میں روس، جاپان، جنوبی کوریا، مغربی یورپ اور شمالی امریکہ ہیں۔ جنوبی امریکہ میں پیرو اور چلی کے ممالک بھی حال ہی میں اہم ماہی گیر ممالک میں شامل ہو گئے ہیں۔ استوائی خطے میں جن علاقوں میں ماہی گیری اہم ہے ان میں انڈونیشیا، تھائی لینڈ اور فلپائن اہم ہیں۔ پاکستان میں بھی بحیرہ عرب میں مچھلی حاصل کرنے کے وافر امکانات موجود ہیں جن کو تجارتی بنیادوں پر فروغ دینے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ جاپان، چین اور پیرو دنیا کی 40 فیصد مچھلی حاصل کرتے ہیں۔ مچھلی کی کل پیداوار کا صرف 40 فیصد تازہ حالت میں عالمی تجارت میں شامل ہوتا ہے۔ باقی کو ڈبوں میں بند کر کے یا خشک کر کے یا منجمد کر کے انسانی خوراک کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ایک خاص مقدار کو کھاد بنانے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور کچھ مچھلی تیل اور گوند بنانے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

دنیا میں کئی ممالک بڑی مقدار میں مچھلیاں برآمد کرتے ہیں ان میں ناروے' کینیڈا' آئس لینڈ' ڈنمارک' ہالینڈ وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

عام مچھلیوں کے علاوہ سمندر سے کچھ اور حیوانات بھی پکڑے جاتے ہیں ان میں وہیل' سیل اور صدف (Oyster) قابل ذکر ہیں۔ وہیل مچھلی قطب شمالی کے پاس سمندروں میں پائی جاتی ہے۔ اس کی چربی سے تیل نکالا جاتا ہے جس سے صابن' مصنوعی مکھن یا مارگرین (Margarine) اور مشین کا تیل وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ سیل کا زیادہ تر شکار بحرالکاہل میں کیا جاتا ہے۔ اس کے جگر سے انسولین (Insulin) حاصل کیا جاتا ہے جو ذیابیطس کے علاج میں استعمال ہوتا ہے۔

صدف زیادہ تر آسٹریلیا' سری لنکا' جنوبی جاپان کے سمندروں کے کم گہرے حصوں میں پایا جاتا ہے۔

قدرتی وسائل کے استعمال کے منفی اثرات :- انسان فطری طور پر غیر محتاط واقع ہوا ہے۔ وہ اللہ تعالی کے عطا کردہ وسیلوں کو جب استعمال کرنے پر آتا ہے تو عموماً" احتیاط کا دامن اس کے ہاتھوں سے چھوٹ جاتا ہے جس کے نتیجے میں آج ہم دیکھتے ہیں کہ متعدد علاقے جو جنگلات سے ڈھکے ہوئے تھے خالی ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے ایسے علاقوں میں زمین کی کٹائی' سیلاب اور دریاؤں میں مٹی کے مواد زیادہ آنے کی وجہ سے پانی کی بڑی مصنوعی جھیلوں (مثلاً تربیلا) میں تہہ نشینی کے سبب ان کی افادیت ختم ہو جاتی ہے جس سے ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے۔ دنیا کے مختلف حصوں میں سونا' کوئلہ' یا دوسری معدنیات کی کانیں بے تحاشا کان کنی کے نتیجے میں خالی ہو گئی ہیں اور وہاں بڑے بڑے پررونق شہر ویران ہو گئے ہیں۔ ماحولیات کا بگاڑ (Environmental Pollution) بھی جو آج کل کی دنیا کا نہایت اہم مسئلہ ہے وسائل کے غلط استعمال کا نتیجہ ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے صنعتی طور پر ترقی یافتہ ممالک میں دریا' سمندر اور ہوا میں مختلف اقسام کے گندے کیمیائی مواد (جو کارخانوں سے خارج ہوتا ہے) جمع ہو کر ان کے پانی اور ہوا کو اس قدر زہریلا کرتا ہے کہ اس کی وجہ سے مچھلیاں' پرندے نیز انسان کی صحت پر خراب اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ جوہری توانائی پیدا کرنے والے بجلی گھروں سے انسانی جانوں کو جو خطرہ درپیش ہو گا وہ وقت ہی بتائے گا۔ لیکن حال ہی میں روس میں اس قسم کے ایک بجلی گھر میں خرابی پیدا ہونے سے جو زہریلے اثرات پھیلے وہ بے حد تشویشناک ہیں۔

معاشی سرگرمیاں (Economic Activities)

انسان خوراک نیز زندگی کی دوسری ضروریات کو پورا کرنے کے سلسلے میں جن سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے ان کو معاشی سرگرمیاں (Economic Activities) کہتے ہیں۔ انسان جہاں بھی آباد ہے وہاں اس قسم کی سرگرمیاں پائی جاتی ہیں۔ یہ سرگرمیاں مندرجہ ذیل قسم کی ہوتی ہیں۔

1- ابتدائی سرگرمیاں (Primary Activities) :- اس میں انسان اپنے ماحول کے براہ راست استعمال سے مختلف اشیاء حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے مثلاً زراعت، ماہی گیری، جنگل کشی، کان کنی وغیرہ

2- ثانوی سرگرمیاں (Secondary Activities) :- ابتدائی سرگرمیوں کے نتیجے میں حاصل شدہ اشیاء مثلاً کپاس کو صنعتی عمل سے گزار کر کپڑا اور بعد میں لباس میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی سرگرمی کو ثانوی سرگرمی کہتے ہیں۔

(3) ثلاثوی سرگرمیاں (Tertiary Activities) :- ابتدائی اور ثانوی سرگرمیوں کے نتیجے میں حاصل شدہ اشیاء کو صارفین تک پہنچانے کے سلسلے میں جو سرگرمیاں وجود میں آتی ہیں ان کو ثلاثوی سرگرمیاں کہتے ہیں۔ مثلاً خوردہ فروشی، تھوک فروشی، بینکاری، ہوٹل، دفتری ملازمت وغیرہ

(4) اربعی سرگرمیاں (Quarternary Activities) :- ضرورت کی اشیاء کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا بھی ضروری ہوتا ہے جو کہ تجارت اور نقل و حمل کے ذریعے انجام دیے جاتے ہیں۔ اس کو اربعی سرگرمیاں کہتے ہیں۔

ذیل میں مختلف سرگرمیوں کا تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے۔

ابتدائی سرگرمیاں (Primary Activities)

1- زراعت :- ابتدائی سرگرمیوں میں زراعت کو خاصی اہمیت حاصل ہے۔ عام طور پر زراعت کو دو شعبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے یعنی ایک شعبہ جس میں مال مویشی پالنے پر توجہ دی جاتی ہے گلہ بانی (Herding) کہلاتا ہے۔ جب کہ دوسرا شعبہ جس میں مختلف فصلیں

اگانے کو ترجیح دی جاتی ہے کاشت کاری (Farming) کہلاتا ہے۔ ان دونوں شعبوں کو سامنے رکھ کر دنیا میں زراعت کے پیشے سے متعلق مندرجہ ذیل سرگرمیاں پائی جاتی ہیں۔

(i) گزارہ کے قابل گلہ بانی (Subsistence Herding) :- یہ ایک قدیمی معاشی سرگرمی ہے جس سے تعلق رکھنے والے لوگ آج بھی بہت سے ایسے علاقوں میں پائے جاتے ہیں جو خشک علاقے ہیں اور جہاں بارش کم ہوتی ہے۔ ایسے علاقوں میں لوگ محدود طور پر مویشی پال کر گزارہ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی تعداد بھی بہت کم ہے۔ اور یہ زیادہ تر خانہ بدوش ہوتے ہیں۔ سعودی عرب، شمالی افریقہ، منگولیا، چین اور روس کے بعض حصوں میں یہ لوگ آباد ہیں۔

(ii) گزارہ کے قابل کاشت کاری (Subsistence Farming) :- یہ بھی انسان کا ایک قدیم پیشہ ہے۔ قدیمی طرز کی گلہ بانی کے مقابلے میں دنیا کے مختلف حصوں میں اس پیشے کے ساتھ زیادہ سے زیادہ لوگ وابستہ ہیں۔ یہ لوگ خاص طور پر استوائی خطے میں آباد ہیں جہاں بارش زیادہ ہوتی ہے اور جہاں کئی اقسام کی پیداوار ہوتی ہے۔ ان علاقوں میں ایمزن کا طاس (Amazon Basin)، وسطی افریقہ اور جنوب مشرقی ایشیا کے جزائر قابل ذکر ہیں۔ ان علاقوں میں چونکہ جنگلات بہت زیادہ ہیں اس لیے کاشت کاری کے لیے زمین حاصل کرنے کے لیے جنگلوں کو کاٹا جاتا ہے اور جب اس زمین کی زرخیزی ختم ہو جاتی ہے تو اس کو چھوڑ کر دوسری جگہ جنگل کاٹ کر کاشت کاری کی جاتی ہے۔ اس عمل کو منتقلی کاشت کاری (Shifting Cultivation) کا نام دیا جاتا ہے۔

(iii) تجارتی گلہ بانی (Commercial Herding) :- یہ مویشی پروری (Livestock Ranching) اور ڈیری فارمنگ (Dairy Farming) جیسی سرگرمیوں پر مشتمل ہے۔ تجارتی گلہ بانی اپنے مویشیوں کو وسیع و عریض علاقوں میں رکھتے ہیں۔ یہ بھی ایسے علاقوں میں پائے جاتے ہیں جہاں پانی کی کمی کی وجہ سے کاشت کاری زیادہ نہیں ہو سکتی۔ البتہ کھلے کھلے میدانوں میں اتنا سبزہ ہوتا ہے کہ وسیع پیمانے پر گلہ بانی کی جا سکے۔ ان علاقوں میں آبادی کم ہوتی ہے لیکن یہ لوگ اپنے مقامات پر مستقل سکونت رکھتے ہیں۔ شمالی امریکہ کے مغربی علاقے، روس کے جنوبی علاقے، جنوبی امریکہ میں ارجنٹائن، جنوبی افریقہ اور آسٹریلیا اس سرگرمی کے لیے مشہور ہیں جہاں سے تجارتی بنیادوں پر گوشت نیز دیگر پیداوار دنیا کے مختلف ممالک کو ان کی ضروریات کے مطابق مہیا کی جاتی ہیں۔

ڈیری فارمنگ ٹھنڈے اور مرطوب علاقوں میں زیادہ کی جاتی ہے۔ جہاں دودھ اور دودھ سے متعلق مختلف پیداوار حاصل ہوتی ہیں۔ وسط ایشیا کی آزاد ریاستیں' یورپ کے شمال مغربی ممالک' شمالی وسطی' یو-ایس-اے' جنوب مشرقی آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ خاص طور پر ڈیری فارمنگ کے لیے مشہور ہیں جہاں سے تمام دنیا کے ممالک کے لیے دودھ اور متعلقہ پیداوار کی بہم رسانی کی جاتی ہے۔

(iv) تجارتی کاشت کاری (Commercial Farming) :- تجارتی کاشت کاری کی خصوصیات یہ ہیں۔

1- وسیع پیمانے پر مختلف فصلیں اگا کر اور زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کر کے تجارت کی غرض سے ان کو دور دراز ممالک کو بھیجنا۔

2- قدرتی حالات کے مطابق بعض علاقوں کو مخصوص فصلوں کے لیے مخصوص کیا جاتا ہے۔ خوراک کی فصلوں میں گندم' مکئی' سویابین قابل ذکر ہیں اور نقد آور فصلوں میں ربڑ' پام آئل' کھجور' ناریل' چائے اور کافی شامل ہیں۔

3- تجارتی کاشت کا واحد مقصد پیداوار کو بین الاقوامی منڈیوں میں فروخت کرنا اور زرمبادلہ کمانا ہوتا ہے۔

تجارتی بنیادوں پر بعض فصلوں کو پیدا کرنے والے مشہور ممالک کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

نام پیداوار	مشہور علاقے
1- گندم	یو-ایس-اے - میکسیکو - جنوبی یورپ - جنوبی روس کے کچھ علاقے جنوبی افریقہ کے بعض ممالک - بھارت اور پاکستان
2- مکئی	یو-ایس-اے - یوکرین (روس) - ہنگری کے میدان اور وادی ڈینوپ (یورپ)
3- کپاس	یو-ایس-اے - روس - چین - پاکستان اور بھارت
4- گنا	برازیل - بھارت - کیوبا اور پاکستان
5- تمباکو	یو-ایس-اے - ترکی - بلغاریہ - یونان - پاکستان
6- کافی	برازیل - وسطی افریقہ
7- چائے	سری لنکا - بھارت اور مشرقی افریقہ (کینیا)
8- ربڑ	ملائشیا اور برازیل

تجارتی کاشت کاری کے طور پر سبزیوں اور پھلوں کی کاشت جسے مارکیٹ گارڈ ینگ

(Market Gardening) کہا جاتا ہے بھی بہت اہم ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں شہری آبادیاں بہت زیادہ بڑھنے کی وجہ سے ان کی مانگ دن بدن بڑھ رہی ہے۔ موجودہ زمانے میں چیزوں کو گلنے اور سڑنے سے بچانے کے طریقے (Refrigeration) ایجاد ہونے اور مستعد نقل و حمل کی بدولت سینکڑوں کلومیٹر دور کے علاقوں تک ان اشیاء کی ترسیل ممکن ہو گئی ہے۔

کان کنی (Mining) :- انسان کی ابتدائی سرگرمیوں میں کان کنی بھی شامل ہے۔ جن علاقوں میں معدنی وسائل موجود ہیں وہاں کافی لوگ معاشی سرگرمی کے طور پر کان کنی سے وابستہ ہوتے ہیں۔ یہ نہایت مشقت طلب کام ہوتا ہے۔ معدنیات کی تلاش (Prospecting)' ان کو نکالنے (Extraction)' اور ان کو استعمال کے قابل بنانے (Processing) کے لیے کئی مرحلوں پر محنت درکار ہوتی ہے۔ آج کل سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے نتیجے میں کان کنی کے ان مختلف مراحل کے لیے مشینیں استعمال کی جا رہی ہیں۔ یو-ایس-اے' کینڈا' برطانیہ' شمال مغربی یورپ' جاپان اور روس اہم ترین ممالک ہیں۔ جہاں کافی لوگ کان کنی کے پیشے سے منسلک ہیں اور یہ علاقے معدنی فراوانی کی بدولت دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں شمار ہوتے ہیں۔

ماہی گیری :- ماہی گیری بھی انسان کی ابتدائی سرگرمیوں میں شامل ہے کیونکہ اس میں لوگوں کی معیشت کا دارومدار براہ راست دریاؤں یا سمندروں سے حاصل شدہ مچھلی کی پیداوار پر ہوتا ہے۔

جن ممالک میں سمندروں سے مچھلی پکڑتے ہیں ان میں سے زیادہ تر دنیا کے معتدل آب و ہوا کے خطوں میں واقع ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مچھلی نسبتاً معتدل حرارت کا پانی پسند کرتی ہے۔ اور ایسی جگہوں میں رہنا پسند کرتی ہے جہاں گہرائی کم ہو اور جہاں اس کی خوراک پلینکٹن (Plankton) وافر مقدار میں موجود ہو جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا گیا ہے۔ نیز سورج کی روشنی اندر تک پہنچ سکتی ہو۔

دنیا میں ماہی گیری کے اہم خطے چار ہیں یعنی شمال مغربی بحرالکاہل' شمال مشرقی بحرالکاہل' شمال مشرقی بحراوقیانوس اور شمال مغربی بحراوقیانوس۔ ان علاقوں میں بڑے بڑے جہازوں کے ذریعے مچھلیوں کا شکار کیا جاتا ہے۔ ان خطوں میں اہم مچھلی پکڑنے والے ممالک یو-ایس-اے' کینڈا' جاپان' چین' ناروے' ڈنمارک' ہالینڈ' فرانس' برطانیہ' آئس

لینڈ اور اٹلی ہیں۔ ان کے علاوہ استوائی خطے کے بعض علاقے مثلاً انڈونیشیا' تھائی لینڈ اور فلپائن بھی ماہی گیری کے لیے اہم ہیں۔

(ا) ثانوی سرگرمیاں (Secondary Activities)

صنعت کاری :- صنعت کاری ثانوی معاشی سرگرمیوں میں شامل ہے کیونکہ اس میں ابتدائی سرگرمیوں سے حاصل شدہ اشیاء کو ایسے عمل سے گزارا جاتا ہے کہ اس کی ہیئت بدل جاتی ہے نیز اس کی قدر و قیمت بھی نسبتاً بڑھ جاتی ہے۔

کسی بھی صنعت کے لیے تین بنیادی لوازمات ہوتے ہیں مثلاً خام مال' نقل و حمل کا ذریعہ اور توانائی۔ ان کے علاوہ مزدور اور منڈی اہم ہیں۔ مزید ان عناصر کو یکجا کرنے اور ان کو کام میں لانے کے لیے سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ترقی پذیر ممالک کے پاس ان مذکورہ چھ لوازمات میں سے کسی نہ کسی کی کمی ہوتی ہے۔ اس لیے ان کے لیے صنعتوں کو فروغ دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی ترقی پذیر ملک میں اگر وسائل' مزدور اور توانائی موجود ہوں لیکن ذرائع نقل و حمل اور سرمائے کا فقدان ہو تو وہاں صنعتی ترقی مشکل ہو جاتی ہے۔ جبکہ ترقی یافتہ ممالک میں اگر کسی عنصر کی کمی بھی ہو تو ان کے پاس دوسرے عناصر کی بہتات کی بدولت ایسی مشکلات پر قابو پانا آسان ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر جاپان کے پاس خام مال کے سوا تمام لوازمات وافر مقدار میں موجود ہیں۔ چنانچہ وہ اس قابل ہے کہ باہر سے مطلوبہ خام مال درآمد کرتا ہے اور دنیا کے اہم ترین صنعتی ممالک میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح روس اور یو۔ایس۔اے جیسے صنعتی ممالک کے پاس بھی یہ تمام لوازمات وافر مقدار میں موجود ہیں۔

صنعت کاری کے سلسلے میں محل وقوع کی خاص اہمیت ہے۔ اگرچہ مختلف جگہوں پر صنعتیں قائم کرنے کے فیصلے پر مندرجہ بالا لوازمات کا کافی اثر ہوتا ہے لیکن صنعتیں قائم کرتے وقت جس چیز کا سب سے زیادہ خیال رکھا جاتا ہے وہ نقل و حمل پر خرچ (Transportation Cost) ہے۔ اس خرچ کے کم سے کم ہونے کی وجہ سے صنعتیں تین جگہوں پر قائم ہو سکتی ہیں مثلاً (1) خام مال کی جگہ' (2) منڈی یا مارکیٹ کے قریب جہاں تیار شدہ مال فروخت ہوتا ہے' (3) وہ جگہ جو ایک اور دو کے درمیان واقع ہو۔

(1) خام مال کی جگہ :- صنعت کو ایسی جگہ جہاں خام مال موجود ہو اس وقت قائم کیا جاتا ہے جب (الف) خام مال کم قیمت اور وزنی ہو مثلاً سیمنٹ کا کارخانہ ہمیشہ اس جگہ لگایا

جاتا ہے جہاں چونے کا پتھر ملتا ہے۔ (ب) جب صنعتی عمل کی وجہ سے خام مال کا کوئی حصہ فالتو ہو جاتا ہے اور حاصل شدہ مال کی مقدار کم ہو جاتی ہے تو اس طرح خام مال کی بجائے حاصل شدہ پیداوار (Finished Product) کے نقل و حمل پر کم خرچ پڑتا ہے۔ مثلاً شکر کا کارخانہ جو اس جگہ قائم کیا جاتا ہے جہاں گنے کی کاشت ہوتی ہے۔ ایسی صنعتیں خام مال کی دستیابی کے رخ پر قائم شدہ صنعتیں یا (Raw material oriented Industries) کہلاتی ہیں۔

(2) منڈی کی جگہ :- صنعت کو ایسی جگہ جہاں منڈی موجود ہو اس وقت لگایا جا سکتا ہے جب کہ خام مال آسانی سے ہر جگہ دستیاب ہو مثلاً سوڈا واٹر کی صنعت جس میں خام مال پانی ہے جو منڈی کی جگہ دستیاب ہوتا ہے۔ اس طرح مارکیٹ کے قریب صنعت قائم کرنے سے تیار شدہ مال کے نقل و حمل پر کم لاگت آتی ہے۔ ایسی صنعتیں مارکیٹ یا منڈی سے قریب کے مطابق قائم شدہ صنعتیں (Market oriented Industries) کہلاتی ہیں۔ کپڑے کے کارخانے' سلے ہوئے کپڑوں کی صنعت' دوا سازی کی صنعت اس کی چند مثالیں ہیں۔

(3) درمیانی جگہ :- اگر خام مال ایک جگہ موجود ہو لیکن صنعتی عمل کے نتیجے میں اس کی مقدار اور وزن میں کوئی کمی نہ آتی ہو تو ایسی صنعتیں خام مال کی جگہ یا منڈی کے قریب کہیں بھی لگائی جا سکتی ہیں ان کو درمیانی محل وقوع والی صنعتیں (Midway located Industries) کہتے ہیں۔ مثلاً تیل صاف کرانے کے کارخانے وغیرہ

(3) ثلاثوی سرگرمیاں (Tertiary Activities)

آج کل کے زمانے میں جب کہ مختلف قسم کی معاشی سرگرمیوں میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے ان سرگرمیوں کے انتظام اور ان کو ترقی دینے کے سلسلے میں مختلف اقسام کی خدمات کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان خدمات (Services) کو ثلاثوی سرگرمیاں (Tertiary Activities) کہتے ہیں۔ ٹرانسپورٹ' کاروبار' بینکنگ' تعلیم' تفریحی کاروبار (Entertainment) حکومتی انتظامیہ' صحت کے شعبے' ہوٹل اور ایسے شعبے ہیں جن میں خدمات انجام دینے والے محنت کار آج کل کی معاشی سرگرمیوں کے لیے ناگزیر ہیں۔ کئی شہر ایسے ہیں جو بحیثیت سروس سنٹر وجود میں آئے اور اسی بنا پر ان کی اہمیت ہے۔

لینڈ

قلچار ربعی سرگرمیاں (Quarternary Activities)

اب ہم چوتھی قسم کی معاشی سرگرمیوں کی طرف آتے ہیں جو تجارت اور ذرائع نقل (1
پر مشتمل ہیں۔

صنعتی :- تجارت انسان کی معاشی زندگی کا اہم جزو ہے جو اس لیے ضروری ہے کہ دنیا
ابتدائی دو علاقے ایک جیسے نہیں ہوتے۔ اسی طرح دنیا کے مختلف حصوں کو کسی نہ کسی
بدل میں ایک دوسرے پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ نہ ہی بہت ہی خوشحال ممالک اپنی
ن کی تمام اشیاء میں خود کفیل ہوتے ہیں اور نہ غریب علاقے تمام اشیاء کے حاجتمند
ذربع ہیں۔ بلکہ غریب ترین علاقے بھی کوئی نہ کوئی چیز برآمد کر کے تبادلے میں دوسری
ان حاصل کر سکتے ہیں۔ اس طرح مختلف علاقوں کے درمیان اشیاء کا لین دین قائم ہو جاتا
مذکو اسی کا نام تجارت ہے۔

فرو تجارت تین مختلف سطحوں پر ہوتی ہے مثلاً علاقائی، بین العلاقائی اور بین الاقوامی
توا: تجارت نسبتاً مختصر فاصلوں اور کم مقدار کی اشیاء تک محدود ہوتی ہے۔ اس میں
ہو ا مرکزی نقطہ (Point of Contact) ایک چھوٹی سی مقامی منڈی ہوتا ہے جس میں
عتا رگ خود ہی خرید و فروخت کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس میں صرف قریبی علاقوں کا
جاپاں میں لین دین ہوتا ہے۔

ہے بین العلاقائی تجارت اول الذکر کی نسبت زیادہ فاصلوں کے درمیان لیکن ملک کے
کیا ہوتی ہے۔ اس صورت میں تاجروں کو اشیاء کی قیمت کے ساتھ ساتھ ان کے نقل
لوازنا خرچہ بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔

بین الاقوامی تجارت دو مختلف ممالک کے درمیان ہوتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں صنعتی
صنز نقل و حمل کے ذرائع میں انقلاب انگیز ترقی کی وجہ سے بین الاقوامی تجارت کو
کروغ حاصل ہوا ہے۔ جس میں آج دنیا کے تمام ممالک شریک ہوتے ہیں اور تجارتی
(st اعلیٰ ٹیکنیکل سامان مثلاً کمپیوٹر اور ہوائی جہاز سے لے کر فاسفیٹ، چائے وغیرہ
جگنف قسم کی اشیاء شامل ہیں۔

تیا رنقل و حمل :- ذرائع نقل و حمل کا مطلب لوگوں، وسائل، سامان، بولے ہوئے یا
ۓ الفاظ، خیالات، معلومات اور نظریات کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا
جا م طور پر اس سے نقل و حمل کے وہ تمام ذرائع مراد ہیں جن میں نہ صرف سڑکیں،
نی، ہوا اور پائپ لائنیں استعمال ہوتی ہیں بلکہ اس زمرے میں ٹیلی کمیونیکیشن

(Tele Communication) کے ذرائع مثلاً ٹیلیگراف، ٹیلکس، ٹیلیفون، فیکس، ٹیلی ویژن، مواصلاتی سیارے اور کمپیوٹر رابطے بھی شامل ہیں۔ ذیل میں بعض ذرائع آمد و رفت کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

سڑکیں :- زمانہ قدیم سے سڑکیں نقل و حمل کا اہم ذریعہ رہی ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سڑکوں کے معیار کو بہتر بنانے کے مختلف طریقے اپنائے گئے۔ شروع میں پتھروں کے تختے (Slabs) اور پکی اینٹوں کے ذریعے سڑکوں کو پکا کیا جاتا تھا لیکن گزشتہ تقریباً دو سو سالوں کے دوران تارکول سے سڑکوں کو پختہ بنانے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ جب سے موٹر گاڑیاں ایجاد ہو کر مقبول عام ہوئی ہیں دنیا کے گوشے گوشے میں پکی سڑکوں کا جال بچھ گیا ہے۔ وقت کی رفتار، گاڑیوں کے استعمال اور تیز رفتار گاڑیوں کی ایجاد کے پیش نظر اب مختلف ممالک میں کھلی اور سیدھی تعمیر کی گئی شاہراہیں عام ہوتی جا رہی ہیں جن پر نہ صرف تیز رفتار گاڑیاں بلکہ 40 ٹن سے زیادہ وزنی سامان اٹھانے والی لاریاں بھی چل سکتی ہیں۔

ریلیں :- ریلوے ٹرانسپورٹ کا نظام 1830ء کے بعد انگلستان میں ریل کے انجن کی ایجاد کے بعد شروع ہوا۔ اس کے بعد صنعتی انقلاب کی بدولت اس کو ترقی ملی اور رفتہ رفتہ انگلستان سے باہر دنیا کے اکثر ممالک تک پہنچ چکا تھا۔ اس وقت دنیا میں بہت کم ممالک ایسے ہوں گے جہاں ریلیں نہیں ہیں۔

اس نظام کے فروغ میں معاشی اسباب کے ساتھ ساتھ سیاسی اور دفاعی عوامل نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ مثال کے طور پر روس اور شمالی امریکہ میں ریلوے نظام کو وسیع و عریض دور افتادہ علاقوں تک اس لیے پھیلایا گیا کہ سیاسی طور پر یکجہتی حاصل کی جا سکے۔ آسٹریلیا اور لاطینی امریکہ میں معدنیات کو ترقی دینے کی غرض سے ریلوے لائنیں بچھائی گئیں۔ برصغیر پاک و ہند کے وسیع و عریض علاقوں میں ریلوے لائنوں کا جال یوں بچھایا گیا ہے کہ یہ نہ صرف معاشی ترقی کا سبب ہوں بلکہ انتظامی طور پر استحکام حاصل کرنے میں مددگار ثابت ہوں۔

پانی کے ذریعے نقل و حمل :- اس قسم کے نقل و حمل میں اندرون ملک پانی کے ذرائع (جھلیں، دریا اور نہریں) اور سمندر شامل ہیں۔ دنیا کے کئی ممالک کے اندر بڑے بڑے دریا بہتے ہیں جو قدرتی طور پر جہازرانی کے قابل ہیں۔ اس لیے ان کو پرانے زمانے سے اب تک نقل و حمل کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ جب سے دخانی کشتیوں اور

جہازوں کا استعمال شروع ہوا ہے۔ پانی کے ذریعے نقل و حمل کی بھی بہت ترقی ہوئی ہے۔ گزشتہ تقریباً سو ڈیڑھ سو سالوں کے دوران نہر سویز اور نہر پانامہ تعمیر کی گئی ہیں جو سمندروں کو ملاتی ہیں اور اہم آبی شاہراہیں ثابت ہوئی ہیں۔

سمندروں کے ذریعے ہر انسان ہزاروں سالوں سے نقل و حمل کا کام لیتا رہا ہے۔ شروع میں جب بادبانی جہاز استعمال ہوتے تھے سمندری سفر میں بہت مشکلات درپیش ہوتی تھیں۔ اس لیے اس وقت اس قسم کے سفر اتنے عام نہیں تھے جتنے آج کل تیل سے چلنے والے سمندری جہازوں کی وجہ سے ہیں۔ اس زمانے میں جہاز رانی کا سلسلہ کئی گنا بڑھ گیا ہے۔ بڑے بڑے جہاز (Liness) دنیا کے مختلف ممالک کے درمیان مسافر برداری کا کام انجام دیتے ہیں۔ ان کے علاوہ تجارتی جہاز (Merchant Shipping) تجارتی سامان کے نقل و حمل کا کام کرتے ہیں۔ کئی جہاز جنھیں ٹینکرز (Tankers) کا نام دیا جاتا ہے صرف تیل برداری کا کام انجام دیتے ہیں۔ آج کل اتنے بڑے جہاز بنائے گئے ہیں کہ بعض ٹینکرز 5 لاکھ ٹن تیل کی ترسیل کا کام انجام دے سکتے ہیں۔ ان جہازوں کے لنگر انداز ہونے کے لیے دنیا کے ساحلی ممالک میں اہم بندرگاہیں بن گئی ہیں جن میں سے کئی اہم تجارتی، صنعتی اور ثقافتی مراکز میں تبدیل ہو گئیں ہیں جیسے سنگاپور، کراچی، بمبئی، نیویارک وغیرہ۔ یاد رہے کہ پانی کے ذریعے نقل و حمل میں دوسرے ذرائع کی بہ نسبت کم خرچ ہوتا ہے۔

ہوائی ٹرانسپورٹ:- ہوائی جہازوں کے ذریعے نقل و حمل رواں صدی کے نصف آخر میں بڑے بڑے جہازوں کی ایجاد سے ممکن ہوا اور اتنی تیز رفتاری اور آرام دہ ہونے کی وجہ سے دن بدن مقبول ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے ذریعے نہ صرف مسافروں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کا بندوبست کیا جاتا ہے بلکہ مختلف قسم کے سامان بالخصوص جلد خراب ہونے والی اشیاء کی ترسیل میں بہت آسانی ہو گئی ہے۔ آج دنیا کے کئی ممالک نے (Air Lines) یعنی ہوائی سفر کی کمپنیاں بنائی ہیں جن کی مدد سے دنیا کے تمام ممالک کو ایک دوسرے سے ملایا گیا ہے۔ اس طرح دور دراز جزائر اور ناقابل رسائی پہاڑی علاقوں کو بھی ہوائی جہازوں کے ذریعے دنیا کے دوسرے حصوں سے ملا دیا گیا ہے۔ انٹرنیشنل ایئرپورٹ آج دنیا کے ملکوں کے ہر اہم شہر کا لازمہ بن گئے ہیں۔ بعض انٹرنیشنل ایئرپورٹ مثلاً لندن (ہیتھرو) اور شکاگو دنیا میں مصروف ترین تصور کیے جاتے ہیں۔

ہوائی ٹرانسپورٹ اگرچہ لاگت کے لحاظ سے بہت زیادہ ہے لیکن چونکہ اس میں وقت کی بچت ہے نیز یہ زیادہ آرام دہ ہے اس لیے یہ دن بدن مقبول ہوتی جا رہی ہے۔

اسلام آباد
مرگلہ کی پہاڑیاں
جھیل راول
ہوائی اڈہ
شاہراہ مری
سفارت خانے
سبزہ زار معہ خاص عمارات
کھلا علاقہ
تجارتی علاقہ
چھوٹے ورکشاپ
رہائشی علاقہ
انتظامیہ

باب چہارم
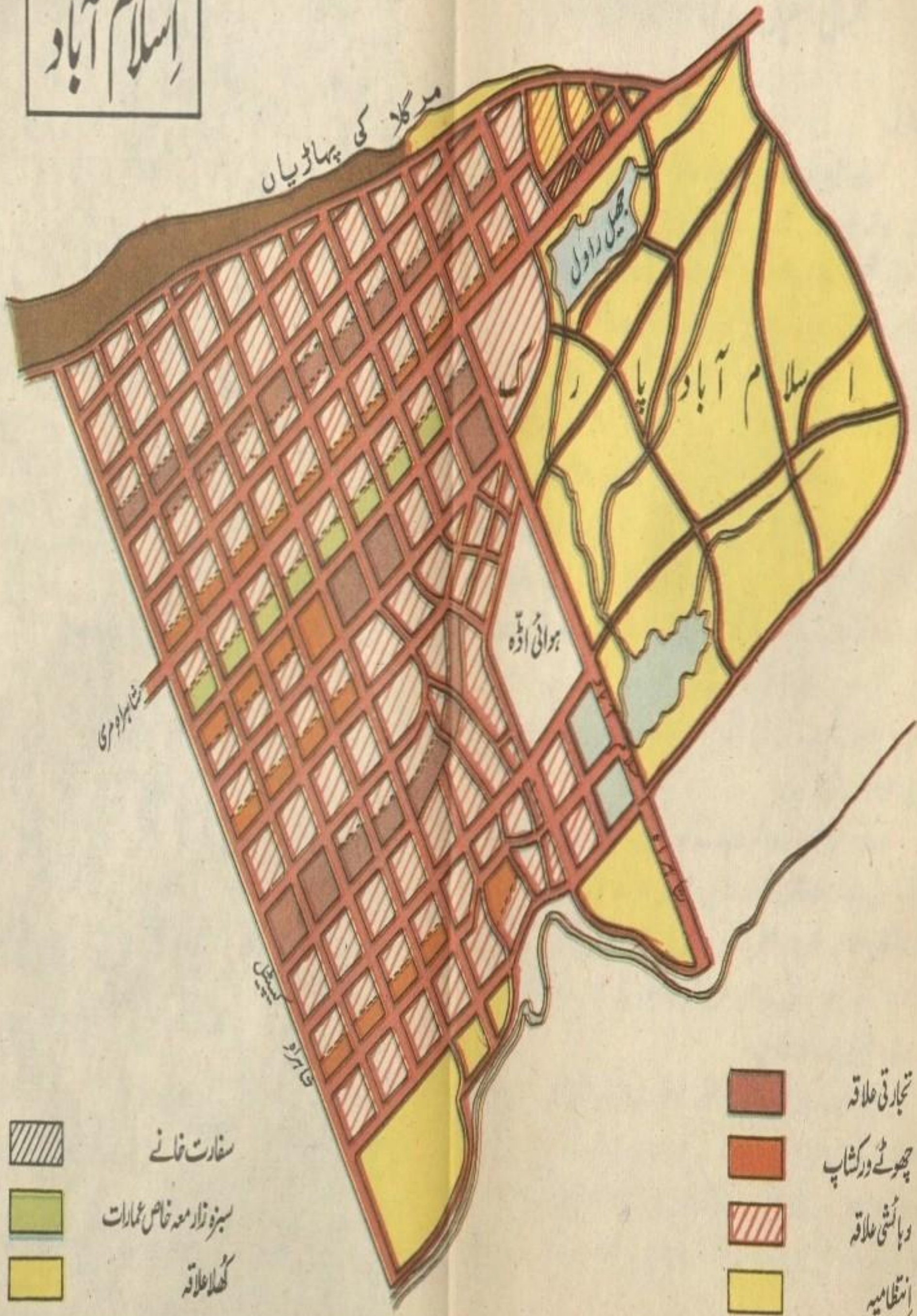
انسانی بستیاں (SETTLEMENTS)

تعارف

انسانی بستیوں (Settlements) کا مطالعہ انسانی جغرافیہ میں مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔ کیونکہ ان سے یہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ کس طرح انسان ماحول کو اپنی ضرورت کے مطابق تشکیل دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ مزید یہ کہ انسان ان بستیوں کے ذریعہ اپنی ثقافت کے مختلف پہلوؤں کو زمین پر ثبت کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

انسانی بستیاں عارضی بھی ہو سکتی ہیں اور مستقل بھی اول الذکر وہ بستیاں ہیں جو مختصر میعاد کے استعمال کے لیے ہوتی ہیں۔ جس طرح خانہ بدوشوں کی بستیاں جو کہ صرف بعض موسموں میں استعمال کے لیے بنائی جاتی ہیں یا پہاڑی علاقوں میں موسم گرما کی چراگاہوں میں پائی جانے والی عارضی بستیاں یا دنیا کے بعض ایسے علاقوں میں جہاں لوگ زراعت کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ وہاں بھی اپنی ضرورت کے مطابق عارضی بستیاں بنائی جاتی ہیں۔ لیکن ہماری بحث ان بستیوں سے ہے جو کہ مستقل طور پر استعمال کی غرض سے تعمیر کی جاتی ہیں اور جن کے مکین ان میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہوتے ہیں ان بستیوں کو ہم دو بڑے گروپوں میں تقسیم کرتے ہیں یعنی دیہی بستیاں اور شہری بستیاں۔

دیہات شہروں کی نسبت بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ ان کی آبادی مختلف حالات میں مختلف ہوتی ہے۔ ایسے گاؤں بھی ہوتے ہیں جن میں 10 سے کم لوگ رہتے ہوں اور بعض بڑے گاؤں (خاص طور پر برصغیر پاک و ہند میں) اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ ان کی آبادی 400 ہزار سے تجاوز کر جاتی ہے اس طرح شہر بھی ایک ہزار آبادی سے لے کر ایک کروڑ سے زیادہ آبادی والے ہو سکتے ہیں۔

شہری بستیوں کے تعین کے لیے مختلف ممالک میں اصول وضع کیے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر اٹلی میں ایک شہری بستی کے لیے ضروری ہے کہ اس کے کمانے والوں کی کل تعداد کا 50 فیصد سے زیادہ حصہ غیر زرعی پیشوں سے منسلک ہو۔ پاکستان کے مردم شماری کے ادارے کے مطابق ہر وہ بستی جس کی آبادی 5 ہزار یا اس سے زیادہ ہو اور وہاں ٹاؤن

کمیٹی ہو، شہری بستی کہلاتی ہے۔

انسانی مسکن کی حیثیت سے دیہات اور شہر دونوں کو اہم مقام حاصل ہے۔ دنیا کی تقریباً آدھی آبادی دیہات میں رہتی ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں خاص طور پر دیہی آبادی بہت زیادہ ہے مثلاً پاکستان میں 1981ء کی مردم شماری کے مطابق 50 ہزار سے زائد دیہی بستیاں ہیں جن کی آبادی 6 کروڑ ہے جو کہ کل آبادی کا تقریباً %72 ہے۔

بستیوں کی اقسام (Types of Settlements)

اپنے ظاہری طرز کے اعتبار سے بستیاں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ (1) پھیلی ہوئی بستیاں (Dispersed Settlements) اور (2) مجتمع بستیاں (Nucleated Settlements)

پھیلی ہوئی بستیاں (Dispersed Settlements) :- یہ دیہی بستیوں کی ایک قسم ہے جو ایک مکان پر مشتمل ہوتی ہے مثلاً امریکہ کے کسانوں کی بستیاں جنھیں (Farmstead) کہا جاتا ہے۔ اس قسم کی بستیاں مخصوص حالات میں وجود میں آتی ہیں۔
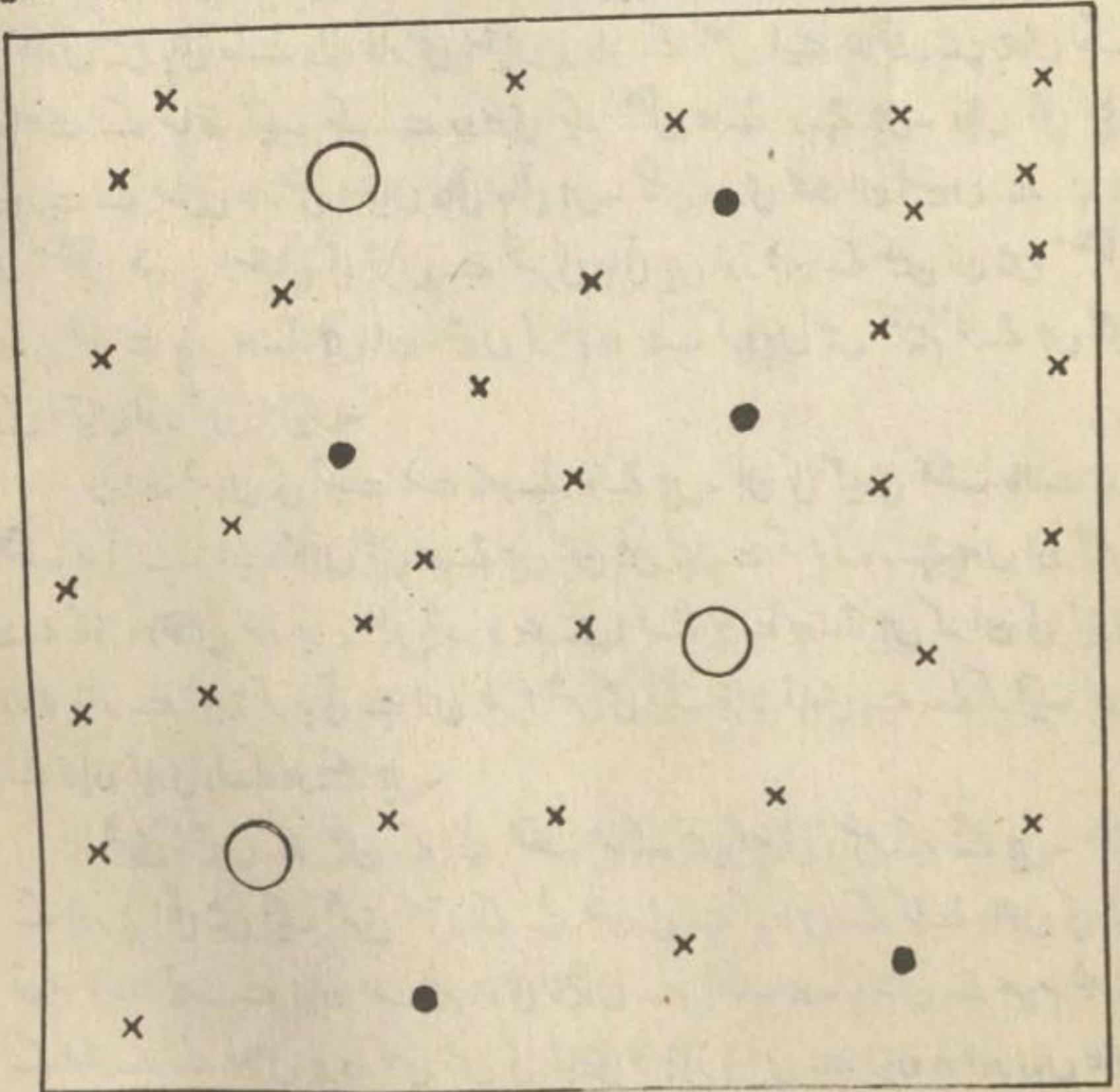
(دیکھئے شکل نمبر 4.1) مثال کے طور پر مندرجہ ذیل حالات میں ایسی بستیاں وجود میں آتی ہیں۔

1- پہاڑی علاقوں میں جہاں ڈھلان کے ساتھ مکانات بنائے جاتے ہیں عموماً" ہموار جگہوں کی کمی ہوتی ہے اس لیے مجبوراً" کاشت کار اپنی زمینوں پر علٰحدہ گھر بناتے ہیں۔

2- ایسے ممالک جو گزشتہ چار پانچ سو سالوں کے دوران دریافت ہوئے ہیں مثلاً امریکہ اور آسٹریلیا وہاں آبادی زیادہ گنجان نہیں ہے ان ممالک میں کاشت کاروں کے پاس وسیع علاقے ہوتے ہیں جن پر وہ اپنے لیے علٰحدہ علٰحدہ گھر بناتے ہیں۔

3- بعض میدانی علاقوں میں جہاں پر امن ماحول رہا ہو اور باہر سے دشمنوں کے حملوں کا خوف نہ ہو نیز پانی اور دوسری ضروریات زندگی وافر مقدار میں موجود ہوں کبھی کبھی وہاں بھی پھیلی ہوئی بستیاں وجود میں آتی ہیں۔

یہ بستیاں علٰحدہ علٰحدہ گھروں پر مشتمل ہوتی ہیں جن میں علٰحدہ علٰحدہ کنبے آباد ہوتے ہیں۔ ان میں نہ دکانیں ہوتی ہیں' نہ سکول اور نہ کوئی شفاخانہ وغیرہ۔ اس لیے اس طرح پھیلی ہوئی بستیوں کے لیے یہ اہم مسئلہ ہوتا ہے کہ ان کے مکینوں کے لیے مشترک سکول' مسجد' شفاخانہ' دکان وغیرہ لوازمات تک پہنچنے کے لیے بڑے فاصلے طے کرنے پڑتے ہیں۔ خاص طور پر پہاڑی علاقوں میں جہاں اس قسم کی بستیاں زیادہ پائی جاتی ہیں اور سردیوں میں بہت برف پڑتی ہے۔ ایک مقام سے دوسرے مقام کو جانا بے حد مشکل ہو جاتا ہے۔

(2) مجتمع یا مشترک مرکز والی بستیاں (Nucleated Settlements)

ان میں مکانات ایک دوسرے سے اس قدر قریب بنائے جاتے ہیں کہ یہ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے لگتے ہیں۔ عام طور پر اس قسم کی بستیوں میں مکانات کسی خاص مرکزی نشان (Feature) مثلاً مسجد' گرجا' بازار' جھیل یا صحن کے گرد بنے ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ نشان ان بستیوں میں مرکزے (Nuclus) کا کام انجام دیتے ہیں اس لیے ان کو مشترک مرکز والی جڑی بستیاں بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ بستیاں دیہی بھی ہوتی ہیں اور شہری بھی۔

(الف) دیہی بستیاں :- دیہی مجتمع یا مشترک مرکز والی بستیوں کو عرف عام میں گاؤں (Village) کہتے ہیں۔ ان میں بہت چھوٹی بستیاں جن میں چند گھر اور دو تین دکانیں ہوں چھوٹا گاؤں (Hamlet) کہلاتی ہیں۔ (شکل نمبر 4.2) جب کہ بڑی بستی میں بہت سے کچے پکے مکان بنے ہوتے ہیں۔ یہ مکانات بالعموم ایک منزلہ ہوتے ہیں گو کہ بعض مخصوص
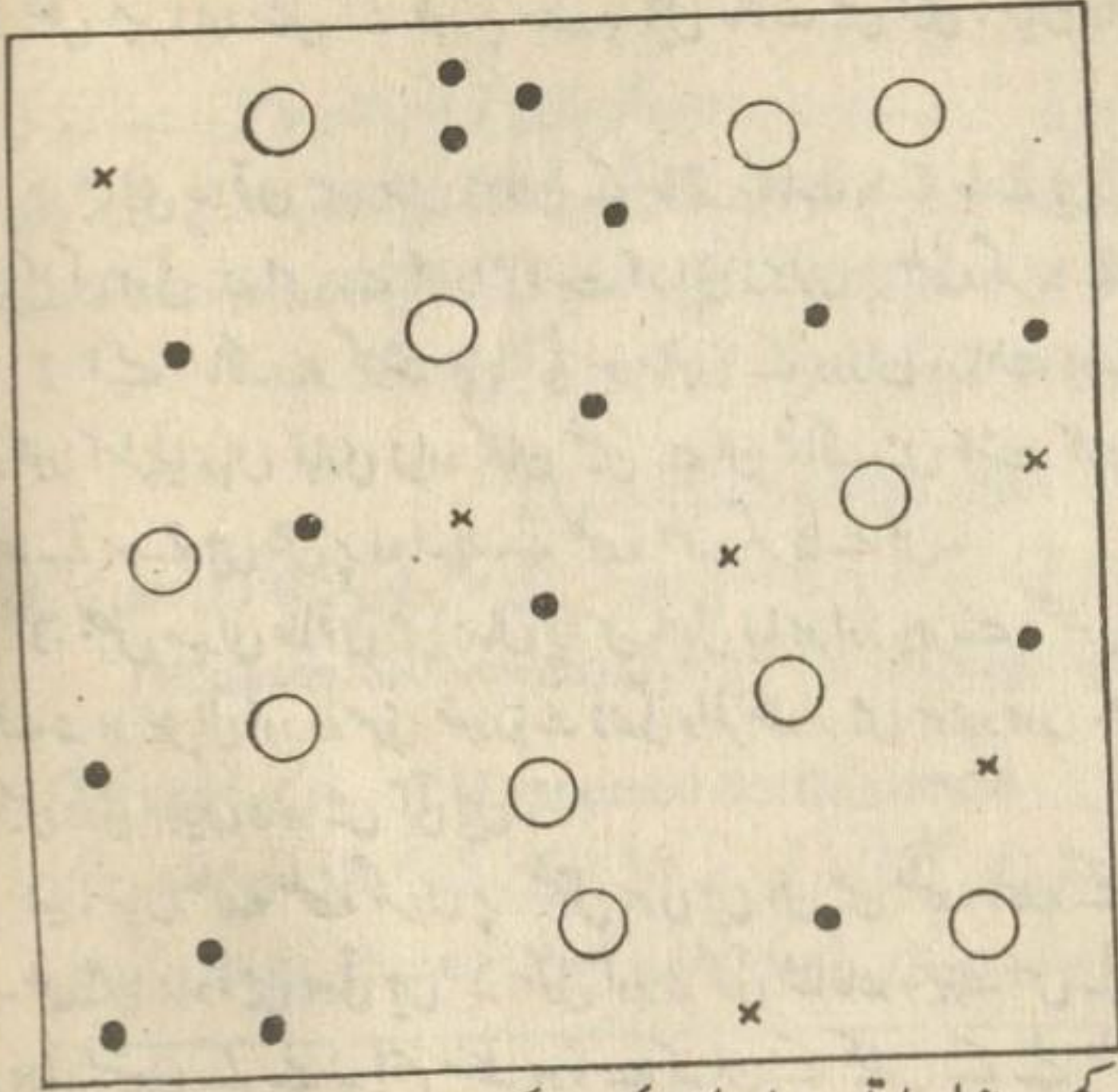
حالات میں کچھ دو منزلہ یا تین منزلہ مکان بھی ہو سکتے ہیں۔

اس قسم کی بستیوں کے وجود میں آنے کے کئی اسباب ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر پانی کی دستیابی یا نایابی کے بستیوں پر اہم اثرات مرتب ہوتے ہیں یعنی جہاں بھی پانی کی دستیابی کسی خاص مقام کے ساتھ مخصوص ہو وہاں بستیوں کے مجتمع ہونے کا سبب بنتا ہے ورنہ مکانات پھیلے ہوئے طرز پر بھی بنائے جا سکتے ہیں۔ بعض حالات میں ضرورت تحفظ کی بنا پر بھی لوگ ایک جگہ مکانات بنانے کو ترجیح دیتے ہیں یا روزگار کے وسائل مثلاً معدنیات کی کانیں یا زرخیز زمین ایک خاص جگہ مرکوز ہوں تو لوگ بھی ایسی جگہوں پر اکٹھا ہو کر مکانات تعمیر کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس طرح ایک قبیلے سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی عموماً ایک ہی مقام پر مجتمع ہو کر بستی بنانے کو ترجیح دیتے ہیں۔

مجتمع بستیاں طبعی حالات کے علاوہ معاشی اسباب کا بھی مرہون منت ہوتی ہیں۔ فاصلہ وقت اور خرچہ کے معاشی اصول مجتمع بستیوں پر بھی اثرانداز ہوتے ہیں۔ اس اصول کی بنا پر ایسے دیہات جہاں لوگوں کی زمینیں گردا گرد تمام اطراف میں پھیلی ہوئی ہوں کاشت کار اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ سب مل کر کسی درمیانی جگہ پر اپنے مکانات تعمیر کریں تاکہ ان کو اپنے کھیتوں تک جانے آنے کا مساوی فاصلہ طے کرنا پڑے جس سے وقت اور پیسے کا ضیاع نہ ہو۔

بستیوں کے ظاہری طرز کے سلسلے میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی بھی دو بستیوں کی بناوٹ ایک جیسی تو ہو سکتی ہے لیکن ضروری نہیں کہ ان کے اسباب بھی ایک جیسے ہوں۔ اس طرح جو دو بستیاں ایک ہی طرح کے قدرتی حالات کے تحت نشو و نما پا کے وجود میں آ گئی ہوں اپنے طرز بناوٹ کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہو سکتے ہیں۔ اس لیے مختلف حالات میں مختلف شکلیں بنتی ہیں چند ایک مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں :-

(الف) دیہی بستیاں :

(1) کھلی کندیوں میں بٹی ہوئی بستیاں (Loose Knit fragmented Villages) :-
اس میں ایک بستی مختلف کندیوں (ٹکڑیوں) میں بٹی ہوئی ہوتی ہے جو بے ترتیبی سے وسیع علاقے میں پھیلی ہوتی ہیں۔ یہ کندیاں نہ اتنی دور ہوتی ہیں کہ ان کو علیٰحدہ علیٰحدہ بستیاں قرار دی جا سکیں اور نہ اس قدر جڑی ہوئی کہ ایک مجتمع بستی نظر آئیں۔ ان کے اس طرح بننے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہر کندی کا الگ الگ قبیلے سے تعلق ہو۔ جنھوں نے اپنی پسند کے مطابق علیٰحدہ علیٰحدہ جگہ اپنے اپنے لیے منتخب کی ہوں۔ ایسی کھلی کندی والی بستی کا کوئی مشترک سردار نہیں ہوتا اور نہ ہی ان میں آپس میں کسی قسم کی یگانگت یا یکجہتی ہوتی ہے ایک بستی کی حدود کے اندر ان کندیوں میں رہنے کی وجہ شاید یہ بھی ہو کہ وہ اس علاقے کے بعض مشترک سہولتوں مثلاً چراگاہ، جنگل، چشمہ، نہر، سڑک وغیرہ کا استعمال کرتے ہوں۔ پاکستان کے شمالی علاقوں میں خاص طور پر اس قسم کی بستیاں عام ملتی ہیں۔ انگلستان میں بھی اسی قسم کی بستیاں ملتی ہیں۔ (شکل 4.3)

(2) مشترک مرکز والی جڑی بستیاں (Nucleated Villages) :- اس قسم کی بستیوں میں مکانات ایک دوسرے سے ملے ہوئے یا بہت نزدیک ہوتے ہیں اور ان میں جائے رہائش اور کھیتوں میں حد بندی واضح ہوتی ہے۔ عام طور پر اس قسم کی بستیوں کا مرکزی نقطہ وہ سڑکیں ہوتی ہیں جہاں سے یہ شروع ہوتی ہیں چنانچہ ان کی شکل اس طرح بنتی ہے جس طرح وہ سڑک ہو مثلاً چوراستہ ہو تو قینچی کی شکل کا، سہ راہ ہو تو T یا Y شکل کا، اگر زیادہ جنکشن ہو تو ستارے کی شکل وغیرہ، یعنی بعض جگہوں میں بے ترتیب انداز میں بننے کی وجہ سے بے ڈھنگی شکل بھی بن جاتی ہیں۔

اس قسم کی بستیاں تجارتی ضروریات یا تحفظ کی وجہ سے زیادہ وجود میں آتی ہیں۔ یورپ میں اس قسم کی بستیاں عام طور پر ایسے زرعی نظام میں موجود ہیں جن میں مخصوص

کھلی کندیوں میں بنی ہوئی بستیاں
(شکل نمبر 43)

مشترک مرکز والی بڑی بستیاں
(شکل نمبر 4.4)
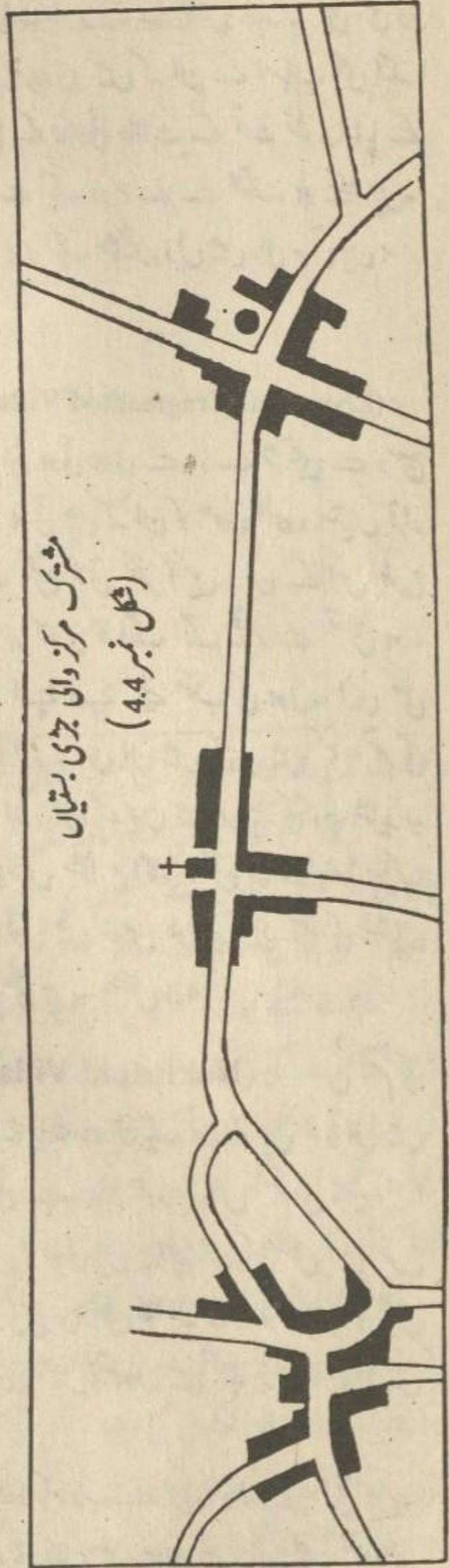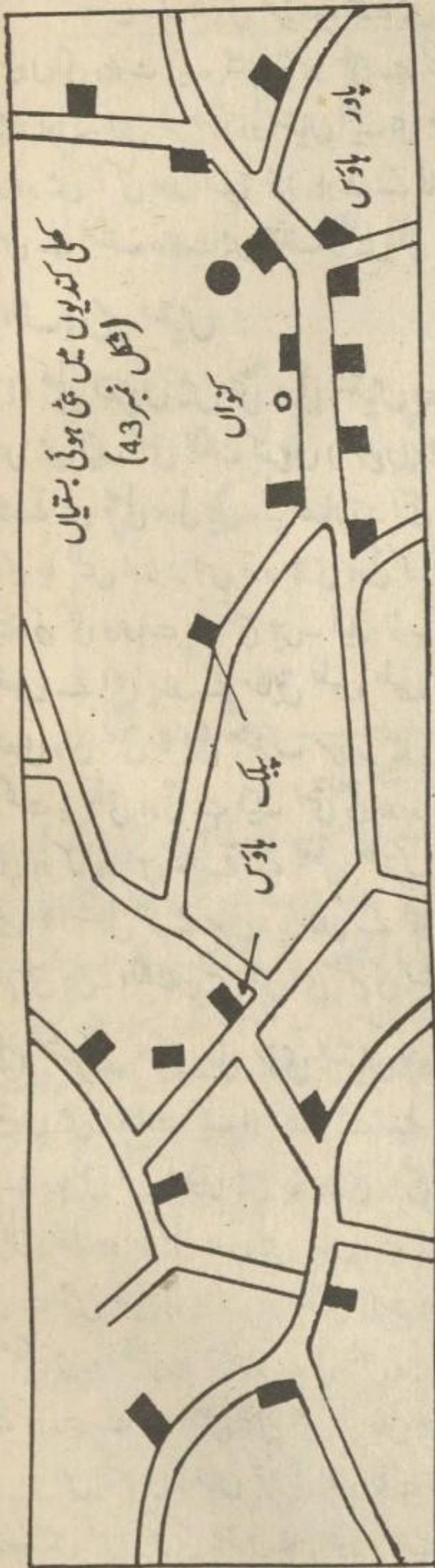
قبائلی گروہ کو مل کر بہت زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ انگلستان، جرمنی، پولینڈ، ہنگری میں اس قسم کی بستیاں بہت ملتی ہیں۔ پاکستان کے میدانی علاقوں میں بھی اس کی مثالیں مل سکتی ہیں جس کی وجہ ضرورت، تحفظ، زرعی، معیشت، مشترک قبائلی گروہ کی آبادی وغیرہ کے عوامل شامل ہیں۔ (شکل 4.4)

(3) لمبوتری بستیاں (Linear Villages) :- یہ لمبوتری شکل کی ہوتی ہیں جو کسی سڑک کے ساتھ یا کسی دریا یا نہر کے کنارے یا کسی پہاڑ کے دامن کے ساتھ لمبوتری شکل میں بنی ہوں۔ ان کی لمبائی کئی کلومیٹر تک ہو سکتی ہے۔ لیکن چوڑائی مختصر۔ وسطی یورپ اور کینیڈا میں ایسی مثالیں بہت ملتی ہیں۔ پاکستان میں بھی بعض جگہوں میں سڑکوں کے ساتھ اور پہاڑی علاقوں میں دامن کوہ کے ساتھ ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ (شکل 4.5)

(4) کھلے میدان والی بستیاں (Open Space Villages) :- یہ مجتمع بستیوں کی ایک اور شکل ہے ان میں بستی کے درمیان کھلی جگہ ہوتی ہے۔ جس کے گردا گرد بستی کے مکان ایک دوسرے سے جڑے ہوئے بنائے جاتے ہیں۔ یہ کھلی جگہ یا تو میدان ہو سکتا ہے یا تالاب یا کوئی عبادت گاہ۔ انگلستان میں اس قسم کی بستیاں عام طور پر کسی سبزہ زار کے گرد بنی ہوتی ہیں جنھیں سبزہ زار والے دیہات (Green Villages) کا نام دیتے ہیں۔ (شکل 4.6، 4.7)

(5) دوہری بستیاں (Double Villages) :- مجتمع بستیوں کی ایک صورت دوہری بستیاں ہیں۔ (شکل نمبر 4.8) جو عموماً دو متوازی بستیوں کی شکل میں وجود میں آتی ہیں۔ عموماً اس قسم کی بستیاں کسی پل کے دونوں طرف بنتی ہیں۔ کبھی کسی پہاڑی کی ڈھلان کے ساتھ اوپر اور نیچے دو قطاروں میں وجود میں آتی ہیں۔ اس قسم کی دوہری بستیوں کا نام عموماً مشترک ہوتا ہے البتہ فرق کرنے کے لیے ان کے نام کے ساتھ "بالا" (Upper)، "زیریں" (Lower)، "مشرقی" (Eastern) یا "غربی" (Western) وغیرہ کے الفاظ لگائے جاتے ہیں۔

(ب) شہری بستیاں (Urban Settlements) :- شہری بستیاں مجتمع بستیوں کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہیں کیونکہ یہاں ایک بہت بڑے رقبے میں مکانات ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تعمیر کیے جاتے ہیں جیسے پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ شہری بستیاں بھی دیہی بستیوں

لمبوتری بستیاں
(شکل نمبر 4.5)
دریا
فٹ پاتھ
کھلے میدان والی بستیاں
(شکل نمبر 4.6)
مارکیٹ کی جگہ
تالاب
سبز گاؤں
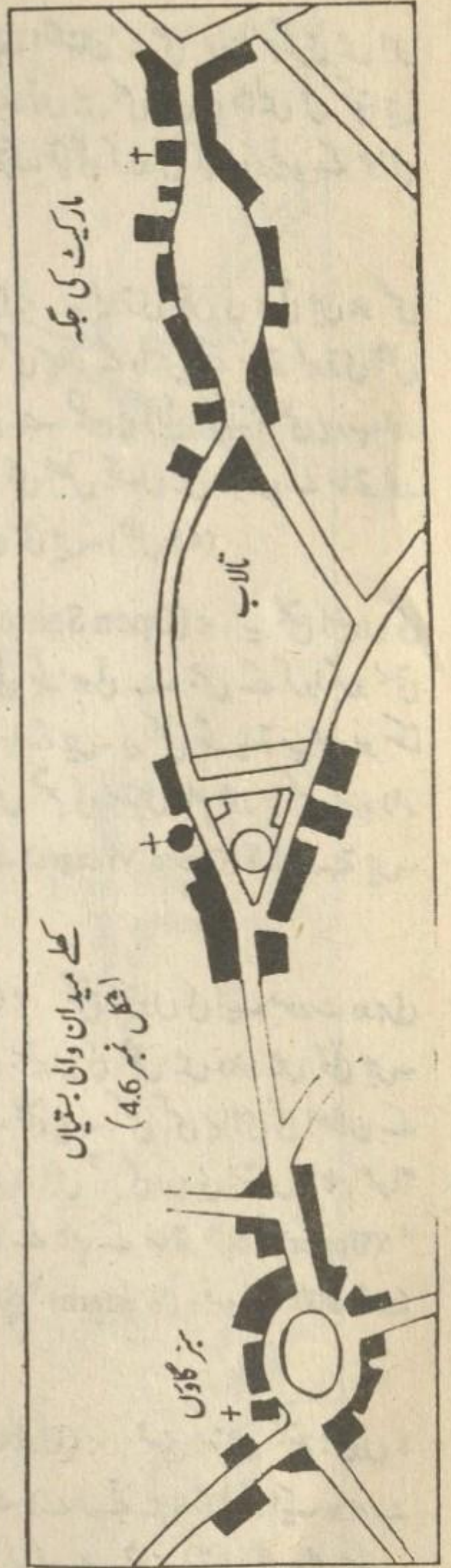
انگلش سبزہ زار والا گاؤں
(شکل نمبر 4.7)
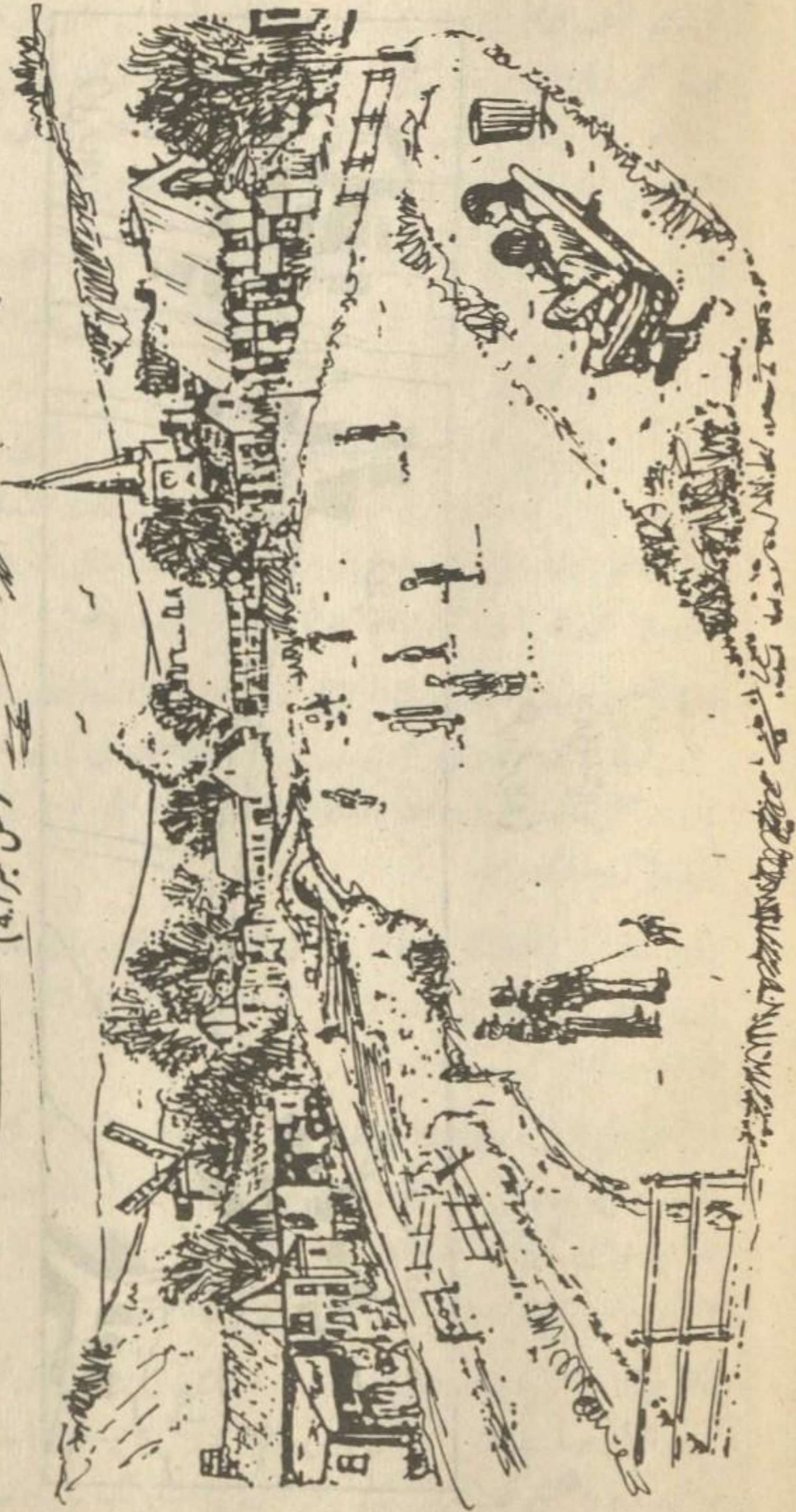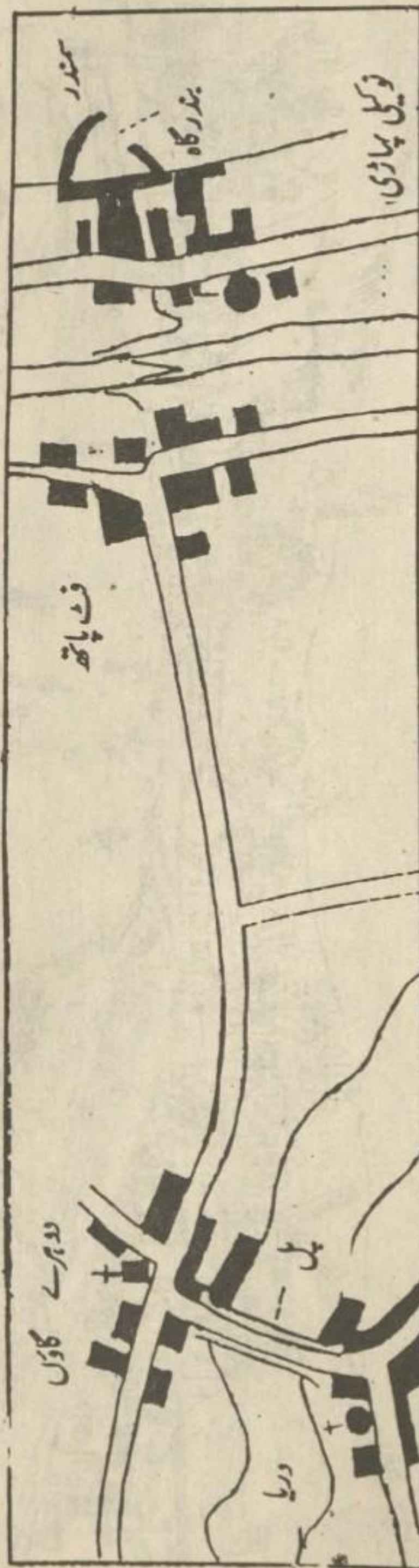
دوہری بستیاں
(شکل نمبر 4.8)

کی مانند مختلف انداز میں وجود میں آتی ہیں۔ بعض شہر مکمل منصوبہ بندی کے تحت بنے ہیں۔ بعض دیہی بستیوں کے پھیلنے اور بڑھنے کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں۔ کئی شہر بہت سے شہروں کے پھیلنے سے اور ایک دوسرے سے ملنے کے باعث وجود میں آئے۔ اس طرح مختصر طور پر شہری بستیوں کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں:-

(1) **بغیر منصوبہ بندی کے بنے ہوئے شہر (Unplanned Towns)** :- یہ شہر پرانے دیہات اور قصبات کے پھیلنے اور بڑھنے کے باعث بے ترتیب انداز میں وجود میں آئے ہیں۔ ان کی گلیاں تنگ اور ٹیڑھی ہوتی ہیں۔

(2) **شینٹی قصبات (Shanty Towns)** :- شہروں کے گرد لوگوں نے ناجائز قبضہ کر کے کچی بستیاں تعمیر کر کے اس قسم کے قصبات کو وجود دیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کو قانونی حیثیت دی جاتی ہے اور دوبارہ کسی قدر منصوبہ بندی سے بنانے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن جو غلط بنیاد پڑی ہوتی ہے اس کا ازالہ نہیں ہو پاتا۔

(3) **منصوبہ بندی کے ذریعے توسیع شدہ شہر (Planned Expanded Cities)** :- کئی پرانے شہروں کو بعد میں منصوبہ بندی کے ذریعے وسعت دی گئی اور ان کے اندر گلیوں میں جو بعض بے ترتیبیاں (Irregularities) تھیں ان کو ٹھیک کر دیا گیا۔ مثال کے طور پر ایڈنبرا، کیپ ٹاؤن وغیرہ۔

(4) **نئے شہر (New Cities)** :- کئی شہر باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت بنائے گئے ہیں۔ جیسے اسلام آباد (پاکستان)، (شکل نمبر 4.9) واشنگٹن (یو۔ایس۔اے)، چندی گڑھ (بھارت) وغیرہ۔

(5) **عروس البلاد (Conurbation)** :- بعض اوقات ایک شہر پھیل کر کئی دوسرے شہروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ ایسے توسیع شدہ شہر کو (Conurbation) کا نام دیا جاتا ہے۔ اس قسم کے شہروں میں عظیم لندن (Greater London) برطانیہ میں، شکاگو یو-ایس-اے میں اور رور (Ruhr) جرمنی میں قابل ذکر ہیں۔

(6) **میگالا پولیس (Megalapolis)** :- اس میں کئی بڑے شہروں اور عروس البلاد کا مجموعہ شامل ہوتا ہے۔ اس قسم کے شہر کی مثال شمال مشرقی یو-ایس-اے میں ہے۔ جہاں بوسٹن سے واشنگٹن تک تقریباً ایک ہزار کلومیٹر کی لمبائی تک ملے ہوئے شہری علاقوں کا
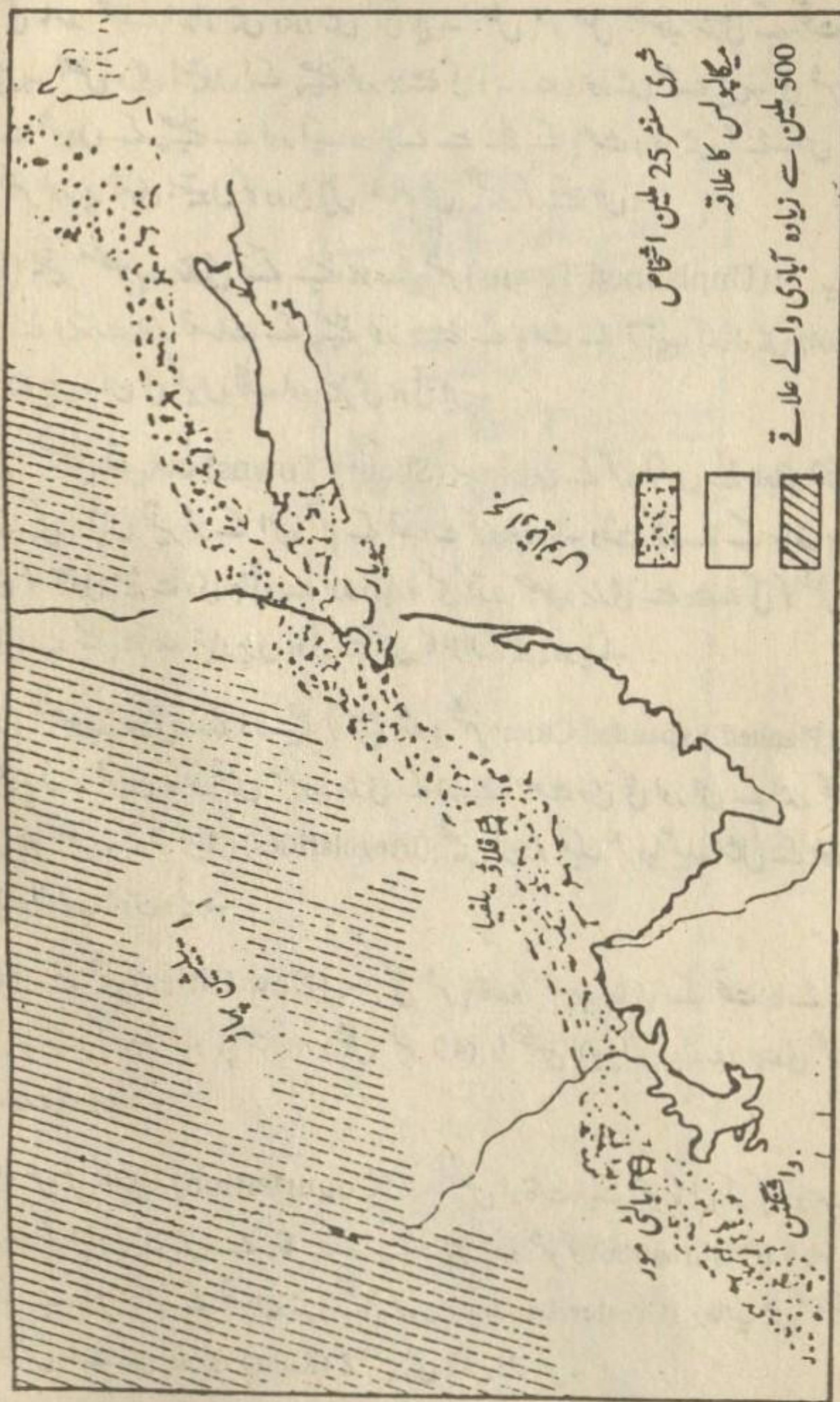
میگاپولیس (شمال مشرقی یو ایس اے) (نقشہ نمبر 4.10)

سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ (شکل نمبر4.10)

ساخت (Form of Settlements)

ساخت (Form) سے مراد کسی بستی کا اندرونی ڈھانچہ' اس میں اس بات کی نشاندہی کی جاتی ہے کہ بستی میں مختلف نوعیت کے علاقے مثلاً رہائشی علاقے' تجارتی علاقے' دفاتر' صنعتی علاقے اور نواحی علاقے کہاں کہاں اور کس ترتیب سے واقع ہیں۔

دیہی بستیاں :- ترقی پزیر ممالک میں دیہی بستیوں کی اندرونی ساخت انتہائی سادہ ہے۔ ایک اندرونی سڑک پر چند دکانیں اور ان کے دونوں طرف کچے پکے مکانات ہوتے ہیں۔ یہ مکانات بالعموم یک منزلہ ہوتے ہیں۔ مکانوں کی قطاروں کے درمیان تنگ گلیاں ہوتی ہیں۔ جن کی گزرگاہ بھی کچے راستوں کی صورت میں ہوتی ہیں۔ اندرونی سڑک سے کچھ ہی فاصلہ پر ہرجانب مکانوں کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

ان بستیوں میں مکان بنانے کے لیے عام طور پر مٹی اور مقامی طور پر دستیاب لکڑی اور پتھر کا استعمال ہوتا ہے۔ پہاڑی علاقوں میں جہاں پتھر آسانی سے دستیاب ہوتا ہے وہاں مٹی کی جگہ پتھروں کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ آج کل کہیں کہیں دیہی بستیوں میں بھی پکے مکانات اور لوہے کی چادر کی چھت والے گھر نظر آنے لگے ہیں۔ دو منزلہ مکانات دیہات میں شاذ و نادر ہی نظر آتے ہیں۔ ترقی یافتہ علاقوں کی دیہی بستیاں اپنی ساخت میں چھوٹے شہروں سے ملتی جلتی ہیں۔ پکے مکان' پکی اور صاف گلیاں اور ہر قسم کی سہولیات ان کو میسر ہوتی ہیں۔ اس لیے ان علاقوں میں کچھ لوگ شہری زندگی کو خیرباد کہہ کر گاؤں میں آباد ہونے لگے ہیں۔

شہری بستیاں :- شہروں کی اندرونی ساخت کہیں زیادہ پیچیدہ ہوتی ہے۔ اس میں رہائشی علاقوں کے علاوہ تجارتی علاقے اور کہیں کہیں صنعتی علاقے بھی نمایاں ہوتے ہیں۔ شہروں کے اندرونی حصہ میں تجارتی علاقہ ہوتا ہے اس میں بڑے بڑے کاروباری ادارے' دفاتر اور کئی منزلہ اونچی عمارتیں ہوتی ہیں۔ ترقی پذیر ممالک کے شہروں میں اندرونی حصہ بہت گنجان آباد ہوتا ہے۔ اندرونی تجارتی علاقہ کے چاروں طرف رہائشی علاقہ ہوتا ہے۔ رہائشی علاقہ ختم ہونے پر شہر کا نواحی علاقہ (Suburb) شروع ہو جاتا ہے۔ نواحی علاقہ میں شہر کی نواحی بستیاں ہوتی ہیں۔ ان میں وسیع و عریض یک منزلہ مکانوں پر مشتمل رہائشی علاقے ہوتے ہیں۔ بعض شہروں کے نواحی علاقوں میں کارخانے لگائے جاتے ہیں۔ (شکل نمبر4.11)

سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ (شکل نمبر4.10)

ساخت (Form of Settlements)

ساخت (Form) سے مراد کسی بستی کا اندرونی ڈھانچہ' اس میں اس بات کی نشاندہی کی جاتی ہے کہ بستی میں مختلف نوعیت کے علاقے مثلاً رہائشی علاقے' تجارتی علاقے' دفاتر' صنعتی علاقے اور نواحی علاقے کہاں کہاں اور کس ترتیب سے واقع ہیں۔

دیہی بستیاں :- ترقی پزیر ممالک میں دیہی بستیوں کی اندرونی ساخت انتہائی سادہ ہے۔ ایک اندرونی سڑک پر چند دکانیں اور ان کے دونوں طرف کچے پکے مکانات ہوتے ہیں۔ یہ مکانات بالعموم یک منزلہ ہوتے ہیں۔ مکانوں کی قطاروں کے درمیان تنگ گلیاں ہوتی ہیں۔ جن کی گزرگاہ بھی کچے راستوں کی صورت میں ہوتی ہیں۔ اندرونی سڑک سے کچھ ہی فاصلہ پر ہر جانب مکانوں کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

ان بستیوں میں مکان بنانے کے لیے عام طور پر مٹی اور مقامی طور پر دستیاب لکڑی اور پتھر کا استعمال ہوتا ہے۔ پہاڑی علاقوں میں جہاں پتھر آسانی سے دستیاب ہوتا ہے وہاں مٹی کی جگہ پتھروں کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ آج کل کہیں کہیں دیہی بستیوں میں بھی پکے مکانات اور لوہے کی چادر کی چھت والے گھر نظر آنے لگے ہیں۔ دو منزلہ مکانات دیہات میں شاذ و نادر ہی نظر آتے ہیں۔ ترقی یافتہ علاقوں کی دیہی بستیاں اپنی ساخت میں چھوٹے شہروں سے ملتی جلتی ہیں۔ پکے مکان' پکی اور صاف گلیاں اور ہر قسم کی سہولیات ان کو میسر ہوتی ہیں۔ اس لیے ان علاقوں میں کچھ لوگ شہری زندگی کو خیرباد کہہ کر گاؤں میں آباد ہونے لگے ہیں۔

شہری بستیاں :- شہروں کی اندرونی ساخت کہیں زیادہ پیچیدہ ہوتی ہے۔ اس میں رہائشی علاقوں کے علاوہ تجارتی علاقے اور کہیں کہیں صنعتی علاقے بھی نمایاں ہوتے ہیں۔ شہروں کے اندرونی حصہ میں تجارتی علاقہ ہوتا ہے اس میں بڑے بڑے کاروباری ادارے' دفاتر اور کئی منزلہ اونچی عمارتیں ہوتی ہیں۔ ترقی پذیر ممالک کے شہروں میں اندرونی حصہ بہت گنجان آباد ہوتا ہے۔ اندرونی تجارتی علاقہ کے چاروں طرف رہائشی علاقہ ہوتا ہے۔ رہائشی علاقہ ختم ہونے پر شہر کا نواحی علاقہ (Suburb) شروع ہو جاتا ہے۔ نواحی علاقہ میں شہر کی نواحی بستیاں ہوتی ہیں۔ ان میں وسیع و عریض یک منزلہ مکانوں پر مشتمل رہائشی علاقے ہوتے ہیں۔ بعض شہروں کے نواحی علاقوں میں کارخانے لگائے جاتے ہیں۔ (شکل نمبر4.11)

1
2
3
4
5
1- مرکزی تجارت کے اضلاع
2- تبدیلی پذیر علاقے
3- خود مختار کام کرنے والوں کے گھر

(شکل نمبر 4.11)
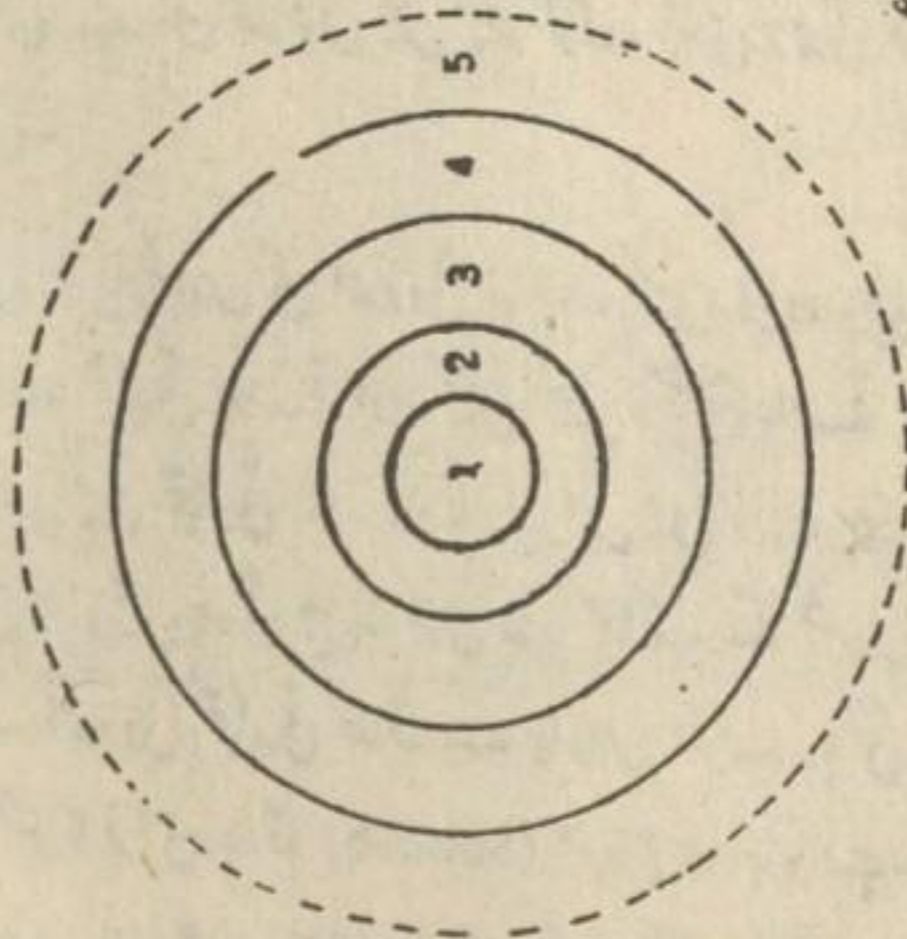
بعض شہروں کی ساخت سے وہاں کی تاریخ اور روایات کی عکاسی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر شمالی افریقہ میں شہر کا پرانا حصہ جس کو مدینہ کا نام دیا جاتا ہے ایک دیوار کے اندر محصور ہوتا ہے۔ مسجدیں، بازار، رہائشی علاقے اس کی خاص خصوصیات ہیں۔ شہر کی گلیاں تنگ اور آگے جا کر بند ہو جاتی ہیں۔ یہ شہر دسویں صدی سے پہلے عرب مسلمانوں کے ہاتھوں تعمیر ہوئے تھے۔ شہر کا جدید حصہ یورپین طرز کی نمائندگی کرتا ہے۔

پاکستان میں بھی انگریزی دور میں تعمیر ہونے والے علاقے شہر کے پرانے علاقوں سے مختلف نظر آتے ہیں۔ پرانے علاقے نسبتاً گنجان آباد ہیں۔ ان میں تنگ گلیاں اور ٹیڑھی میڑھی سڑکیں عام ہیں۔ جب کہ انگریزوں کی تعمیر کردہ فوجی چھاؤنیاں، ریلوے کالونی اور سول لائنز میں کشادہ سڑکیں، بڑے بڑے بنگلہ نما مکانات اور کم آبادی ہوتی ہے۔

بستیوں کا فنکشن یا کام (Function of Settlements):- معاشی سرگرمیاں انسانی زندگی کے اہم جزو ہیں۔ اس لیے جن بستیوں میں وہ سکونت پذیر ہوتا ہے ان کے کئی معاشی پہلو ہوتے ہیں جو انسان کے روزمرہ کی معاشی زندگی میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ دیہی بستیوں میں چونکہ زندگی سادہ ہے معیشت سے متعلق سرگرمیاں بھی محدود ہوتی ہیں۔ اس لیے ان بستیوں کے کام اس قدر پیچیدہ اور گوناگوں نہیں ہو سکتے جتنے شہری بستیوں کے ہو سکتے ہیں۔ ذیل میں دیہی اور شہری بستیوں کے فنکشن یا کام کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔

دیہی بستیاں:- دیہی بستیوں میں رہنے والوں کا تعلق ایسے پیشوں سے ہوتا ہے جو ابتدائی سرگرمیوں کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں مثلاً کاشتکاری، کان کنی، جنگلات، مویشی پالنا وغیرہ۔ دنیا میں زیادہ تر دیہات کا دار و مدار زراعت پر ہے۔ ایسے دیہات میں چونکہ زراعت کے لیے لازمی مال مویشی پالنے کے لیے چراگاہ، گھریلو ایندھن کی ضروریات کے لیے جنگل کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے جہاں تک ممکن ہو گاؤں والے اپنی زمینوں کا استعمال اس طرح کرتے ہیں کہ ان ضروریات کے لیے گنجائش نکل سکے۔ بعض علاقوں میں قدرتی جنگلات اور چراگاہ کے بڑے رقبے موجود ہوتے ہیں جن کو زرعی زمینوں کے علاوہ مختلف معاشی ضرورتوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ چونکہ زرعی زمینیں لوگوں کا اہم اثاثہ ہوتے ہیں اس لیے کاشت کاروں کو ہر وقت یہ فکر لاحق رہتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح زرخیز زمینوں کی حفاظت کی جا سکے۔ اس لیے عموماً گھروں کو ایسی جگہوں پر تعمیر کرتے ہیں جو کم زرخیز

-6
-7
-8

ہوں۔

ماہی گیروں کے دیہات عام طور پر دریاؤں اور جھیلوں کے کنارے پر آباد ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کی معیشت کا انحصار چونکہ ماہی گیری پر ہوتا ہے اس لیے ایسے کئی لوگ دریاؤں اور جھیلوں کے کناروں پر بنی ہوئی جھونپڑیوں یا کشتیوں میں رہتے ہیں۔ بنگلہ دیش میں اس قسم کی بستیاں عام ہیں۔ اسی طرح پاکستان میں منچھر جھیل کے ساتھ اس قسم کی بستیاں ہیں۔ اسی طرح کان کنی اور جنگل بانی سے وابستہ لوگ اپنے متعلقہ معاشی وسائل کے مطابق اپنی بستیوں کو فروغ دیتے ہیں۔

شہری بستیاں :- معاشی افعال کے اعتبار سے شہروں کی درج ذیل قسمیں ہیں۔

(الف) مرکزی مقام والے شہر (Central Place Cities) :- یہ وہ شہر ہیں جو گرد و نواح کے علاقوں کے لیے انتظامیہ، ثقافت، صحت، کاروبار، صنعت وغیرہ امور سے متعلق مرکزی خدمات مہیا کرتے ہیں۔ ایسے شہروں کو منڈی شہر کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ پاکستان میں اکثر شہر اسی نوع کے ہوتے ہیں۔

(ب) نقل و حمل کے شہر (Transport Cities) :- یہ مختلف ذرائع آمد و رفت مثلاً ریل، شاہراہ اور آبی شاہراہ کی مناسبت سے اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ جیسے بندرگاہ والے شہر مثلاً کراچی، بمبئی وغیرہ، ریلوے جنکشن مثلاً روہڑی، خانیوال وغیرہ

(ج) مخصوص کام والے شہر (Specialized Function Cities) :- ان میں ایسے شہر شامل ہیں جو کسی خصوصی عمل کی وجہ سے اہمیت اختیار کر لیتے ہیں مثلاً کوئی خصوصی صنعتی شہر جیسے امان گڑھ یا کالا شاہ کاکو یا تفریحی شہر جیسے مری یا تعلیمی مرکز جیسے جام شورو، مذہبی شہر جیسے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ، دارالحکومت جیسے اسلام آباد وغیرہ۔

سوالات

-1 جغرافیہ میں انسانی بستیوں کی اہمیت پر نوٹ لکھیے۔
-2 دیہی بستیوں کی اقسام پر نوٹ لکھیے۔
-3 شہری بستیوں کی اقسام بیان کیجیے۔
-4 مجتمع بستیاں کیا ہوتی ہیں؟ مضمون لکھیے۔
-5 دیہی مجتمع بستیوں کی قسمیں بیان کیجیے۔

باب پانچواں

خطی جغرافیہ

تعارف

علم جغرافیہ کی دو بڑی شاخوں یعنی طبعی جغرافیہ اور انسانی جغرافیہ کے علاوہ ایک اور اہم شاخ بھی ہے جس کو خطی جغرافیہ (Regional Geography) کہتے ہیں زمین پر ہر جگہ طبعی ثقافتی ماحول ایک جیسا نہیں ہے اس لیے تفصیلی جائزہ پیش کرنے کے لیے دنیا کو ایسے خطوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جن میں کوئی نہ کوئی قدر مشترک ہو چنانچہ اس مقصد کے لیے دنیا کو مختلف خطوں میں کسی بھی بنیاد کے تحت تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً آب و ہوا پر مبنی خطے مثلاً استوائی خطے مون سونی خطے وغیرہ۔ اس طرح معاشی اور ثقافتی بنیاد پر مبنی خطے بھی بنائے جا سکتے ہیں۔ جیسے صنعتی خطے، زرعی خطے، معاشی خطے اور زبانوں مذاہب اور نسلوں وغیرہ پر مبنی خطے جو ثقافتی خطے شمار ہوتے ہیں۔

آنے والے صفحات میں ہم نے دنیا کو مختلف بنیادوں پر مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کر کے بحث کی ہے۔

1- جنوب مشرقی ایشیا　2- جنوبی ایشیا　3- جنوب مغربی ایشیا
4- مشرقی ایشیا　5- روس، وسط ایشیا اور مشرقی یورپ کے ممالک
6- مغربی یورپ　7- اینگلو امریکہ　8- لاطینی امریکہ
9- افریقہ　10- آسٹریلیا

جنوب مشرقی ایشیا

جنوب مشرقی ایشیا براعظم ایشیا کے اس حصہ کا نام ہے جو برصغیر پاک و ہند کے مشرق میں اور چین کے جنوب میں واقع ہے۔

اس خطے میں شامل ممالک کے نام، ان کا رقبہ نیز ان کے دارالخلافوں کے نام ذیل میں دیئے گئے ہیں؟

نام ممالک	رقبہ (مربع کلومیٹر)	صدر مقام
برما	676577	رنگون
تھائی لینڈ	513115	بنکاک
لاؤس	236801	وین ٹین
ویت نام	329567	ہنوئی
کمپوچیا	181036	نوم پنہہ
ملائیشیا	329745	کوالالمپور
سنگاپور	641	سنگاپور
انڈونیشیا	1919443	جکارتہ
فلپائن	299999	منیلا
برونائی دارالسلام	5765	بندر سری بھگوان

یہ تمام ممالک سوائے تھائی لینڈ مغربی طاقتوں خصوصاً" برطانیہ فرانس' امریکہ اور ہالینڈ کی نو آبادیاں رہ چکے ہیں لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد ایک ایک کر کے آزاد ہو گئے۔ فلپائن 1946ء میں برما 1948ء میں ملائیشیا 1957ء میں سنگاپور 1965ء میں لاؤس اور ویت نام 1954ء میں اور انڈونیشیا 1949ء میں غیر ملکی تسلط سے آزاد ہو گئے۔

طبعی حالات :- مشرق میں نیوگنی سے لے کر مغرب میں جزائر انڈمان تک قوسی صورت کے کوہستانی جزائر پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ جزائر برما کے ارکان یوما پہاڑیوں کے ذریعے کوہ ہمالیہ سے ملے ہوئے ہیں۔ ارکان یوما کی پہاڑیاں ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ شمالاً" جنوباً" پھیلی ہوئی ہیں۔ شمال میں ان کی سطح سمندر سے بلندی 3048 میٹر (10,000 فٹ) تک اور جنوب میں صرف 300 میٹر (تقریباً" 1000 فٹ) رہ جاتی ہے ان پہاڑوں کا تسلسل جنوب میں کیپ نگریس کے قریب ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ یہاں یہ زیر آب آ جاتے ہیں پھر دوبارہ یہ سماٹرا میں انڈو ملائن پہاڑوں کے نظام کی شکل میں نمودار ہو جاتے ہیں۔

انڈوملائن کوہستانی نظام میں شمال سے جنوب اور جنوب مشرق کی جانب سطح سمندر سے بلندی کم ہوتی جاتی ہے صرف ملائیشیا میں ان کی بلندی 2133 میٹر یا اس سے کچھ زیادہ ہو جاتی ہے ملائیشیا کی اونچی چوٹی کا نام تاہان ہے جو 2194 میٹر (7200 فٹ) بلند ہے۔

انڈونیشیا کے جزائر سماٹرا اور جاوا کے پہاڑی سلسلہ کوہ بریسماں کہتے ہیں انڈونیشیا کی سب سے اونچی چوٹی کا نام لاٹیمو جونگ ہے جو سطح سمندر سے 3494 میٹر (11,463 فٹ) بلند ہے۔

جنوب مشرقی ایشیا کے اس کوہستانی سلسلے میں آتش فشانی اور زلزلوں کا عمل جاری رہتا ہے فلپائن میں ایک اندازے کے مطابق تقریباً 12 زندہ آتش فشاں موجود ہیں جبکہ جاوا اور سماٹرا میں 17 زندہ آتش فشاں پہاڑ موجود ہیں جو کسی وقت بھی پھٹ سکتے ہیں۔ 1883ء میں اس طرح کے ایک آتش فشاں پہاڑ کیرا کاٹوا کے پھٹنے سے تقریباً 36,000 لوگ موت کی نذر ہو گئے تھے۔

جنوب مشرقی ایشیا میں جو سطح مرتفع ہیں ان میں برما کی سطح مرتفع جو سطح سمندر سے 1219 میٹر (4000 فٹ) بلند ہے اور تھائی لینڈ اور فلپائن کے کورات اور بکیرنان سطوح مرتفع خاص اہمیت کی حامل ہیں۔

آب و ہوا:۔ آب و ہوا کے لحاظ سے جنوب مشرقی ایشیا کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1- **استوائی خطہ :-** جو 7 ڈگری شمال اور جنوب کے درمیان واقع ہے اس خطے میں کوئی خشک موسم نہیں ہوتا اور سالانہ درجہ حرارت میں بہت کم تبدیلی آتی ہے۔

2- **منطقہ حارہ کا مون سونی خطہ :-** اس میں خشک اور مرطوب دونوں طرح کے موسم ہوتے ہیں اور سالانہ درجہ حرارت میں بھی نمایاں فرق نظر آتا ہے۔

3- **فلپائن کا مخصوص مون سونی خطہ :-** جہاں طوفانی باد و باراں بکثرت آتے ہیں ان کو ٹائیفون بھی کہتے ہیں۔

ان تین بڑے خطوں کے علاوہ طبعی خدوخال کی وجہ سے بھی بعض علاقوں کی آب و ہوا قدرے مختلف ہوتی ہے مثلاً برما، تھائی لینڈ اور مشرقی جاوا کے علاقے خشک ہیں۔ کیونکہ یہاں کے پہاڑی سلسلے مون سونی ہواؤں کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں جن کی وجہ سے پہاڑوں کے اس طرف بہت بارش ہوتی ہے جو ہواؤں کے رخ میں واقع ہیں۔ لیکن دوسری جانب بارش بہت کم یا بالکل نہیں ہوتی مثلاً برما میں چندون اور اراودی کی وادی کے درمیانی علاقہ میں باقی ملک سے کم بارش ہوتی ہے۔ رنگون میں 99 انچ بارش ہوتی ہے جبکہ

مانڈے میں 35 انچ اور ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ اراکان یوما کے پہاڑوں پر 200 سے 250 انچ تک بارش ہوتی ہے۔

مندرجہ ذیل شہروں کے سالانہ اوسط درجہ حرارت اور بارش سے جنوب مشرقی ایشیا کی آب و ہوا کے بارے میں اچھی طرح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

شہر	سالانہ اوسط درجہ حرارت سینٹی گریڈ	سالانہ بارش	سینٹی میٹر
جکارتہ (انڈونیشیا)	25	71.8 انچ	182
پنانگ (ملائیشیا)	27	107.7	274
سنگا پور	26	95.2	242
زاجونگہ (فلپائن)	26	42.4	108
بنکاک (تھائی لینڈ)	27	55.0	140

سطح سمندر سے بلندی والے علاقے میں درجہ حرارت نسبتاً کم ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ گرمی اپریل، مئی اور جون کے مہینوں میں پڑتی ہے۔

60 انچ (150 سم) کی بارش کی سالانہ لائن (Isohyte) کو ان علاقوں کے درمیان ایک حد فاصل کے طور پر مانا جاتا ہے جہاں 60 انچ سے زیادہ اور 60 انچ سے کم بارش ہوتی ہے۔

عام طور پر میدانی علاقوں میں بارش زیادہ ہوتی ہے ملائیشیا' انڈونیشیا اور مغربی فلپائن میں کوئی مہینہ ایسا نہیں گزرتا جس میں کم سے کم 2 انچ (3 سم) بارش نہ ہوتی ہو۔

زراعت :- جنوب مشرقی ایشیا میں لوگوں کی زندگی کا انحصار زراعت پر ہے تقریباً 80 فیصد لوگ زراعت سے وابستہ ہیں۔

جنوب مشرقی ایشیا میں زراعت کے دو طریقے رائج ہیں۔

1- عارضی کھیتی باڑی (Shifting Cultivation) :- یہ طریقہ صدیوں سے رائج ہے۔ اس کے مطابق جنگل کے کچھ حصے کو صاف کیا جاتا ہے اور کٹے ہوئے درختوں اور جھاڑیوں کو جلا دیا جاتا ہے۔ پھر جب بارش ہوتی ہے تو جنگل کے اس حصے میں فصل بو دی جاتی ہے۔ اس طریقہ کی آج کل حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی بلکہ بعض ممالک میں اس کو غیر

قانونی بھی قرار دے دیا گیا ہے۔ تاہم اقوام متحدہ کے ایک اندازہ کے مطابق جنوب مشرقی ایشیا میں تقریباً" ایک کروڑ 30 لاکھ افراد اس طریقہ زراعت کو استعمال کرتے ہیں۔ اس قسم کی زراعت زیادہ تر پہاڑوں اور ڈھلوانوں پر نظر آتی ہے اور میدانوں میں بھی دیکھنے میں آتی ہے۔

2- **مستقل کھیتی باڑی (Permanent Field Cultivation):-** قابل کاشت رقبہ کے دو تہائی حصہ پر مقامی ضرورت کے لیے (Subsistence Farming) کاشت ہوتی ہے اور ایک تہائی حصے پر تجارتی بنیادوں پر یعنی (Commercial Farming) زراعت کی کاشت کی جاتی ہے۔

چاول جنوب مشرقی ایشیا کے لوگوں کی مرغوب غذا ہے۔ تین چوتھائی رقبے پر چاول کی کاشت کی جاتی ہے اور یہ رقبہ سالانہ بڑھتا جاتا ہے لیکن ساتھ ساتھ آبادی بھی مسلسل بڑھ رہی ہے جس کی وجہ سے خود کفالت کی منزل نہیں پہنچتی۔ چاول چھوٹے چھوٹے کھیتوں میں بویا جاتا ہے۔ جہاں پانی کی کمی ہو وہاں آب پاشی کے ذریعے چاول کی کاشت کی جاتی ہے۔ تھائی لینڈ ہند چینی (ویت نام' لاؤس کیمبوچیا) ملائیشیا اور انڈونیشیا کے علاقوں میں چاول کی کاشت کو بہت اہمیت حاصل ہے۔

جنوب مشرقی ایشیا کے دریاؤں کی لائی ہوئی زرخیز مٹی چاول کی کاشت کے لیے نہایت موزوں ہے۔ دریائے ایراودی' دریائے میکانگ' دریائے سالوین کی وادیاں چاول کی پیداوار کے لیے اہم ہیں۔ ان وادیوں کے علاوہ ڈیلٹائی میدانوں میں بھی چاول کاشت ہوتا ہے۔

ملائیشیا' انڈونیشیا اور فلپائن میں چاول کا مقابلہ ربڑ' چائے' گنا اور ناریل سے ہے۔ عام طور پر چاول گرمیوں کی فصل ہے مگر بعض علاقوں میں یہ زیادہ سردیوں میں بھی ہوتی ہے۔ 1975ء کے اعداد و شمار کے مطابق جنوب مشرقی ایشیا میں تقریباً" 65 ملین ٹن چاول پیدا ہوا۔

چاول کے علاوہ دوسری فصلوں میں مکئی' کونین' چائے' گنا' سیل' مونگ پھلی' پام آئیل' تمباکو اور ناریل' شامل ہیں۔ اس خطے کی زراعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ غیر ملکی لوگوں نے سرمایہ لگا کر یہاں وسیع زراعتی علاقے قائم کیے ہیں جن کی سب سے بڑی پیداوار ربڑ ہے۔

توانائی اور معدنی وسائل:۔ آج کل کے جدید مشینی دور میں توانائی ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ کوئلہ' پٹرولیم' اور دریاؤں کا پانی توانائی کے باقی تمام وسائل سے زیادہ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جنوب مشرقی ایشیا کے توانائی کے وسائل میں پن بجلی اور تیل زیادہ اہم ہیں۔

جنوب مشرقی ایشیا تیل پیدا کرنے والے ممالک کی فہرست میں چوتھے نمبر پر آتا ہے اگرچہ ان کے ذخائر اور پیداوار کم ہے لیکن اس کی معاشی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ اس تیل کے لیے جنوب مشرقی ایشیا کی اپنی وسیع مارکیٹ موجود ہے یہاں سے تیل شمال مغربی یورپ کے ممالک کو بھی برآمد کیا جاتا ہے۔ انڈونیشیا' برونائی اور برما اس خطے کے تین بڑے تیل پیدا کرنے والے ممالک ہیں۔

برما کے تیل کے میدان ایراودی کی وادی میں اندلو (Andao) سے شروع ہو کر جنوب میں لتھایا تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ینانگ یانگ اور سنگو پیداوار کے لحاظ سے تیل کے دو اہم میدان ہیں۔ برما کے تیل کا سب سے بڑا خریدار ہندوستان ہے۔

انڈونیشیا جنوب مشرقی ایشیا کا 65 فیصد تیل پیدا کرتا ہے۔ انڈونیشیا کا زیادہ تر تیل سماٹرا اور بورنیو میں پیدا ہوتا ہے۔

برونائی کا زیادہ تر تیل ساحل سمندر سے آتا ہے۔ قدرتی گیس کے زیادہ ذخائر سماٹرا کے جزیرہ میں پائے جاتے ہیں۔

صنعتیں:۔ جنوب مشرقی ایشیا میں دوسرے ترقی پذیر ممالک کی طرح دو قسم کی صنعتیں پائی جاتی ہیں۔ پہلی قسم کاٹج انڈسٹری کہلاتی ہے جس میں مزدوروں کی تعداد بھاری مشینری کے کارخانوں کے مزدوروں سے زیادہ ہے۔ اس صنعت کے اندر چاول کی ملیں' مقامی طریقے سے پارچہ بافی کی صنعت' کھیتی باڑی کا سامان اور مچھلیاں پکڑنے والے جال اور دوسرے آلات شامل ہیں۔

دوسری قسم کی صنعت بھاری جدید مشینری کی صنعت ہے۔ ایسے کارخانے زیادہ تر بڑے بڑے شہروں میں لگائے گئے ہیں جبکہ پہلی قسم زیادہ تر دیہی علاقوں کی صنعت ہے۔ بھاری صنعتوں میں پارچہ بافی کی صنعت' بھاری مشینری کے کارخانے مثلاً تیل صاف کرنے کے کارخانے' مصنوعی کھاد' لوہے کی مصنوعات اور سیمنٹ کے کارخانے شامل ہیں۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد بھاری صنعتوں میں سرمایہ کاری میں نمایاں اضافہ ہوا اور صنعتی علاقوں کی باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی۔ جنوب مشرقی ایشیا کے چند صنعتی علاقے یہ ہیں۔

1- پٹالنگ جایا (کوالالمپور) — 2- کلانگ اور پنانگ (ملائیشیا)
3- تھائی نگوین (ہنوئی) — 4- جودانگ (سنگاپور)
5- تجونگ برائک اور جکارتہ (انڈونیشیا)

اس کے علاوہ جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے صنعتی علاقے قائم کیے گئے ہیں۔ ان میں انڈونیشیا میں پالسبانگ اور فلپائن میں ٹنگاس کے صنعتی علاقے ہیں جہاں تیل صاف کرنے اور مصنوعی کھاد بنانے کے کارخانے قابل ذکر ہیں۔

اس خطہ میں ہندوستانی تاجر تجارت کی غرض سے 600 قبل مسیح سے آتے رہے اور جگہ جگہ آباد ہوتے رہے جبکہ چینیوں کی زیادہ تعداد 17 ویں صدی کے بعد یہاں آکر آباد ہوئی۔

ان کے علاوہ یورپی کلچر کے لوگ بھی یہاں آکر آباد ہو گئے جن کا اثر جنوب مشرقی ایشیا پر بہت زیادہ پڑا ہے۔

تیرھویں صدی کے آخر میں مسلمان تاجر بھی یہاں آکر آباد ہوتے گئے ان میں زیادہ طاقتور لوگوں نے زرخیز میدانی علاقوں پر قبضہ کیا اور کمزور قومیں پہاڑوں تک محدود ہوگئیں۔

جنوب مشرقی ایشیا کے گنجان آبادی والے علاقے یہ ہیں:-

جاوا، فلپائن، سلیبز، جنوبی ملائیشیا اور سماٹرا مقامی آبادی سے زیادہ یہاں چینی اور ہندوستانی نسل کے مہاجر ربڑ اور ٹن کی صنعتوں میں کام کرتے ہیں۔

جنوب مشرقی ایشیا کے 79 فیصد لوگ دیہات میں رہتے ہیں۔ شہری آبادی کا تناسب مختلف ممالک میں مختلف ہے۔ سب سے زیادہ شہری آبادی سنگاپور کی ہے جہاں 82 فیصد لوگ شہر میں رہتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر ملائیشیا ہے جہاں 61.5 فیصد لوگ شہروں میں رہتے ہیں۔ سب سے کم شہری آبادی والا ملک کمپوچیا ہے جہاں صرف 16 فیصد لوگ شہروں میں رہتے ہیں۔

جنوب مشرقی ایشیا کے مشہور شہر

1- رنگون :- رنگون برما کا صدر مقام ہے۔ اس کا محل وقوع ایسا ہے کہ برما کی دونوں وادیوں یعنی ایراودی اور سیتانگ کی ساری برآمدی تجارت اس کے ذریعے ہوتی ہے۔ برما کا سب سے بڑا تجارتی ساتھی ہندوستان ہے۔ رنگون کی زیادہ تر آبادی چینی' برمی' ہندوستانی اور پاکستانی لوگوں پر مشتمل ہے۔ اس شہر کی کل آبادی 2458712(1983ء) ہے۔

رنگون برما کا سب سے بڑا شہر اور بندرگاہ ہے یہ ریلوں اور سڑکوں کے ذریعے ملک کے باقی حصوں سے ملا ہوا ہے یہاں بہت ساری صنعتیں بیرونی سرمایہ کاری کی مدد سے لگائی گئی ہیں جن میں تیل صاف کرنے کے کارخانے ' چاولوں کی ملیں اور لکڑی چیرنے کے کارخانے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

2- سنگاپور :- یہ جنوب مشرقی ایشیا کی سب سے زیادہ مشہور بندرگاہ ہے۔ سنگاپور کا کل رقبہ 385 مربع کلومیٹر ہے۔ سنگاپور کے جزیرے کو ایک انگریز مسٹر تھامس سٹیمفورڈ ریفلز نے 1819ء میں جوہور کے سلطان سے 4 ہزار پونڈ میں خرید لیا تھا۔ یہ جزیرہ 1959ء تک انگریزوں کی کالونی رہا۔ 1965ء میں یہ خود مختار ملک بن گیا۔ سنگاپور دنیا کی چوتھی بڑی بندرگاہ ہے۔ اس کی اہمیت کا انحصار اس کے محل وقوع پر ہے۔ یہ اس بحری شاہراہ پر واقع ہے جو بحر ہند اور بحرالکاہل کے ممالک کو آپس میں ملاتی ہے۔ اس کی کل آبادی 2.82 ملین (1992ء) ہے۔

سنگاپور میں 76 فیصد چینی' 14 فیصد ملایا اور 6 فیصد ہندوستانی نژاد کے لوگ آباد ہیں۔

صنعتی ترقی کی وجہ سے سنگاپور کی فی کس آمدنی ایشیا میں جاپان کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ یہاں کی فی کس آمدنی 4100 ڈالر ہے۔ سنگاپور میں لوگوں کا معیار زندگی اس خطے کے باقی ممالک سے بہت بلند ہے۔

یہاں کے کارخانوں میں لکڑی چیرنے کے کارخانے' ایلومینیم کا سامان صابن کے کارخانے' چمڑا اور ربڑ کے جوتوں کے کارخانے اور بوٹ پالش کے کارخانے قابل ذکر ہیں۔

ان کے علاوہ جہاز سازی' تیل صاف کرنے کے کارخانے' کپڑا اور بجلی کا سامان بنانے کے کارخانے بھی اہمیت کے حامل ہیں۔

3- بنکاک :- یہ تھائی لینڈ کا دارالحکومت اور بڑا شہر ہے یہ تھائی لینڈ کا معاشی، معاشرتی اور ثقافتی مرکز ہے۔ یہاں آمدورفت عام طور پر نہروں کے ذریعے ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے بنکاک کو اٹلی کے شہر وینس سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ یہ ایک اہم بندرگاہ بھی ہے۔ اس کی کل آبادی 57.8 ملین (1993ء) ہے۔

4- جکارتہ :- یہ انڈونیشیا کا سیاسی اور تجارتی مرکز ہے۔ جکارتہ جاوا کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ اس کی آبادی 9 ملین (1993ء) کے قریب ہے۔ جکارتہ کی اہمیت اس کے محل وقوع کی وجہ سے زیادہ ہے۔ یہ آبنائے سنڈا کے نزدیک واقع ہے جہاں بحر ہند اور بحرالکاہل کے درمیان چلنے والے بحری جہاز لنگر انداز ہوتے ہیں۔ جکارتہ انڈونیشیا کا ایک بڑا صنعتی مرکز بھی ہے۔

سوالات

-1 خطہ سے کیا مراد ہے؟ دنیا کو کتنے بنیادی خطوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

-2 جنوب مشرقی ایشیا کی زراعت اور زرعی پیداوار پر مفصل نوٹ لکھیں۔

-3 مندرجہ ذیل موضوعات پر مختصر نوٹ لکھیے۔

(الف) جنوب مشرقی ایشیا کے قدرتی وسائل

(ب) جنوب مشرقی ایشیا کی صنعتیں

(ج) جنوب مشرقی ایشیا کی آبادی

-4 مندرجہ ذیل شہروں کی اہمیت بیان کریں۔

رنگون - سنگاپور - بنکاک - جکارتہ

چھٹا باب

جنوبی ایشیا (South Asia)

برصغیر پاک و ہند کو جنوبی ایشیا بھی کہتے ہیں۔ جنوبی ایشیا میں ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال، سری لنکا، بھوٹان اور مالدیپ کے ممالک شامل ہیں۔ ان میں رقبہ اور آبادی کے اعتبار سے ہندوستان سب سے بڑا ملک ہے۔ (نقشہ 6.1) ذیل میں جنوبی ایشیا کے ممالک کا رقبہ اور آبادی دی گئی ہے۔

نام ملک	رقبہ (مربع کلومیٹر)	آبادی (مربع کلومیٹر)	صدر مقام
ہندوستان	3165596	846.3 ملین (1991)	نئی دہلی
پاکستان	796095	119.11 ملین (1992)	اسلام آباد
بنگلہ دیش	143999	109.9 ملین (1991)	ڈھاکہ
نیپال	147181	19.36 ملین (1991)	کھٹمنڈو
سری لنکا	65609	17.4 ملین (1992)	کولمبو
بھوٹان	46500	0.6 ملین (1990)	تھمفو
مالدیپ	298	238363 (1993)	مالے

جنوبی ایشیا کے مشرق میں برما، شمال میں چین، مغرب میں افغانستان اور ایران اور جنوب میں بحرہند واقع ہے۔

جنوبی ایشیا ان علاقوں پر مشتمل ہے جو برطانوی دور میں برطانیہ کے زیر تسلط رہے اگست 1947ء میں جب برصغیر کی تقسیم ہوئی تو پاکستان اور ہندوستان دو آزاد مملکتیں وجود میں آئیں۔ 1971ء میں مشرقی پاکستان، پاکستان سے علحٰدہ ہو گیا۔ اور بنگلہ دیش کے نام سے پکارا جانے لگا۔

سری لنکا 1948ء کو آزاد ہوا۔ جزائر مالدیپ نے 1965ء میں آزادی حاصل کی۔

طبعی خدوخال:- طبعی لحاظ سے جنوبی ایشیا کو مندرجہ ذیل قدرتی خطوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

جنوبی ایشیا
افغانستان
کشمیر
اسلام آباد
چین
ایران
پاکستان
دہلی
نیپال
کٹھمنڈو
بھوٹان
تھمپو
بنگلہ دیش
ڈھاکہ
بحیرۂ عرب
بھارت
خلیج بنگال
برما
کولمبو
سری لنکا
جزائر
مالدیپ
مالے
بحر ہند
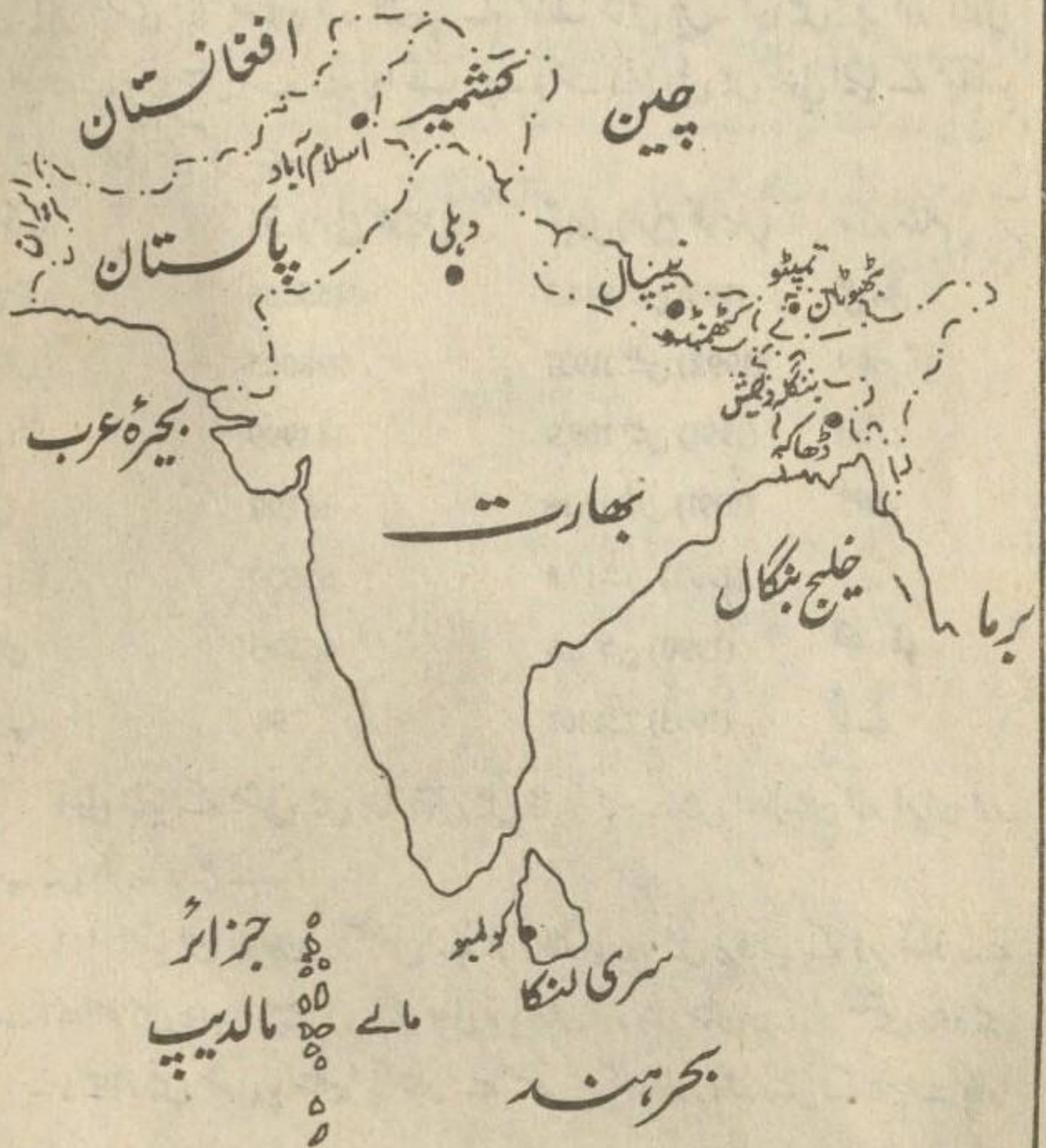
1- سلسلہ کوہ (Mountains) :- سطح مرتفع پامیر سے جنوب مشرق کی طرف دنیا کا بلند ترین اور تقریباً" 2400 کلومیٹر لمبا سلسلہ کوہ واقع ہے جس کو ہمالیہ کہتے ہیں۔ یہ دنیا کے بلند ترین پہاڑ ہیں۔ دنیا کی بلند ترین چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ بھی یہاں واقع ہے۔ جس کی بلندی 8847 میٹر ہے اور جس کو 1953ء میں پہلی بار ایک برطانوی کوہ پیما ٹیم نے سر کیا۔

پامیر سے مغرب کی طرف ایک پہاڑی سلسلہ کوہ ہندوکش کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے جنوب میں افغانستان اور پاکستان کے درمیان واقع مغربی پہاڑوں اور کوہ سلیمان کے سلسلے ہیں۔ ہندوستان اور برما کے درمیان واقع پہاڑ دراصل کوہ ہمالیہ کی ایک جنوبی شاخ ہے جس کو اراکان یوما کی پہاڑیاں کہتے ہیں۔

پہاڑوں کے ان عظیم سلسلوں کو کئی مقامات پر درّوں کے ذریعے عبور کیا جا سکتا ہے درّہ خیبر، درہ گومل، درّہ بولان اور درّہ ٹوچی قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ درّہ خنجراب ہے جو سطح سمندر سے 4877 میٹر بلند ہے جو پاکستان اور چین کو شاہراہ قراقرم کے ذریعے آپس میں ملاتا ہے۔

2- جنوبی ایشیا کے میدانی علاقے :- جنوبی ایشیا میں دریاؤں کی مٹی سے بنے ہوئے وسیع و عریض میدان بھی پائے جاتے ہیں۔ سب سے بڑا اور زرخیز میدان سندھ، گنگا کا میدان ہے جو ہمالیہ کے جنوب میں تقریباً" 1200 کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے جس کو دریائے گنگا اور دریائے برہم پتر، دریائے سندھ اور ان کے معاون دریا سیراب کرتے ہیں۔ دریائے سندھ کے میدان کا زیادہ تر حصہ پاکستان میں شامل ہے۔

میدان سندھ کو بالائی سندھ اور زیریں سندھ کے میدان میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ بالائی سندھ کا زیادہ حصہ صوبہ پنجاب میں اور زیریں سندھ کا بڑا حصہ صوبہ سندھ میں ہے۔ پاکستان کا یہ زرخیز میدان پورے ملک کے اناج کی وافر مقدار پیدا کرتا ہے۔ دنیا کا بہترین آب پاشی کا نظام یہاں کی خصوصیت ہے۔

3- جنوبی ایشیا کے سطوح مرتفع :- دریائے گنگا کے میدانی علاقے کے جنوب میں جنوبی ایشیا کی سب سے بڑی سطح مرتفع واقع ہے جس کو سطح مرتفع دکن کا نام دیا گیا ہے۔ اس سطح مرتفع کی ڈھلان مشرق کی طرف ہے۔ اس کے مغربی کنارے کی پہاڑیوں کو مغربی گھاٹ اور مشرقی کنارے کی پہاڑیوں کو مشرقی گھاٹ کہتے ہیں۔

کئی مشہور دریا اس سطح مرتفع سے ہو کر گزرتے ہیں ان میں دریائے تاپتی، دریائے نربدا، دریائے گوداوری دریائے کرشنا، اور دریائے کاویری قابل ذکر ہیں۔

اسی طرح کے سطوح مرتفع پاکستان میں بھی ہیں مثلاً بلوچستان اور پوٹھوہار کے سطوح مرتفع۔ بلوچستان کی سطح مرتفع کی سطح سمندر سے بلندی 1000 اور 3000 فٹ کے درمیان ہے۔ اس سطح مرتفع کو کوئی قابل ذکر دریا سیراب نہیں کرتا جس کو آب پاشی وغیرہ کے لیے استعمال کیا جا سکے۔

آب و ہوا:- جنوبی ایشیا کی آب و ہوا بڑی حد تک مون سون ہواؤں کے زیر اثر ہے۔ یہاں تین موسم بہت نمایاں ہیں یعنی سردی، گرمی اور برسات کا موسم۔

موسم سرما:- جنوری موسم سرما کا سرد ترین مہینہ ہے جس میں درجہ حرارت شمال سے جنوب کی طرف آہستہ آہستہ بڑھتا جاتا ہے۔ پشاور کا اوسط درجہ حرارت 10C سے کم ہوتا ہے جبکہ بنارس میں 15.5 سینٹی گریڈ اور کولمبو میں 26 سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔

اس موسم میں ایشیا کے شمال مغربی میدانوں میں ہوا کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے۔ جہاں سے سرد ہوائیں کم دباؤ والے حصوں کی طرف چلنا شروع ہو جاتی ہیں کوہ ہمالیہ کی وجہ سے جنوبی ایشیا شمال کی سرد ترین ہواؤں کی زد سے محفوظ رہتا ہے۔

چونکہ موسم سرما کی یہ ہوائیں خشکی پر سے ہو کے گزرتی ہیں اس لیے ان میں بہت کم نمی ہوتی ہے جس کی وجہ سے سردیوں میں بہت کم بارش ہوتی ہے۔

موسم گرما:- اپریل کے وسط میں یا مئی کے شروع میں جنوبی ایشیا پر شدید گرمی کی وجہ سے وسیع علاقہ پر ہوا کا دباؤ کم ہو جاتا ہے لہذا سمندر کی طرف سے جو کہ مقابلتاً" زیادہ دباؤ والا علاقہ ہوتا ہے ہوائیں خشکی کی طرف چلنا شروع ہو جاتی ہیں یہ ہوائیں اپنے ساتھ کافی مقدار میں سمندر سے نمی لاتی ہیں۔

بارش کی تقسیم

عمومی جائزہ کے مطابق بارش کے لحاظ سے جنوبی ایشیا کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1- وہ علاقہ جہاں بارش کی سالانہ اوسط 2000 ملی میٹر یا اس سے زیادہ ہے۔ اس علاقہ میں

زیادہ تر آسام، بنگال، اور برما کے مغربی ساحلی علاقے شامل ہیں۔

2- وہ علاقہ جس میں 1000 سے 2000 ملی میٹر اوسط سالانہ بارش ہوتی ہے اس میں بنگلہ دیش اور بھارت کے صوبے اڑیسہ، بہار، مغربی بنگال، مدھیہ پردیش، اترپردیش اور سری لنکا شامل ہیں۔

3- بارش کا وہ خطہ جس میں سالانہ اوسط بارش 500 سے 1000 ملی میٹر تک ہوتی ہے اس میں بھارت کے صوبے مہاراشٹر، آندھرا پردیش، گجرات، کرناٹک، اترپردیش اور تامل ناڈو اور پاکستان میں پنجاب کا کچھ حصہ شامل ہے۔

4- ایسے علاقے جس میں سالانہ اوسط بارش 500 ملی میٹر سے کم ہے ان میں تقریباً سارا پاکستان آزاد کشمیر اور راجستھان شامل ہیں۔ اس تقسیم کے علاوہ بعض پہاڑی علاقوں میں بارش کی اوسط بڑھ جاتی ہے مثلاً آسام اور مغربی گھاٹ کے مغربی ڈھلانوں پر بہت زیادہ بارش ہوتی ہے۔ چراپونجی میں سالانہ اوسط بارش 11400 ملی میٹر ہے۔

زراعت :- جنوبی ایشیا کے ممالک کی معیشت کا زیادہ تر انحصار زراعت پر ہے۔ پوری آبادی کا تقریباً دو تہائی حصہ زراعت کے پیشہ سے منسلک ہے۔ بھارت میں 70 فیصد آبادی زراعت سے منسلک ہے اور قومی آمدنی کا 40 فیصد زراعت سے پورا کیا جاتا ہے۔ بھارت کی اہم زرعی فصلیں گندم، چاول، دالیں، جوار، جو اور باجرہ ہیں۔

چاول ان علاقوں میں بویا جاتا ہے جہاں آب و ہوا اس کے لیے زیادہ موزوں ہو۔ چاول کے لیے دریائی مٹی، ہموار میدان، تقریباً 114 سینٹی میٹر سالانہ بارش اور گرم موسم نہایت موزوں ہیں۔

ایسے علاقے بھارت کے مشرقی ساحلی علاقوں اور مغربی ساحلی علاقوں میں پائے جاتے ہیں گندم کی فی ایکڑ پیداوار بھی ہندوستان اور پاکستان میں کافی بڑھ گئی ہے۔ اس میں زیادہ حصہ سبز انقلاب یا گرین ریولوشن (Green Revolution) نے ادا کیا ہے۔

پاکستان کے لوگوں کا من بھاتا کھانا گندم ہے۔ سبز انقلاب کی وجہ سے گندم کی فی ایکڑ پیداوار میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ اچھی قسم کے بیج، مصنوعی کھاد کا استعمال اور نہری آب پاشی سبز انقلاب کے زریں اصول ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر پاکستان گندم کی پیداوار میں خود کفیل ہو گیا ہے۔ پنجاب اور سندھ کے زرخیز میدانی علاقے گندم کی پیداوار کا سب سے زیادہ حصہ پیدا کرتے ہیں۔ صوبہ سرحد میں بھی گندم وافر مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔

خصوصاً پشاور، بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان کے اضلاع میں گندم زیادہ پیدا ہوتی ہے۔ اب چاول بھی کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے۔

توانائی اور معدنیات کے وسائل :- بھارت میں بجلی کی پیداوار کا 58 فیصد تھرمل بجلی گھروں سے پورا کیا جاتا ہے، 41 فیصد پن بجلی گھروں سے اور ایک فیصد ایٹمی توانائی سے حاصل کی جاتی ہے۔

تھرمل بجلی کے ذرائع ہندوستان کے مشرقی علاقے میں اور پن بجلی کے ذرائع کو جنوبی اور شمالی سندھ کے ان علاقوں میں خاص طور پر ترقی دی گئی ہے جہاں کوئلہ کی کمی ہے۔

بھارت میں توانائی کا ایک اہم ذریعہ کوئلہ ہے۔ یہاں اس کے 2.1 بلین ٹن سے زائد ذخائر موجود ہیں۔ دامودر اور مہاندی کے علاقوں میں اچھی قسم کا کوئلہ وافر مقدار میں ملتا ہے۔ نیز بہار، بنگال میں رانی گنج اور جھریا میں کوئلہ کی مشہور کانیں ہیں۔ جہاں تک پٹرولیم کا تعلق ہے ہندوستان اور پاکستان میں پٹرولیم کے ذخائر محدود ہیں۔

ہندوستان کا پہلا ایٹمی بجلی گھر صوبہ مہاراشٹر کے تاراپور شہر میں قائم کیا گیا ہے۔ جس سے بجلی حاصل کی جاتی ہے، دوسرا ایٹمی بجلی گھر راجستھان میں، تیسرا تامل ناڈو میں اور چوتھا ایٹمی بجلی گھر اترپردیش کے علاقہ میں قائم ہے۔

معدنیات میں لوہا، کوئلہ، چونے کا پتھر، مینگنیز، کرومائیٹ، تانبا، زنک اور ٹن شامل ہیں۔ مجموعی طور پر ہندوستان سوائے پٹرولیم کے معدنی دولت سے مالا مال ہے جس کی بنیاد پر بھارت میں مختلف قسم کے کارخانے قائم کیے گئے ہیں۔

صنعت :- جنوبی ایشیا کے ممالک میں صنعتی میدان میں بھی ہندوستان نے کافی ترقی کی ہے۔ ہندوستان کے صنعتی علاقے مندرجہ ذیل ہیں۔

1- **کلکتہ ہگلی کا صنعتی علاقہ :-** یہ پٹ سن اور انجینئرنگ کے کارخانوں کے لیے مشہور ہے۔

2- **بمبئی پونا کا صنعتی علاقہ :-** یہاں ٹیکسٹائل اور ادویات کے کارخانے ہیں۔

3- **احمد آباد بڑودا کا صنعتی علاقہ :-** یہاں کی سب سے اہم صنعت کاٹن ٹیکسٹائل ہے۔

4- **مدھورائے، کائمبٹور اور بنگلور کا صنعتی علاقہ :-** یہاں کاٹن ٹیکسٹائل مشین

سازی کی صنعت' ہوائی جہاز بنانے کے کارخانے اور بجلی اور ٹیلی فون کا سامان بنانے کے کارخانے قابل ذکر ہیں۔

5- چھوٹا ناگپور کا صنعتی علاقہ :- یہاں کی مشہور صنعتیں یہ ہیں۔ فولاد سازی بھاری مشینری' آتش گیر مادہ' سیمنٹ' ایلومینیم' ریلوے انجن سازی' ڈیزل ٹرک کے کارخانے وغیرہ

پاکستان کی صنعت :- پاکستان جب معرض وجود میں آیا تو صنعتی لحاظ سے بہت کمزور تھا۔ آہستہ آہستہ صنعتی ترقی پر توجہ دی گئی۔ 1949ء میں پاکستان انڈسٹریل کارپوریشن کا قیام عمل میں آیا جس کے ذمے مختصر اور طویل المیعاد بنیادوں کی صنعتوں کے قیام کے لیے قرضے دینا تھا۔ 1961ء میں اس کارپوریشن کا نام بدل کر انڈسٹریل ڈیولپمنٹ بینک آف پاکستان رکھ دیا گیا۔ 1971ء تک صنعتی میدان میں تیزی سے ترقی ہوئی۔ اس دوران کاٹن ٹیکسٹائل' شکر سازی' بناسپتی گھی' سگریٹ اور سیمنٹ کے کارخانے لگے۔ اس کے بعد مصنوعی کھاد کے کارخانے' رنگ سازی' ڈی ڈی ٹی' انجینئرنگ اور بجلی کے سامان کے کارخانے وجود میں آئے۔ 1971ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ اور بنگلہ دیش کے بن جانے سے صنعتی ترقی کو دھچکا لگا۔ بہرحال 1977ء کے بعد حکومت کی صنعتی پالیسی کے نتیجے میں اس میدان میں خاصی پیش رفت ہوئی۔

پاکستان کی اہم صنعتیں یہ ہیں

1- کاٹن ٹیکسٹائل :- یہ صنعت پاکستان کی سب سے بڑی صنعت ہے۔ خام مال' بڑی ملکی مارکیٹ اور کافی تعداد میں مزدوروں کا ملنا اس صنعت کی کامیابی کا راز ہیں۔

ٹیکسٹائل کے کارخانے مندرجہ ذیل شہروں میں قائم کیے گئے ہیں' کراچی' فیصل آباد' حیدر آباد' ٹنڈو یوسف' ٹنڈو آدم' ٹنڈو محمد خان' خیر پور' گمبٹ' رحیم یار خان' ملتان اوکاڑہ' سرگودھا اور لاہور۔ ماسوا کراچی یہ تمام شہر کپاس پیدا کرنے والے علاقے میں واقع ہیں لیکن اس علاقے سے باہر ملک کے دوسرے حصوں میں بھی ٹیکسٹائل کی صنعتیں کام کر رہی ہیں۔ ان میں راولپنڈی' جہلم' بھکر' لیاقت آباد' صوبہ پنجاب میں' پشاور' ہری پور' نوشہرہ' حبیب آباد' کوہاٹ' صوبہ سرحد میں اور کوئٹہ اور حب چوکی بلوچستان میں واقع ہیں۔

اونی کپڑے کے کارخانے ہرنائی' مستونگ' بنوں' نوشہرہ' لارنس پور' راولپنڈی'

ساہیوال، کراچی حیدر آباد اور لاڑکانہ میں لگائے گئے ہیں۔

2- شکر سازی کے کارخانے :- پاکستان بننے کے وقت شکر کے دو کارخانے تھے اب ان کی تعداد 32 تک پہنچ گئی ہے۔ کچھ مشہور کارخانوں کے نام یہ ہیں چارسدہ ، مردان، تخت بائی، سرائے نورنگ، جوہر آباد، سرگودھا، دریا خان، فیصل آباد، سمندری، پتوکی، بہاولپور، خان پور، رحیم یار خان، نواب شاہ، ٹھٹھہ وغیرہ

3- بناسپتی گھی :- پاکستان بننے کے وقت تقریباً 3000 ٹن گھی تیار ہوتا تھا اب یہ بڑھ کر 416,000 ٹن ہو گیا ہے۔ 1973ء میں اس صنعت کو قومی تحویل میں لے لیا گیا۔ اور 1976ء میں گھی کارپوریشن آف پاکستان (GCP) عمل میں آئی۔ اس وقت پاکستان میں گھی کے تقریباً 36 یونٹ کام کر رہے ہیں گھی کے کارخانے مندرجہ ذیل شہروں میں قائم ہیں نوشہرہ، ہری پور، درگئی، فیصل آباد، ملتان، بہاولپور، رحیم یار خان، نواب شاہ، کراچی وغیرہ

4- کیمیائی ادویات کے کارخانے :- بہت سارے کارخانوں کے لیے سلفیورک ایسڈ، سوڈا ایش اور کاسٹک سوڈا کی ضرورت ہوتی ہے جس کے بنانے کی لیے عام نمک چونے کا پتھر جپسم اور قدرتی گیس کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ سب چیزیں مقامی طور پر ملک میں دستیاب ہیں مندرجہ ذیل شہروں میں ادویات وغیرہ کے کارخانے کام کر رہے ہیں۔

سوڈا ایش کے کارخانے کراچی میں، کاسٹک سوڈا کے کارخانے نوشہرہ، کھیوڑہ میں سلفیورک ایسڈ کے کارخانے کراچی، سکھر، جڑانوالہ، کالاشاہ کاکو، فیصل آباد، داؤد خیل اور راولپنڈی میں واقع ہیں۔

5- مصنوعی کھاد کے کارخانے :- یہ کارخانے میرپور، ڈھرکی، مچی گوٹ، ملتان، جڑانوالہ، فیصل آباد، داؤد خیل، اور ہری پور میں واقع ہیں۔

6- سیمنٹ بنانے کے کارخانے :- 1947ء میں پاکستان میں سیمنٹ کے کل 5 کارخانے تھے اب ان کی تعداد 11 تک پہنچ گئی ہے۔ کچھ اہم کارخانے، کراچی، حیدر آباد روہڑی، جہلم، داؤد خیل، ڈنڈوت، واہ، کوہاٹ، پیر بھائی، (نوشہرہ) اور ڈیرہ غازی خان میں واقع ہیں۔

7- سٹیل مل :- پاکستان کی پہلی سٹیل مل کراچی میں روس کی مدد سے قائم کی گئی ہے۔ خام مال یعنی لوہا، مینگنیز اور کوئلہ آسٹریلیا، برازیل، کینیڈا اور امریکہ سے درآمد کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ ٹیکسلا میں ہیوی میکینکل کامپلیکس قائم کیا گیا ہے۔ جنوبی ایشیا کے باقی ممالک کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

بنگلہ دیش :- 1971ء کی پاک بھارت جنگ کے نتیجے میں مشرقی پاکستان نے پاکستان کے وفاق سے علیحدگی اختیار کر لی اور بنگلہ دیش کا سرکاری نام اختیار کیا۔

بنگلہ دیش بہت گنجان آباد ملک ہے جس کی وجہ سے کئی مسائل سے دوچار ہے۔ بنگلہ دیش بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے اور ملک کی اہم فصل چاول ہے۔

صنعتوں میں سیمنٹ، پٹ سن، مصنوعی کھاد اور پٹرولیم کی مصنوعات شامل ہیں۔ بنگلہ دیش کا دارالحکومت ڈھاکہ ہے۔ اس کے علاوہ چٹاگانگ، سلہٹ اور کھلنا مشہور شہر ہیں۔

نیپال :- نیپال میں آئینی بادشاہت قائم ہے۔ یہ ایک چھوٹا ملک ہے۔ جو کافی عرصہ تک باقی دنیا سے کٹا ہوا تھا لیکن اب یہ بنگلہ دیش، ہندوستان اور پاکستان سے سڑکوں اور ہوائی جہاز کے ذریعے نزدیک ہو گیا ہے اس کا اہم تجارتی ساتھی ہندوستان ہے۔

نیپال کی صنعتی اہمیت ابھی اتنی زیادہ نہیں، بوجہ سیاحت کوہ ہمالیہ میں واقع یہ ملک سیاحوں کی جنت کہلایا جا سکتا ہے۔ ادویات اور چمڑے کے کارخانے بھی اہمیت کے حامل ہیں نیپال کا دارالحکومت کھٹمنڈو ہے اور یہ ملک کا سب سے بڑا شہر ہے۔ اس کی آبادی 419073 (1991) ہے۔

سیاحت سے آمدنی تقریباً 30 ملین ڈالر کے لگ بھگ ہے۔

بھوٹان :- بھوٹان بھی کوہ ہمالیہ میں واقع ایک چھوٹا ملک ہے۔ اس میں بھی بادشاہت قائم ہے۔ اس کے صدر مقام کا نام تھمپو ہے۔ یہاں کی اہم زرعی پیداوار میں چاول، گندم، جوار، مالٹے، الائچی، اور مکھن شامل ہیں۔

صنعتوں میں کپڑا تیار کرنے کی صنعت واحد صنعت ہے۔ اس ملک کی درآمدی اور برآمدی تجارت صرف ہندوستان سے ہوتی ہے۔

مالدیپ :- یہ 115 مربع میل (298 مربع کلومیٹر) کا انتہائی چھوٹا اور غریب ملک ہے جس کی تقریباً ساری آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ یہ 1965ء میں آزاد ہوا۔ ماہی گیری اور سیاحت یہاں کی اہم صنعتیں ہیں۔ مالدیپ کا صدر مقام مالے ہے جس کی آبادی 55130

ساتواں باب

جنوب مغربی ایشیا (South West Asia)

جنوب مغربی ایشیا کو عام طور پر مشرق وسطیٰ کہتے ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں مندرجہ ذیل ممالک شامل ہیں۔

نام ملک	رقبہ (مربع کلومیٹر)	رقبہ (مربع میل)	صدر مقام
ترکی	779455	300,948	انقرہ
ایران	1648000	636293	تہران
عراق	438318	169234	بغداد
شام	185180	71498	دمشق
سعودی عرب	2200000	849420	ریاض
لبنان	10452	4036	بیروت
اسرائیل	21946	8473	یروشلم
اردن	97440	37622	اومان
جمہوریہ یمن	531000	205019	صنعا
عمان	309500	119498	مسقط
قطر	11437	4416	دوہا
بحرین	688	266	منامہ
کویت	17818	6880	کویت
متحدہ عرب امارات	83657	32300	ابو ظہبی

جنوب مغربی ایشیا کا بیشتر حصہ صحراؤں' پہاڑوں اور خشک سطح مرتفع پر مشتمل ہے لیکن اس کا جغرافیائی محل وقوع اور تیل کے وسیع ذخائر مشرق وسطیٰ کو دنیا کی سیاست میں ایک منفرد مقام دلاتے ہیں۔

جنوب مغربی ایشیا براعظم ایشیا کا وہ حصہ ہے جس کے ساحلوں کو پانچ سمندر چھوتے
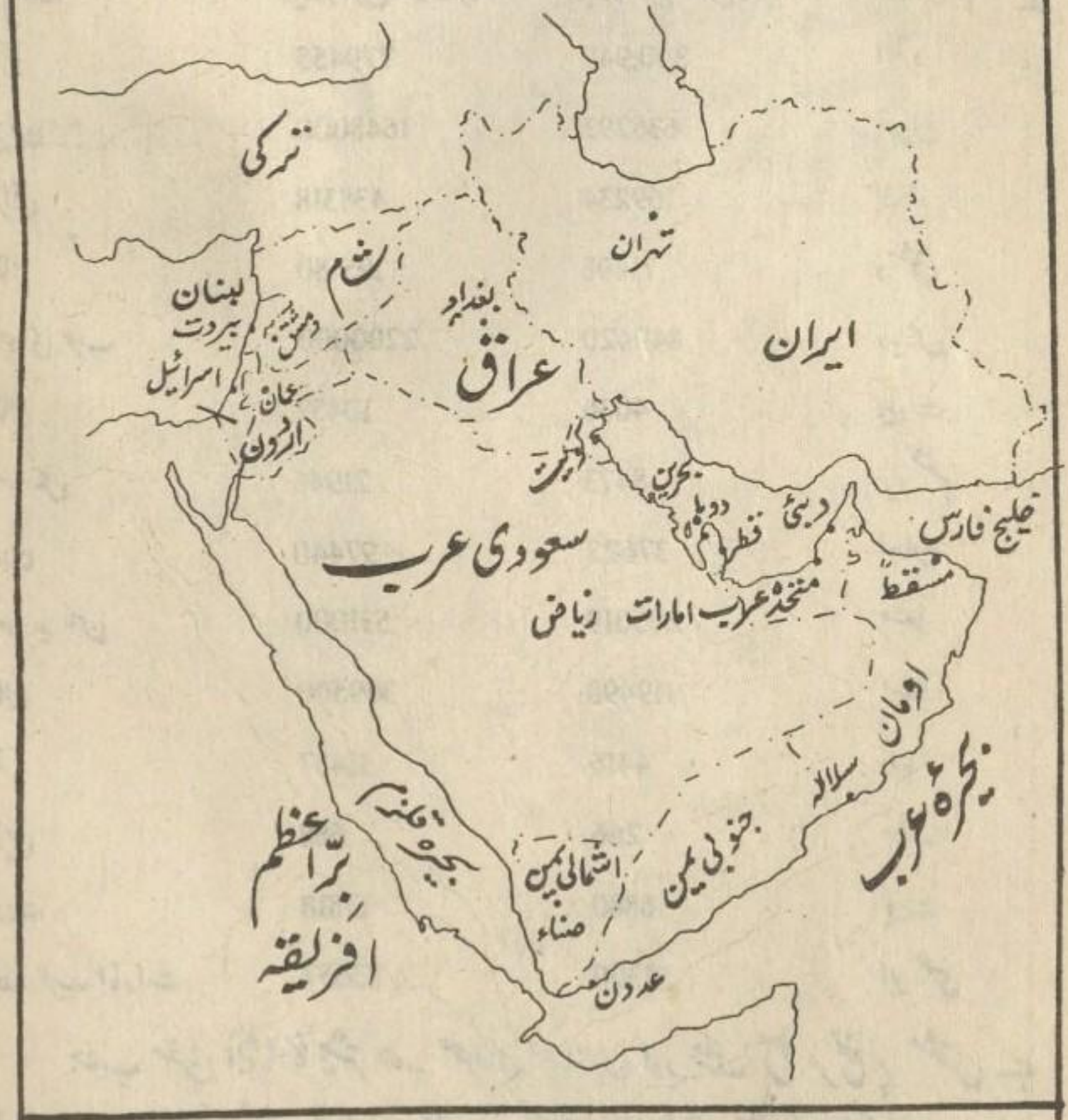
ہیں۔ ان میں بحیرہ روم، بحر اسود، بحیرہ کیسپین، بحیرہ قلزم، اور خلیج فارس شامل ہیں۔

مشرق وسطیٰ

مشرق وسطیٰ 42 ڈگری شمال اور 12 ڈگری شمال عرض بلد کے درمیان ہے اس لحاظ سے یہ علاقہ منطقہ حارہ میں واقع ہے۔ لیکن اس کے محل وقوع کی وجہ سے یہاں مختلف قسم کے موسموں کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ تقریباً" سارے مغربی ساحلی علاقے بحیرہ روم کی مخصوص قسم کی آب و ہوا کے زیر اثر رہتے ہیں جہاں زیادہ تر بارش سردیوں کے مہینوں میں ہوتی ہے۔ بارش کی سالانہ اوسط 625 سے 1000 ملی میٹر تک ہے۔ گرمیوں میں موسم عموماً" خشک رہتا ہے شمالی ترکی کے علاقے میں سخت سردی پڑتی ہے لیکن بارش 3000 ملی میٹر تک پہنچ جاتی ہے۔

مشرق وسطیٰ کا تقریباً" دو تہائی حصہ ریگستان ہے جس میں تقریباً" سارا سعودی عرب، عراق کا کچھ حصہ اور ایران کا بیشتر وسطی اور مشرقی حصہ شامل ہیں یہاں سالانہ بارش 100 ملی میٹر سے بھی کم ہوتی ہے۔

آبادی :- مشرق وسطیٰ میں آبادی کی تقسیم غیر مساوی ہے۔ سعودی عرب اور ایران کے بیشتر جنوبی اور مشرقی حصوں میں آبادی بہت ہی کم ہے۔ سعودی عرب میں فی مربع کلومیٹر آبادی صرف 2.5 افراد ہے۔ ایران کی فی مربع کلومیٹر اوسط آبادی صرف 23 ہے۔

مشرق وسطیٰ کی کل آبادی کا ایک تہائی ترکی میں ہے ترکی کے گنجان آباد علاقوں میں اسکودار، ازمیر اور بحر اسود کے ساحلی علاقے شامل ہیں۔ یہاں فی مربع کلومیٹر آبادی 77 تک پہنچتی ہے جبکہ ترکی کے اندرونی علاقوں میں فی مربع کلومیٹر آبادی صرف 40 ہے۔

شام، لبنان اور اسرائیل کی مجموعی آبادی مشرق وسطیٰ کی کل آبادی کا دسواں حصہ ہے۔ عراق میں زیادہ گنجان آباد علاقے دریائے دجلہ اور فرات کے ساتھ ساتھ واقع ہیں۔

مشرق وسطیٰ کی زیادہ تر آبادی دیہات میں رہتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ بڑے اور چھوٹے شہروں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ان سب میں آبادی کے لحاظ سے تہران سب سے بڑا شہر ہے۔ اس کے علاوہ انقرہ، استنبول، دمشق، بغداد، بصرہ، موصل، تل ابیب، یروشلم، اومان، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، ریاض، جدہ، ابو ظہبی اور کویت مشرق وسطیٰ کے دوسرے اہم شہر ہیں۔

مشرق وسطیٰ دنیا کے تین بڑے مذاہب یعنی یہودیت عیسائیت' اور اسلام کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں ان تینوں مذاہب کی عبادت گاہیں ہیں جہاں لاکھوں کی تعداد میں لوگ زیارت کی نیت سے آتے ہیں۔ اس وجہ سے مشرق وسطیٰ دنیا کی نصف سے زائد آبادی کے لیے غیر معمولی اہمیت کا حامل علاقہ ہے۔

مسلمانوں کا عظیم مرکز خانہ کعبہ مکہ معظمہ میں واقع ہے جہاں ہر سال حج کے موقعہ پر لاکھوں فرزندان توحید دنیا کے کونے کونے سے فریضہ حج ادا کرنے آتے ہیں اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضری دیتے ہیں اور نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

زراعت :- مشرق وسطیٰ کے بیشتر ممالک میں زراعت بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ تقریباً تین چوتھائی آبادی زراعت سے وابستہ ہے۔ کھیتی باڑی کے طریقے پرانے ہیں۔ بارش کی کمی کی وجہ سے آب پاشی کے لیے پانی کی شدید قلت ہے۔ صرف چند علاقوں میں جدید زرعی مشینوں کا استعمال ہوتا ہے۔

مشرق وسطیٰ کے قابل کاشت رقبے کے زیادہ حصہ پر اناج اگایا جاتا ہے جس میں گندم' جو' اہم فصلیں ہیں۔ جہاں آب پاشی کے لیے پانی دستیاب ہے وہاں جوار بھی کاشت کی جاتی ہے مثلاً دریائے دجلہ اور فرات کے علاقوں میں مشرق وسطیٰ کی اہم غذائی پیداوار میں گندم' جو' جوار' کھجوریں' زیتون کا تیل' پھل اور چاول ہیں۔

مشرق وسطیٰ میں فی ایکڑ پیداوار دنیا میں سب سے کم ہے۔ اس کی بڑی وجہ بارش اور پانی کی کمی ہے۔ دوسرے زمیندار ایک ہی زمین پر ایک ہی قسم کی فصل ہر سال کاشت کرتے ہیں۔

مشرق وسطیٰ کی تیل کی دولت :- دنیا کے سیاسی نقشہ پر مشرق وسطیٰ تیل کی دولت کی وجہ سے پہنچانا جاتا ہے۔ دنیا کے تیل کے ذخائر کا تقریباً دو تہائی مشرق وسطیٰ کے ممالک میں واقع ہے جس کا زیادہ حصہ یورپی ممالک کو برآمد کیا جاتا ہے۔

مشرق وسطیٰ کے تیل کا پیداواری علاقہ خلیج فارس کے ممالک میں ہے تیل صاف کرنے کے کارخانے بھی انہی ممالک میں قائم کیے گئے ہیں۔ دنیا کا سب سے بڑا تیل صاف کرنے کا کارخانہ خلیج فارس میں آبادان کے مقام پر قائم ہے۔ اس میں ایران کے تیل کے

کنوؤں سے پائپ لائن کے ذریعے تیل لا کر صاف کیا جاتا ہے۔ دوسرا بڑا کارخانہ بحرین میں واقع ہے۔ امریکہ اور یورپ کے تیل بردار جہاز باقاعدگی سے بحیرہ روم اور نہر سویز کے راستے مشرق وسطیٰ کا تیل لے جاتے رہتے ہیں۔

اس کے علاوہ امریکی کمپنیوں نے 1920 کلومیٹر لمبی ایک پائپ لائن بچھائی ہے جس کے ذریعے تیل سعودی عرب اور اردن سے ہوتا ہوا لبنان کی بندرگاہ سیدون پہنچایا جاتا ہے اور پھر وہاں سے امریکہ اور یورپ لے جایا جاتا ہے۔

مشرق وسطیٰ کے تیل کے ذخائر کا اندازہ اس چارٹ سے لگایا جا سکتا ہے۔

ملک کا نام	خام تیل کے ذخائر کا اندازہ (بلین بیرل)
سعودی عرب	163.35
ایران	58.00
عراق	31.00
کویت	65.40
بحرین	240.00
شام	2.00
متحدہ عرب امارات	29.40
ترکی	125.00
اومان	2.40
قطر	3.76
شمالی یمن	370.00

ترکی کے شمال میں بحیرہ اسود اور جنوب میں بحیرہ روم ہے ترکی کا بیشتر حصہ براعظم ایشیا میں واقع ہے لیکن مغرب میں چھوٹا سا حصہ بحیرہ مارمورا کے مغرب میں براعظم یورپ میں شامل ہے۔ ترکی مشرق وسطیٰ یا جنوب مغربی ایشیا میں اسرائیل کے بعد دوسرا ترقی یافتہ ملک ہے تاہم ترکی کی آبادی کا تقریباً 56 فیصد زراعت سے منسلک ہے۔ بیشتر قابل کاشت رقبہ ساحلوں کے آس پاس ہے جن میں سمسون اور ازمیر کا زرعی علاقہ قابل ذکر ہے۔ زرعی پیداوار میں گندم، زیتون کا تیل، انجیر، کپاس اور تمباکو اہم ہیں۔

معدنیات میں زانگولداک کے قریب اچھی کوالٹی کا کوئلہ نکلتا ہے۔ اس کے علاوہ

کرومیم (Chrome) بھی اہم معدنیات ہے۔ تیل کی پیداوار زیادہ نہیں صرف ادانہ میں کچھ تیل نکالا جاتا ہے اور یہاں تیل صاف کرنے کا ایک کارخانہ بھی ہے۔

صنعت :- 1934ء سے پہلے ترکی میں 70 فیصد لوگ زراعت سے منسلک تھے۔ مگر 1934ء میں صنعتی ترقی کے متعلق 5 سالہ منصوبہ بنایا گیا۔ جس میں زیادہ زور فولاد کے کارخانوں کے قیام پر دیا گیا یہ کارخانے کارابوک' اریٰ گلی' ہرفانلی' دیی کروپرو میں قائم کیے گئے۔

دوسری صنعتوں میں سیمنٹ' اون اور کاٹن ٹیکسٹائل' چمڑے کی مصنوعات' فرنیچر' کاغذ سازی اور شیشے کا سامان تیار کرنے کے کارخانے اہم ہیں۔

ترکی کی بجلی کی ضروریات کا 1/5 حصہ پن بجلی سے حاصل کیا جاتا ہے۔ ترکی کے شہروں میں انقرہ' استنبول' ازمیر' ادانہ اور سمسون مشہور شہر ہیں۔

عراق :- عرب جمہوریہ عراق دریائے دجلہ اور فرات کی وادیوں پر مشتمل ملک ہے جس کو 1932ء میں برطانیہ سے آزادی حاصل ہوئی۔ عراق اس زرخیز ہلال نما خطے سے تعلق رکھتا ہے جس کو زرخیز ہلال (Fertile Crescent) کہتے ہیں اور جو خلیج فارس سے شام اور اردن تک پھیلا ہوا ہے۔

عراق کی تیل کی دولت کا بیشتر حصہ زراعت کی ترقی ذرائع مواصلات اور کارخانے قائم کرنے پر خرچ ہوتا ہے عراق کی معیشت کا زیادہ دار و مدار تیل کی پیداوار پر ہے تیل کے کنوئیں ملک کے شمال مشرقی علاقہ میں بصرہ' موصل' کرکوک' اور خاناقین میں واقع ہیں۔ عراق کے تیل کی بڑی مقدار برآمد کے لیے پائپ لائن کے ذریعے بحیرہ روم کی بندرگاہوں بنیاس اور ٹریپولی پہنچایا جاتا ہے اس کے علاوہ شط العرب کے راستے بھی تیل بردار جہازوں کے ذریعے تیل برآمد کیا جاتا ہے۔

زرعی پیداوار میں کھجور کی کاشت زیادہ اہم ہے دنیا کی کھجور کی پیداوار کا 80 فیصد عراق میں پیدا ہوتا ہے اس کے علاوہ کپاس' گندم' تمباکو اور چاول کی کاشت بھی ہوتی ہے۔ بغداد عراق کا مشہور شہر اور صدر مقام ہے دوسرے شہروں میں بصرہ' موصل اور کرکوک شامل ہیں۔

سعودی عرب :- سعودی عرب کے ساحلی علاقوں کے علاوہ سارا ملک ایک وسیع و عریض صحرا ہے سعودی عرب میں کوئی قابل ذکر دریا نہیں سعودی عرب کی زرعی پیداوار میں گندم'

جو، کھجوریں اور پھل شامل ہیں کل آبادی کا 40 فیصد زراعت سے منسلک ہے۔ سعودی عرب کی اصل دولت وہاں کی معدنی تیل کی پیداوار ہے ایک اندازے کے مطابق سعودی عرب میں خام تیل کے ذخائر 163.35 بلین بیرل ہیں خلیج فارس کے قریب نکالا جانے والا تیل پائپ لائن کے ذریعہ اردن کے راستہ بحیرہ روم کی بندرگاہ سیدون تک پہنچایا جاتا ہے۔

سعودی عرب کی برآمدی اور درآمدی تجارت زیادہ تر امریکہ جاپان، جرمنی، اور فرانس سے ہے سالانہ تقریباً 33 بلین ڈالر کی اشیاء درآمد کی جاتی ہیں جبکہ 113 بلین ڈالر کی اشیاء جس میں زیادہ حصہ تیل کا ہوتا ہے برآمد کی جاتی ہیں۔

ایران :- اسلامی جمہوریہ ایران ایک سطح مرتفع ہے جو افغانستان اور پاکستان کی سرحدوں تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی سطح سمندر سے بلندی 900 میٹر سے 1500 میٹر کے درمیان ہے۔ ایران بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے لیکن بارش کی مقدار زراعت کے لیے ناکافی ہے۔ قدیم زمانہ سے ایران میں آبپاشی کا ایک دیسی نظام رائج ہے جسے کنات کہتے ہیں بلوچستان میں اس قسم کے نظام کو کاریز کہتے ہیں۔ آج کل کے جدید دور میں اب اس نظام کی جگہ ٹیوب ویل اور ڈیم نے لے لی ہے۔

زرعی پیداوار میں اناج، چاول، پھل، چقندر، کپاس، تمباکو اور انگور ایران کی اہم پیداوار ہیں۔ کپاس اصفہان کے علاقے میں۔ چائے اور تمباکو شمالی ایران میں کاشت کیے جاتے ہیں۔ سعودی عرب اور عراق کی طرح ایران بھی تیل کی دولت سے مالا مال ہے۔ ایران کے تیل کے ذخائر 1980ء کے اندازے کے مطابق 58 بلین بیرل ہیں۔ ایران کے تیل کے کنویں زیادہ تر خلیج فارس کے قریب واقع ہیں۔

ایران کی صنعتی ترقی میں بھی تیل کی دولت کا بڑا ہاتھ ہے۔ ایران کی صنعتوں میں فولاد، پٹرولیم کی مصنوعات، سیمنٹ، موٹر گاڑیوں کے اسمبلی پلانٹ، چینی صاف کرنے کے کارخانے اور قالین بافی کی صنعتیں اہم ہیں۔ ایران کی برآمدی اور درآمدی تجارت زیادہ تر جرمنی، برطانیہ اور جاپان سے ہے۔ 1980ء میں ایران نے برآمدی تجارت سے 9.31 بلین ڈالر کمائے اور درآمدی تجارت پر 10.55 بلین ڈالر صرف کیے۔

تہران ملک کا دارالحکومت اور خوبصورت مرکز ہے اس میں بہت سے کارخانے بھی ہیں جن میں شیشے کے کارخانے، ماچس کی فیکٹریاں، ادویات بنانے کے کارخانے اور چھوٹے اسلحہ کے کارخانے شامل ہیں۔

کویت :- کویت خلیج فارس کے شمال میں ایک چھوٹا سا ملک ہے جس کا رقبہ 17818 مربع کلومیٹر اور آبادی 21 لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ یہ ایک گرم اور خشک صحرائی علاقہ ہے۔

کویت کی اہمیت بھی تیل کی بدولت ہے۔ تیل کی دولت کی وجہ سے یہاں کی فی کس آمدنی دنیا کے دوسرے ممالک کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ یہاں فی کس آمدنی 11,431 ڈالر ہے۔ کویت کی آمدنی کا 92 فیصد تیل اور تیل کی مصنوعات پر مشتمل ہے۔ منا الاحمدی (Minaal Ahmadi) کویت کی مشہور بندرگاہ ہے جہاں دنیا کے کونے کونے سے تیل بردار جہاز لنگرانداز ہوتے ہیں۔

کویت میں عوام سے کسی قسم کا ٹیکس وصول نہیں کیا جاتا۔ طبی سہولتیں اور تعلیم مفت ہے۔ کویت برآمدی تجارت سے 1980ء کے اعداد و شمار کے مطابق تقریباً 20 بلین ڈالر کمائے جبکہ درآمدی تجارت پر صرف 7 بلین ڈالر خرچ ہوئے۔

سوالات

1- جنوب مغربی ایشیا میں کون کون سے ممالک شامل ہیں؟

2- مشرق وسطیٰ میں معدنی تیل کی پیداوار پر مفصل نوٹ لکھیے۔

3- سعودی عرب کی برآمدی اور درآمدی تجارت کا حال مختصر طور پر بیان کیجیے۔

4- مندرجہ ذیل ممالک کے جغرافیائی حالات کا مختصر طور پر جائزہ لیجیے۔

(الف) ترکی

(ب) ایران

(ج) عراق

مشرق بعید
سرحد بین الاقوامی
ریلوے لائن
دار الحکومت
اہم مقامات
0 200 400 800
چین
جمہوریہ
منگولیا
بحیرہ جاپان
بحیرہ مشرقی چین
بحیرہ جنوبی چین
فلپائن
بحیرہ انڈمان
ملیشیا
انڈونیشیا

آٹھواں باب

مشرقی ایشیا (East Asia)

مشرقی ایشیا کو مشرق بعید بھی کہتے ہیں۔۔ اس میں جو ممالک شامل ہیں ان کی تفصیل مندرجہ ذیل چارٹ سے ظاہر ہے۔

نام ملک	رقبہ (مربع میل)	رقبہ (مربع کلومیٹر)	صدر مقام
1- ہانگ کانگ	415	1077	ہانگ کانگ
2- تائیوان (فارموسا)	13969	36179	تائپی
3- شمالی کوریا	47398	122762	پیانگ یانگ
4- جنوبی کوریا	38330	99274	سیول
5- جاپان	145824	377684	ٹوکیو
6- چین	3696097	9536721	بیجنگ

ہانگ کانگ :- ہانگ کانگ ایک بڑے اور کئی چھوٹے جزیروں پر مشتمل برطانوی نو آبادی ہے جو ایک معاہدے کے تحت 1997ء تک چین کے حوالے کی جا سکتی ہے۔ ہانگ کانگ چین کے ساحلی شہر کینٹن کے قریب واقع ہے۔ اس کا بڑا جزیرہ پہاڑی ہے۔ یہاں کی آب و ہوا مون سونی ہے۔ یہاں سالانہ 85 انچ (2125 ملی میٹر) بارش ہوتی ہے۔ زیادہ بارش مئی اور ستمبر کے درمیان ہوتی ہے۔

چین سے لاکھوں مہاجر آ کر ہانگ کانگ میں آباد ہو گئے تھے جس کی وجہ سے یہاں آبادی میں اضافہ، خوراک اور پانی کی قلت اور بیروزگاری جیسے مسائل نے جنم لیا۔ لوگوں کی بہت بڑی تعداد خستہ حال مکانوں میں رہتی ہے جو زیادہ تر ٹین اور گتے کے بنے ہوتے ہیں اور ان میں آگ لگنے کا خطرہ ہر وقت موجود رہتا ہے۔

ہانگ کانگ نے صنعتی میدان میں غیر معمولی ترقی کی ہے۔ یہاں بہت سی صنعتیں لگائی گئیں مثلاً بحری جہاز بنانے اور مرمت کرنے کے کارخانے، فولاد، ایلومینیم، سوتی کپڑے کے کارخانے، سیمنٹ، چینی صاف کرنے کے کارخانے، سگریٹ جوتے، بیڑیاں اور ماچس کے

کارخانے قابل ذکر ہیں۔

تائیوان :۔ تائیوان کا پرانا نام فارموسا ہے۔ یہ روایتی طور پر چین کا ایک حصہ ہے مگر کیمونسٹ انقلاب کے وقت نیشنلسٹ لیڈر بھاگ کر یہاں آ گئے اور انھوں نے یہاں ایک الگ حکومت قائم کی۔

تائیوان ایک جزیرہ پر مشتمل ہے جس کا رقبہ 36179 مربع کلومیٹر ہے اور آبادی تقریباً 1 کروڑ 80 لاکھ ہے جس میں اکثریت جاپانی نژاد کی ہے۔

تائیوان کے مشرق میں پہاڑوں کا ایک سلسلہ ہے جہاں زیادہ سے زیادہ بلندی ماؤنٹ تنگ شان کی ہے جو 4533 میٹر بلند ہے۔ مغربی تائیوان ایک وسیع میدان پر مشتمل ہے جہاں جاپانیوں نے جنگلات صاف کر کے چائے کے باغات لگوائے اور چاول اور گنا کی کاشت شروع کی۔ تائیوان کی اہم زرعی پیداوار میں گنا، چاول، مونگ پھلی سویا بین، کیلا، مالٹے، پٹ سن اور تمباکو شامل ہیں۔ ماہی گیری بھی تائیوان کی بہت اہم صنعت ہے۔ اس کے علاوہ یہاں مصنوعی کھاد کے کارخانے اور سیمنٹ کے کارخانے بھی قائم کیے گئے ہیں۔ اس کی برآمدات ریڈی میڈ کپڑے، ٹیلی ویژن اور پلاسٹک ہیں۔

جنوبی کوریا:۔ مشرق بعید کا تیسرا ملک کوریا ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے نتیجے میں فاتح جاپان نے 1910ء کو کوریا کو جاپانی سلطنت کا حصہ بنا دیا اور تقریباً 35 سال تک اس کو آزادی سے محروم رکھا۔ دوسری جنگ عظیم میں جاپان کی شکست کے بعد کوریا کو آزادی ملی لیکن کوریا کے لوگ اب بھی شمالی اور جنوبی کوریا میں بٹے ہوئے ہیں۔ شمالی کوریا میں روس کی مدد سے کیمونسٹ نواز حکومت قائم کی گئی اور جنوبی کوریا کو امریکہ کا تعاون حاصل رہا۔ اس طرح یہ ملک 38 ڈگری عرض بلد کے ساتھ ساتھ 1948ء میں دو ملکوں میں تقسیم کیا گیا۔ جنوبی کوریا کا دارالحکومت سیول ہے۔

شمالی کوریا:۔ شمالی کوریا کا دارالحکومت پیانگ یانگ ہے۔ شمالی کوریا کی آبادی تقریباً دو کروڑ اور جنوبی کوریا کی 4 کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ جزیرہ نما کوریا کے شمال مشرقی جانب پہاڑوں کا ایک سلسلہ ہے جن کی بلندی 1829 میٹر تک پہنچتی ہے اور جنوب کی طرف بلندی کم ہو جاتی ہے۔

جزیرہ نما کوریا کا دوسرا اہم قدرتی خطہ وہ ہے جو بحیرہ زرد (Yellow Sea) کو جاپان

کے سمندر سے جدا کرتا ہے' یہی خطہ معاشی لحاظ سے انتہائی اہم خطہ ہے۔

مغربی ساحلی علاقہ چھوٹے چھوٹے پہاڑوں اور زرخیز وادیوں پر مشتمل ہے کوریا کی آب و ہوا شمالی چین کی آب و ہوا سے ملتی جلتی ہے۔ یہاں سال میں اوسطاً" ایک مہینہ درجہ حرارت نقطہ انجماد سے نیچے رہتا ہے۔ سیول میں درجہ حرات 2 ماہ اور منچوریا کی سرحد کے ساتھ کے علاقوں میں 5 ماہ تک درجہ حرارت نقطہ انجماد سے نیچے رہتا ہے۔

عموماً" گرمیوں کے موسم میں بارش زیادہ ہوتی ہے زراعت کوریا کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ تقریباً" 48 فیصد لوگ زراعت سے وابستہ ہیں۔ جنوبی کوریا میں میدانی علاقے لوگوں کی نجی ملکیت ہیں جبکہ پہاڑوں کی ڈھلوانوں پر زمین سرکاری ملکیت میں ہے۔

کوریا کی سب سے اہم فصل چاول ہے جو قابل کاشت رقبہ کی ایک چوتھائی پر کاشت کی جاتی ہے۔ مقامی ضروریات سے زیادہ چاول کو جاپان برآمد کیا جاتا ہے۔

چاول کے علاوہ جو' سویا بین اور جوار دوسری اہم فصلیں ہیں۔ تمباکو اور مکئی بھی کاشت کی جاتی ہے اور وسیع علاقے میں سیب کے باغات بھی لگوائے گئے ہیں۔

کوریا کی اہم معدنیات میں کوئلہ' سیسہ' زنک' گریفائیٹ' مگنیسائیٹ' لوہا' تانبا' سونا' نمک اور فاسفیٹ شامل ہیں۔ پیانگ یانگ کے قریب اچھی قسم کے کوئلہ کی کانیں سارے مشرق بعید میں مشہور ہیں۔

کوریا کی بیشتر صنعتیں جاپان کے تسلط کے زمانے میں لگائی گئیں اور بعد میں ان کو ترقی دی گئی۔ یہاں کی اہم صنعتوں میں سوتی کپڑے کے کارخانے' مصنوعی کھاد' سیمنٹ' جہاز سازی' برقی آلات اور موٹر گاڑیوں کے کارخانے ہیں۔

شمالی کوریا میں پڑھے لکھے لوگوں کا تناسب 85 فیصد اور جنوبی کوریا میں 92 فیصد ہے۔ شمالی کوریا نے 1980ء میں 2.1 بلین ڈالر کی اشیاء چین' روس اور جاپان سے درآمد کیں۔ جبکہ 1.9 بلین ڈالر کی اشیاء انھی ممالک اور سعودی عرب کو برآمد کیں۔

جنوبی کوریا نے 1981ء میں 26.1 بلین ڈالر کی اشیاء جاپان' امریکہ' سعودی عرب اور کویت سے درآمد کیں جبکہ 21.5 بلین ڈالر کی اشیاء انھی ممالک اور جرمنی کو برآمد کیں۔

شمالی کوریا میں فی کس آمدنی 570 ڈالر اور جنوبی کوریا میں 1187 ڈالر ہے۔ آج کا کوریا پرانے اور جدید طرز زندگی کا حسین امتزاج پیش کرتا ہے۔ جولائی 1972ء سے شمالی اور جنوبی کوریا کے لیڈر دونوں ملکوں کو پرامن ذریعوں سے متحد کرنے کی کوششوں میں لگے

ہوئے ہیں۔

جاپان :- جاپان چار بڑے جزیروں، ہونشو، شکاکو، کیوشو اور ہوکیڈو پر مشتمل ہے۔ ان میں ہونشو رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑا جزیرہ ہے اور معاشی لحاظ سے بھی یہ دوسرے تین سے زیادہ اہم ہے ان بڑے جزیروں کے علاوہ جاپان ہزاروں چھوٹے چھوٹے جزیروں پر مشتمل ہے۔ جاپان 30 ڈگری شمالی عرض بلد، 45 ڈگری شمالی عرض بلد اور 130 ڈگری مشرقی طول بلد اور 146 ڈگری مشرقی طول بلد کے درمیان واقع ہے۔

اپنے محل وقوع کے لحاظ سے جاپان کو مشرق کا برطانیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ مغرب میں برطانیہ بھی تقریباً انھی خطوط عرض بلد کے درمیان واقع ہے اور براعظمی اعتبار سے ایک جیسی حیثیت کا حامل ہے۔ جاپان کا کل رقبہ 377684 مربع کلومیٹر ہے اور آبادی 12.5 کروڑ کے لگ بھگ ہے۔

دوسری جنگ عظیم میں شکست کے بعد جاپان کچھ عرصہ کے لیے امریکہ کے قبضہ میں چلا گیا تھا لیکن 8 ستمبر 1952ء کو امریکہ اور 48 دوسرے ملکوں کے درمیان امن کے ایک معاہدہ کے نتیجے میں جاپان کو آزادی دی گئی۔

جاپان میں برطانیہ کی طرز کی آئینی بادشاہت قائم ہے۔ ملک کا قانون ساز ادارہ یا اسمبلی ڈائیٹ کہلاتی ہے۔ جاپان آج دنیا کے بڑے صنعتی ممالک میں شامل ہے۔

طبعی حالات :- جاپان کے تقریباً سارے جزیرے پہاڑی ہیں اور یہ پہاڑ مشرقی ایشیا کے ساحلی پہاڑوں کی کڑیاں ہیں۔ دو متوازی پہاڑی سلسلے جاپان کے مشرق اور مغرب میں واقع ہیں۔ ان پہاڑوں کے درمیان آتش فشاں پہاڑ بکھرے پڑے ہیں۔ آتش فشانی اور زلزلے جاپان میں بہت عام ہیں جن کی شدت مختلف ہوتی ہے۔ کبھی یہ معمولی نوعیت کے ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی یہ بہت تباہ کن ثابت ہوتے ہیں مثلاً 1923ء میں یوکوہاما اور ٹوکیو میں جو زلزلہ آیا تھا۔ اس نے 99 ہزار لوگوں کو موت کی نیند سلا دیا تھا۔

فیوجی یاما جاپان کی سب سے اونچی خفتہ آتش فشاں پہاڑی ہے۔ اس کی سطح سمندر سے بلندی 3772 میٹر ہے۔ جاپان میں تقریباً 192 آتش فشاں پہاڑ ہیں جن میں 58 ایسے ہیں جو کسی وقت بھی پھٹ سکتے ہیں۔

جاپان میں زراعت کے لیے میدانی علاقہ بہت کم ملتا ہے۔ جو چند زرعی میدان ہیں

ان میں ٹوکیو کا کوانٹو میدان، ناگویا شہر کا نوبی میدان اور اوسکا کا کنکی میدان شامل ہیں۔ جاپان کے دریا بہت چھوٹے ہیں اور تیز بہتے ہیں لہٰذا جہازرانی کے لیے ناموزوں ہیں البتہ بجلی اور آبپاشی کے لیے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

آب و ہوا:۔ سردیوں میں جاپان کو صفر ڈگری سینٹی گریڈ کی لائن (Isotherm) شمالی اور جنوبی حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ مغربی ساحلی علاقہ اگرچہ سائبیریا سے آئی ہوئی سرد ہواؤں کی زد میں ہوتا ہے لیکن مشرقی ساحلی علاقوں کی نسبت گرم رہتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بحیرہ جاپان کی گرم کیوروسیو بحری رو مغربی ساحل کی آب و ہوا کو معتدل بنا دیتی ہے۔ جبکہ مشرقی ساحل کے ساتھ شمال کی طرف سے سرد بحری رو چلتی ہے جس کو اوخوٹسک کی بحری رو کہتے ہیں۔ یہ سرد رو اس علاقہ کی سردی میں مزید اضافہ کر دیتی ہے۔ سردیوں میں جاپان کا درجہ حرارت شمال میں منفی 8 سینٹی گریڈ سے نیچے اور جنوبی جاپان میں 7.22 سینٹی گریڈ سے اوپر رہتا ہے۔

سردیوں میں شمال مغربی ہوائیں جب بحیرہ جاپان سے ہو کر گزرتی ہیں تو کافی مقدار میں نمی ساتھ لے جاتی ہیں اور پھر جب یہ مغربی پہاڑوں سے ٹکرا کے اوپر اٹھتی ہیں تو بارش اور برف باری کرتی ہوئی جاتی ہیں۔ مشرقی ساحلی علاقہ سردیوں میں خشک رہتا ہے مغربی ساحل پر 750 ملی میٹر تک بارش ہوتی ہے۔

گرمیوں میں جنوبی جاپان میں درجہ حرارت تقریباً 27 ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے اور شمال میں ہوکیڈو کے جزیرے میں 15 ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔ مئی سے اگست تک جنوب مشرقی مون سون ہوائیں چلتی ہیں اور سب سے زیادہ بارش جون اور اگست میں برساتی ہیں۔ پورے جاپان کے جنوب میں بارش 2000 ملی میٹر تک اور شمال میں کم ہو کر 750 ملی میٹر تک ہوتی ہے۔ جاپان کی آب و ہوا کی ایک خاصیت وہاں کے سائیکلون ہیں جن کو ٹائیفون کہتے ہیں۔ یہ طوفان باد و باراں بہت زیادہ تباہی مچاتے ہیں۔

زراعت :۔ جاپان کی 12 فیصد آبادی زراعت سے وابستہ ہے۔ جاپان کی زراعت کی اہم خصوصیات وہاں کے طبعی حالات روایتی زرعی طریقے اور بہت زیادہ گنجان آبادی ہیں جاپان کی سب سے اہم فصل چاول ہے جو قابل کاشت رقبے کے 50 فیصد پر کاشت کی جاتی ہے جاپان میں چاول کی فی ایکڑ پیداوار ایشیا میں سب سے زیادہ ہے۔

جاپان کے اہم زرعی علاقے صرف چند چھوٹے زرخیز میدانوں تک محدود ہیں۔ چاول کی فصل کے پکنے کی میعاد عرض بلد اور سمندر سے فاصلے پر منحصر ہے مثلاً شمالی ہوکیڈو میں یہ مدت چار ماہ ہے جبکہ جنوبی کیوشیو کے ساحلی علاقوں میں 8 ماہ میں چاول کی فصل تیار ہوتی ہے۔ جاپان میں چاول کی زیادہ تر کاشت آبپاشی کے ذریعے کی جاتی ہے۔ دریائی میدانوں اور وادیوں کے علاوہ پہاڑوں کی ڈھلانوں پر بھی چاول کی کاشت کی جاتی ہے سب سے اچھی قسم کا چاول شمال مغربی ہونشو میں پیدا ہوتا ہے۔ چاول کی پیداوار میں جاپان دنیا کے پانچویں نمبر پر ہے۔

چاول کے علاوہ جاپان میں گندم بھی پیدا ہوتی ہے۔ مشرقی ہونشو اور شمالی کیوشو کا علاقہ گندم کی پیداوار کے لئے اہم ہے۔ جاپان پھلوں کی پیداوار کے لیے بھی مشہور ہے مالٹے، سیب، آڑو، انگور، ناشپاتی، آلو بخارا اور املوک یہاں کے خاص پھل ہیں۔

ان کے علاوہ چائے، تمباکو اور آلو جاپان کی دوسری اہم فصلیں ہیں۔ جاپان کی زراعت جدید خطوط پر استوار کی گئی ہے جس کی وجہ سے فی ایکڑ پیداوار جاپان میں ایشیا کے ترقی پذیر ممالک سے 6 گنا زیادہ ہے۔ ماہی گیری جاپان کی ایک اور اہم صنعت ہے اور جاپان اس وقت دنیا میں ماہی گیری میں سرفہرست ہے۔

معدنیات :- معدنیات کے اعتبار سے جاپان زیادہ خوش قسمت نہیں ہے تاہم کوئلہ، پٹرولیم، لوہا وغیرہ تھوڑی مقدار میں جاپان میں پیدا ہوتا ہے۔

جاپان میں کوئلہ پیدا کرنے والے تین علاقے ہیں۔ سب سے اہم جنوبی جزیرہ کیوشو کا علاقہ ہے۔ اس کے بعد ہوکیڈو اور شمال مشرقی ٹوکیو کا علاقہ ہے۔

پٹرولیم کی پیداوار جاپان میں بہت کم ہے۔ مغربی ہون شو میں کچھ تیل پیدا ہوتا ہے لیکن ملک کی ضروریات کا زیادہ حصہ خلیج فارس کے ممالک سے درآمد کیا جاتا ہے۔

جاپان میں لوہا بھی بہت کم مقدار میں ملتا ہے جو صرف شمال مشرقی ہون شو اور ہوکیڈو میں لوہے کے کچھ ذخائر پائے جاتے ہیں۔ جاپان اپنی ضروریات کا بیشتر حصہ ہندوستان ملایا۔ اور فلپائن سے درآمد کر کے پورا کرتا ہے۔

بڑھتی ہوئی صنعتی ضروریات کے لیے کوئلے کی کمی اور وافر مقدار میں تیز دریاؤں کی موجودگی کی وجہ سے جاپان نے پن بجلی کے عظیم منصوبے بنائے ہیں۔ 1978ء کے اعداد و شمار کے مطابق تقریباً 495 بلین کلوواٹ تک بجلی کی پیداوار پہنچ گئی۔

چاول
ںڈو میں
ار ہوتی
یدانوں
ے اچھی
پانچویں
کیوشو کا
ہور ہے
جاپان کی
یشیا کے
ہے اور
م کوئلہ،
کیوشو کا
وتا ہے
ہوکیڈو
ن ملایا۔
یاؤں کی
اعداد و

چین :- چین پاکستان کا ایک قریبی ہمسایہ اور مشرقی ایشیا کا ایک وسیع ملک ہے جو خطوط عرض بلد 18° شمال تا 53° شمال اور طول بلد 74° مشرق تا 134° مشرق کے درمیان واقع ہے۔ اس سے واضح ہے کہ چین کا انتہائی جنوبی حصہ ذیلی منطقہ حارہ (Sub-tropical zone) میں واقع ہے اور انتہائی شمالی حصہ لیبریڈار اور جنوبی ایلاسکا کے عرض بلد تک پہنچتا ہے۔ چین کو تجارتی لحاظ سے ایک بڑا فائدہ یہ حاصل ہے کہ اس کا 6436 کلومیٹر لمبا ساحل بحرالکاہل پر واقع ہے اور اس کے شمالی حصے میں اچھی بندرگاہیں موجود ہیں۔ جنوبی اور مشرقی چین کا ساحل بین الاقوامی شاہراہ پر واقع ہے۔ جو جہاز شمالی امریکہ کے مغربی ساحل اور جنوبی و جنوب مشرقی ایشیا کے درمیان آتے جاتے ہیں وہ اس راستے سے گزرتے ہیں۔

چین کی شمالی اور مغربی سرحدیں منگولیا اور روس کے ساتھ ملتی ہیں۔ پاکستان کی سرحد کے ساتھ اس کی جنوب مغربی سرحد کا کچھ حصہ مشترک ہے۔

رقبہ کے اعتبار سے چین دنیا میں روس اور کینیڈا کے بعد سب سے بڑا ملک ہے۔ اس کا رقبہ 9536721 مربع کلومیٹر ہے۔

سطح :- چین کی سطح نہایت ہی پیچیدہ سی ہے۔ اس کا وسیع مغربی حصہ اور شمال مغربی حصہ تمام سطح مرتفع ہے۔ مشرقی حصہ جو مقابلتاً" اتنا وسیع نہیں ہے نشیبی میدان اور کوہستانی علاقے پر مشتمل ہے۔ سطح مرتفع کا بیشتر علاقہ ناہموار اور نشیب و فراز سے بھرپور ہے۔ سطح مرتفع تبت جنوب مغرب کی طرف 3660 میٹر سے زیادہ بلند ہے جہاں دنیا کے بلند ترین پہاڑوں نے اسے گھیر رکھا ہے۔

چین کے دریا :- چین کا ملک بحرالکاہل کے ساحل سے ایشیا کے وسط تک پھیلا ہوا ہے۔ جہاں سے اس کے بڑے بڑے دریا نکلتے ہیں اور ریڈیائی شکل میں پھیل گئے ہیں۔ ہوانگ ہو، ینگ سی کیانگ، میکانگ اور سالوین یہ تمام دریا سطح مرتفع تبت کے مشرقی نصف حصے سے نکلتے ہیں۔ ہوانگ ہو شمال مشرق کی طرف بہتا ہوا بحیرہ زرد میں جا گرتا ہے جب کہ دریائے سالوین جنوب کی طرف بہتا ہوا بحیرہ انڈمان سے جا ملتا ہے۔ گو چین کے دو تہائی حصے کی عام ڈھلان مشرق کی طرف ہے لیکن سطح مرتفع تبت اور سطح مرتفع منگولیا کے مغربی تہائی حصے کا پانی سمندر تک نہیں پہنچتا بلکہ ان علاقوں کے پانی کا نکاس بے شمار نمکین

جھیلوں، دلدلوں اور صحراؤں کے نشیبی علاقوں میں ہوتا ہے۔ دریائے امور چین کے شمال مغربی صوبوں کو روس کے سائبیریا کے علاقوں سے جدا کرتا ہے۔ دریائے ینگ سی وسطی چین کے نہایت زرخیز اور آباد علاقوں سے گزرتا ہے۔ یہ بہت بڑا دریا ہے جو شنگھائی کے قریب بحیرہ چین میں گرتا ہے۔

ملک کا تیسرا بڑا دریا سی کیانگ ہے جو کینٹن کے پاس سے گزر کر بحیرہ جنوبی چین میں جا گرتا ہے۔

چین کی آب و ہوا:- چین کا بیشتر حصہ خط سرطان کے شمال (منطقہ معتدلہ) میں واقع ہے۔ ملک کے شمال میں قطبی سرد ہواؤں کو روکنے کے لیے کوئی پہاڑی سلسلہ واقع نہیں ہے۔ اس لیے شمالی چین میں موسم سرما بہت سرد ہوتا ہے۔ چونکہ ملک کے بیشتر حصے کی آب و ہوا مون سونی ہے اس لیے بارش عام طور پر موسم گرما میں ہوتی ہے۔ ملک کے جنوبی حصے میں بارش بہت زیادہ ہوتی ہے اور کوئی مہینہ بالکل خشک نہیں ہوتا۔ چین کی آب و ہوا پر پانچ عوامل بہت زیادہ اثرانداز ہوتے ہیں۔

1- وسیع قطعہ زمین
2- مغربی بحرالکاہل کا وسیع اتصال
3- ملک کی شمالاً" جنوباً" وسعت
4- سطحی نوعیت
5- ان تمام عوامل پر مبنی ہواؤں کا نظام

وسیع قطعہ زمین:- چین کے وسیع قطعہ زمین کا صرف تھوڑا سا مشرقی حصہ سمندر کے قریب ہے اور بہت سا حصہ بحری اثرات سے دور ہے۔ اس کے ساحل میں مغربی یورپ کے ساحلوں کی طرح اتنے بڑے بڑے کٹاؤ نہیں ہیں کہ سمندر دور تک ملک کے اندر چلا جائے۔ اس لیے اندرونی حصوں کی آب و ہوا بحری اثرات سے متاثر نہیں ہوتی۔ موسم سرما میں زیادہ سردی کی وجہ سے چین کے اندرونی حصوں میں زیادہ دباؤ (High pressure) کا علاقہ پیدا ہو جاتا ہے اور سخت سرد ہوائیں ملک کے اندرونی حصوں سے باہر کی طرف چلتی ہیں۔ شمالی چین میں موسم سرما بہت سرد اور قدرے طویل ہوتا ہے اور جنوب مشرقی حصے میں مقابلتاً" سردی کم پڑتی ہے۔ اس کے برعکس موسم گرما میں ملک کا اندرونی حصہ گرم ہو جاتا ہے اور وہاں ہوا کا کم دباؤ کا علاقہ (Low pressure) پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس موسم میں سمندر کی طرف سے مرطوب ہوائیں تیزی سے حرکت میں آ کر خشک ہواؤں

کی جگہ لے لیتی ہیں اور مشرقی چین کے وسیع علاقے پر خوب بارش برساتی ہیں۔ اس طرح موسم سرما اور موسم گرما میں ہواؤں کے رخ کا پلٹنا مون سونی خطے کی خصوصیت ہے۔ چین کی مون سون ہوائیں جنوبی ایشیا کی مون سون ہواؤں سے ایک بات میں مختلف ہیں۔ وہ یہ کہ چین میں سردی کے خشک موسم کی میعاد گرمی کے برسات کے موسم کی میعاد سے کہیں زیادہ ہے لیکن جنوبی ایشیا میں حالات اس کے بالکل برعکس ہیں۔ چین میں موسم گرما کی مون سون ہوائیں ابتداءمیں بتدریج زور پکڑتی ہیں لیکن جنوبی ایشیا میں یہ یک لخت ٹوٹ پڑتی ہیں۔

ٹائیفون قسم کے ٹراپکل ہواؤں کے طوفان زیادہ تر سمندروں کے مغربی کناروں پر آتے ہیں۔ جنوبی چین بھی ان کی زد میں آ جاتا ہے۔ جزائر فلپائن کے مشرقی اور جنوب مشرقی سمندروں میں یہ طوفان پیدا ہوتے ہیں اور جنوبی چین کے ساحلی علاقے میں بہت نقصان پہنچاتے ہیں۔ ہزاروں جانیں تلف ہو جاتی ہیں۔ یہ امر باعث خوش قسمتی ہے کہ مغرب کی طرف حرکت کرنے کے بعد ان میں سے زیادہ تر ساحلی علاقے پر پہنچنے سے قبل ہی شمال مشرق کی طرف مڑ جاتے ہیں اور صرف چند ایک ہی چین کے ساحل تک پہنچتے ہیں۔ جو جنوب مشرقی چین میں داخل ہو جاتے ہیں وہ رخ بدل کر شنگھائی اور جزیرہ نما شان تنگ کے درمیان ساحل کو چھوڑ کر باہر نکل آتے ہیں۔

زراعت :- زراعت کو چین میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ یہاں عمیق کاشت کاری Intensive farming عمل میں لائی جاتی ہے اور قابل کاشت زمین کا چپہ چپہ زیر کاشت لایا گیا ہے۔ چراگاہیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ زرعی زمین کی تقسیم در تقسیم سے چھوٹے چھوٹے کھیت وجود میں آ گئے ہیں جو اقتصادی اعتبار سے غیر نفع بخش ہیں۔ چین کی زراعت میں کھیتی باڑی کا زیادہ تر دار و مدار انسانی محنت پر ہے چونکہ مشینوں کا استعمال کم ہے۔ مویشی وغیرہ باربرداری اور کھیتوں میں کام کرنے کے لیے پالے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ مرغیاں' سور وغیرہ زیادہ تعداد میں کسانوں کے پاس ہوتے ہیں۔

فصلیں :- چین میں فصلوں کے زیرکاشت کل رقبہ 58.3 ملین ہیکٹر ہے جس میں 17.82 ملین ہیکٹر (1985) زیر آبپاشی ہے اور 17.8 ملین ٹن کھاد استعمال کی گئی۔ 1987ء میں 2048 سرکاری فارم تھے۔

زرعی پیداوار (1986ء) ملین ٹنوں میں

چاول	177	چائے	.49
گندم	89	کپاس	35
مکئی	65.56	تیل نکالنے کے بیج	8.29
سویابین	11.06	گنا	57.1

مویشی (1986ء) ملین میں

گھوڑے	11	گائیں/بھینسیں	86.8
بھیڑیں	94.2	بکریاں	61.7
سور	331.4		

ملک کے کاشت شدہ رقبے کے بیشتر حصے میں تین بڑی فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ چاول جنوبی چین میں جہاں پیداوار فی ایکڑ بہت زیادہ ہے۔ چاول اور گندم کی ملی جلی فصلیں وسطی چین، ینگ سی کیانگ کی وادی میں اور گندم و باجرہ شمالی چین میں جہاں چاول بالکل پیدا نہیں ہوتے کیونکہ یہاں سالانہ بارش 1000 ملی میٹر (40 انچ) سے کم ہے۔

ان فصلوں کے علاوہ دوسری اجناس بھی ملک کے مختلف علاقوں میں کاشت کی جاتی ہیں۔ وسطی چین میں چھوٹے ریشے کی کپاس کی کاشت ہوتی ہے۔ نیز انواع و اقسام کی سبزیاں پیدا ہوتی ہیں۔ شہتوت کے درخت کثرت سے ہیں جن پر ریشم کے کیڑے پالے جاتے ہیں۔ کوانگ تنگ کا صوبہ ریشم کی پیداوار کے لیے مشہور ہے۔ چاول اور چائے کی فصلیں چین کے مرطوب نیم حاری جنوبی و جنوب مغربی پہاڑی علاقوں میں کاشت کی جاتی ہیں لیکن مشرقی حصے میں خاص طور پر چی کیانگ اور فوکین کی چائے دوسرے ممالک کو برآمد کرنے کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ لنگ نان چاولوں کی دہری فصل کا علاقہ ہے۔ اس علاقے کی آب و ہوا حاری (tropical) ہے اور چاولوں کی کاشت کے لیے حالات سارا سال سازگار ہیں۔ اس لیے سال میں چاولوں کی دو فصلیں کاشت کی جاتی ہیں۔ اس علاقے میں ترش پھل، چائے، تمباکو اور دوسری فصلیں بھی کاشت کی جاتی ہیں۔ جن کے لیے مرطوب آب و ہوا درکار ہے نیز نیشکر کی کاشت اہمیت رکھتی ہیں۔ سکوان کے علاقے میں چاول، شکرقندی، گندم، سرسوں اور پھلیاں کاشت کی جاتی ہیں۔ شکرقندی چینی لوگوں کی

مرغوب غذا ہے۔

چین میں سرمائی گندم کے علاوہ بہاری گندم بھی کاشت کی جاتی ہے یہ ملک کے شمالی سرد حصے میں دریائے سنگاری اور لیاؤ کے طاس میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کی کاشت کے لیے دیوار عظیم کے نواحی علاقے اور منگولیا کے حاشیائی علاقے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ باجرہ زیادہ تر ملک کے خشک حصوں کی پیداوار ہے اور کاؤ لیانگ (سرغو اناج) دریائی وادیوں کے پست علاقوں میں پیدا ہوتا ہے۔

ماہی گیری :- اگرچہ چین کی وسعت کے لحاظ سے اس کا ساحل بہت کم لمبا ہے یعنی صرف 6400 کلومیٹر جب کہ جاپان کے ساحلی علاقے کی لمبائی 27200 کلومیٹر ہے۔ تاہم چین کے ساحلی سمندر، اندرونی جھیلیں اور دریا مشہور ماہی گاہیں ہیں۔ ان میں ہر قسم کی مچھلیاں پائی جاتی ہیں۔ ملک کے اندرونی حصے میں ہزارہا مچھلیوں کے تالاب ہیں۔ فی مربع کلومیٹر اوسط پیداوار 24 میٹرک ٹن سالانہ کے حساب سے تقریباً دس ملین ٹن بنتی ہے۔ تالابوں میں ماہی گیری کسانوں کا جزوی پیشہ ہے۔ زیریں ینگ سی کیانگ کی وادی کے پانچ صوبے مچھلیوں کی پیداوار کے لیے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ چین میں مچھلی کی طلب بہت زیادہ ہے۔

معدنی اور طاقتی وسائل :- تقریباً 2 ہزار سال قبل چین کی صرف چند ایک معدنیات کے بارے میں معلومات حاصل تھیں اور ان کی تلاش صرف ایسے علاقوں تک محدود تھی جہاں رسائی آسان تھی۔ معلوم ہوا ہے کہ تانبا، قلعی اور کانسی کا استعمال 1000 ق م میں کیا جاتا تھا۔ لوہے کے استعمال کی نشاندہی 8000 ق م سے کی جاتی ہے۔ چین کی معدنیات میں کوئلے کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ سرمہ اور ٹنگسٹن کے ذخائر ملک میں بہت زیادہ ہیں۔ لوہا اور قلعی اوسط مقدار میں موجود ہیں۔ تانبا، گندھک، معدنی تیل اور دیگر معدنیات بھی کم و بیش مقداروں میں پائی جاتی ہیں۔

کوئلہ :- مشرقی ایشیا میں سوائے سائبیریا کے چین میں سب سے بڑے کوئلے کے ذخائر پائے جاتے ہیں۔ چین کی مامور یہ قومی وسائل (نیشنل ریسورسز کمیشن) کے تخمینے کے مطابق چین میں کوئلے کے محفوظات 444 بلین میٹرک ٹن ہیں جو جرمنی اور برطانیہ کلاں کے محفوظات کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں۔ چین میں زیادہ تر اچھی کوالٹی کا کوئلہ پایا جاتا ہے

جو کوک بنانے کے لیے بہت اچھا ہے۔ کوک بنانے والے کوئلے کے محفوظات کا اندازہ 6 بلین میٹرک ٹن ہے اور یہ عام طور پر کوئلے کی کانوں کے نزدیک ہی ملتا ہے۔ کل مقدار کا 4/5 حصہ لوئس کے علاقے کے دو صوبوں شینسی اور شانسی میں پایا جاتا ہے۔

لوہا :- چین میں خام لوہے کے ذخائر نہ تو بہت زیادہ ہیں اور نہ ہی بہت کم، سرکاری اعداد و شمار کے مطابق کل محفوظات 12 بلین ٹن ہیں۔ عام طور پر خام دھات میں اچھی قسم کا لوہا نہیں ہے۔ اعلیٰ خام دھات کے کچھ ذخائر دیوار عظیم کے جنوب میں پائے جاتے ہیں جن میں ہیستان کے ذخائر بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ کچے لوہے کا 100 ملین ٹن کا ذخیرہ جس میں 65 فیصد خالص لوہا ہے وادی ینگ سی کیانگ کے مشرقی حصے میں دریافت ہوا ہے۔ وسطی چین میں ہوپی (HOPEI) صوبے کی دیمہ (TAYEH) کی کانیں بہت مشہور ہیں نیز کانسو اور سکوان میں کچے لوہے کی کانیں موجود ہیں۔ 1984ء میں خام لوہے کی پیداوار 122 ملین ٹن تھی۔

معدنی تیل :- چین کے معدنی تیل کے محفوظات ابھی اچھی طرح معلوم نہیں ہیں۔ 1987ء میں خام تیل کی پیداوار 133 ملین ٹن تھی۔

دیگر معدنیات :- چین میں گندھک آہنی چقماق (Iron pyrites) سے حاصل کی جاتی ہے کیونکہ ملک میں قدرتی گندھک کے ذخائر موجود نہیں ہیں۔ اس کی پیداوار صنعتی ضروریات کے لیے کافی نہیں ہے۔ اس لیے گندھک جاپان سے درآمد کی جاتی ہے۔ تانبا چین میں وسیع طور پر جگہ جگہ پایا جاتا ہے لیکن ماضی میں ملکی ضروریات کے لیے ناکافی رہا ہے۔ زیادہ مقدار میں یہ مانچوریا اور نین سے حاصل ہوتا ہے۔ سیسے اور جست کے معلوم ذخائر کا نصف حصہ مانچوریا میں موجود ہے۔ لیکن پیداوار کم ہے اور ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں۔ چین کے جنوب مغربی صوبوں میں تانبے اور چاندی کے تقریباً نصف محفوظات موجود ہیں۔ مینگانیز کے ذخیرے ملکی ضروریات کے لیے کافی ہیں۔ ینان کا علاقہ قلعی کی پیداوار کے لیے مشہور ہے۔ ولفرام (ٹنگسٹن کی خام دھات) کی پیداوار میں چین کو اہمیت حاصل ہے اور دنیا کے مشہور ٹنگسٹن پیدا کرنے والے ممالک میں شمار ہوتا ہے۔ یہ ہنان، گوآنگ ڈونگ (GUANGDONG) اور نین کی کانوں سے حاصل ہوتا ہے۔ جنوبی مانچوریا دنیا میں سب سے زیادہ میگناسائٹ پیدا کرنے والا علاقہ شمار ہوتا ہے۔

غیر دھاتی اشیاء میں شیشہ' جپسم اور نمک اہم معدنیات ہیں جو مختلف صنعتوں میں استعمال ہوتی ہیں۔ ان کے علاوہ ایس بیس ٹوز' ابرق' گاد پتھر (quartz)' قلمی شورہ' سوڈا' فاسفیٹ' سونا اور پارہ بھی پائے جاتے ہیں۔

پن بجلی:- چین کی امکانی برقی طاقت ریاستہائے متحدہ امریکہ کے مقابلے میں دو تہائی سے زیادہ اور دنیا کی کل مقدار کا 33 فیصد ہے۔ ملک کی کل امکانی برقی طاقت 676 ملین کلوواٹ ہے۔ بجلی کے وسائل مرکوز نہیں ہیں بلکہ بجلی کے پلانٹ ملک کے مختلف حصوں میں کام کر رہے ہیں۔ جنوبی اور جنوب مغربی چین میں کئی ایسے اچھے مقامات ہیں جہاں برقی طاقت بخوبی پیدا کی جا سکتی ہے۔ 1986ء میں بجلی کی پیداوار 430300 کلوواٹ آور (KWH) تھی۔ سب سے زیادہ برقی طاقت کو ترقی مانچوریا میں ہوئی ہے۔ دریائے یالو پر سوئی نینگ پلانٹ دنیا کے عظیم بجلی گھروں میں شمار ہوتا ہے۔ دریا پر بند 160 میٹر اونچا اور 772 میٹر لمبا ہے۔

صنعتی علاقے اور پیداوار:- چین میں صنعتی ترقی کی رفتار کمیونسٹ حکومت کے تحت بہت تیز رہی ہے۔ چند بڑے بڑے صنعتی علاقے خاص اہمیت رکھتے ہیں جن میں جنوبی مانچوریا کو سبقت حاصل ہے کیونکہ کوئلہ اور آئل شیل فیوشن کے مقام سے اور لوہا و فولاد این شان سے دستیاب ہو جاتے ہیں۔ کئی قسم کی مشینیں موکڈن اور ڈائرن کے قریب تیار ہوتی ہیں۔

شمالی مانچوریا میں ہاربن اور سن کنگ میں بجلی کا سامان و ٹرک اور شینسی میں اوزار تیار کرنے کے کارخانے ہیں۔

میدان زرد میں بڑی بڑی صنعتیں بیجنگ اور ٹن سن کے قرب و جوار میں مرکوز ہو گئی ہیں جو پارچہ بافی' فولاد اور ہلکی صنعتوں کے لیے مشہور ہے۔ شمالی چین کی بندرگاہ ٹن سن سوتی پارچہ بافی اور آٹا پیسنے کا مرکز ہے۔ مشرقی شان تنگ میں لوہے و سوتی کپڑے کے کارخانے اور گھی کی فیکٹریاں قائم ہیں۔ شمال مغربی چین میں فولاد کے کارخانے تائی یوآن اور پاؤتاؤ میں قائم ہیں۔ لنچاؤ میں ریل یارڈ ہے اور تیل صاف کرنے کا کارخانہ بھی ہے۔

یگ سی کے میدان میں شنگھائی صنعتوں کا بڑا مرکز ہے جہاں کئی قسم کی مصنوعات تیار کرنے کے کارخانے قائم ہیں۔ ان میں جہاز سازی' بجلی کا سامان تیار کرنے اور پارچہ

بانی کے کارخانے بہت مشہور ہیں۔ شنگھائی اور نان کنگ میں تیل صاف کرنے کے کارخانے بھی موجود ہیں۔ ووہاں میں لوہے اور فولاد کے کارخانے ہیں۔ ان کارخانوں کے لیے لوہا تائیہ (TAYEH) کی لوہے کی کانوں سے حاصل ہوتا ہے جو قریب ہی واقع ہیں۔

جنوبی چین میں کینٹن اور ہانگ کانگ مشہور صنعتی مرکز ہیں جن میں ہلکی قسم کی مصنوعات تیار کی جاتی ہیں۔ ان کے مغربی حصے میں چون کنگ اور کمنگ دو چھوٹے صنعتی مرکز ہیں جن میں چھوٹے فولاد کے کارکانے کام کر رہے ہیں۔

تجارت :- یہ امر واضح ہے کہ کیمونسٹ حکومت کے تجارتی معاملات میں سرکاری طریقہ تبادلہ اجناس (Barter system) رائج رہا ہے۔ سری لنکا کے ساتھ تبادلہ اجناس کے ایک معاہدے کی رو سے چین نے اپنے چاولوں کے عوض سیلونی ربڑ حاصل کیا۔ برما کے ساتھ تبادلہ اجناس کے ایک معاہدے میں برمی چاول خریدے اور برما نے فولاد کا سامان' سوتی اشیاء وغیرہ چین سے حاصل کیں۔

دوسرے ممالک سے چین میں کپاس' ربڑ' کھاد' مشینری اور دھاتیں درآمد ہوتی ہیں اور اس کی برآمدات میں زیادہ تر زرعی پیداوار سے تیار کردہ اشیاء' پارچہ جات اور معدنیات شامل ہیں۔ اگرچہ چین کی وسعت عظیم اور کثرت آبادی سے ظاہر ہوتا ہے کہ چین بذات خود اپنی مصنوعات کے لیے ایک بڑی منڈی ہے۔ لیکن اس کی تجارت فی کس کے حساب سے بہت کم ہے۔

آبادی :- 1992ء کے تخمینے کے مطابق چین کی آبادی 1158.23 ملین ہے۔ نسلی اعتبار سے ملک کے 90 فیصد لوگ چینی ہیں۔ تقریباً" 5 کروڑ غیر چینی جو ملک کے نصف حصے میں آباد ہیں ایک اہم اقلیت شمار ہوتے ہیں۔ چین کے مغربی حاشیائی علاقوں میں غیر چینیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ شمال مشرقی حصے میں تقریباً" 12 لاکھ کوریائی متوطن ہیں اور مانچو لوگ آباد ہیں جو چینی بن گئے ہیں۔ شمال مغربی صحرائی علاقے میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً" 80 لاکھ ہے۔ جنوبی اور جنوب مغربی چین میں غیر چینی قبائلی لوگ بکھرے ہوئے آباد ہیں۔ جنوبی چین کے بہت سے لوگ تھائی اور قبائلی لوگوں کے ساتھ مخلوط ہو گئے ہیں اور چینی تہذیب میں رنگے گئے ہیں۔

آبادی کی تقسیم :- مجموعی طور پر چین کا مشرقی حصہ گنجان آباد ہے۔ اس حصے کے

مندرجہ ذیل چھے علاقوں میں آبادی خاصی گنجان ہے۔

1- ینگ سی کا زریں میدان۔ یہ ملک کا سب سے زیادہ گنجان آباد علاقہ ہے۔

2- چین کا شمالی میدان
3- وسطی جھیلوں کا میدان
4- جنوبی مانچوریا
5- سکوان بیسن (سکوان نشیب)
6- ڈیلٹا سی کینگ

ان کی نسبت قدرے کم گنجان علاقے، سطح مرتفع لوئی میں فین اور وئی (Fen and Wei) کی وادیاں اور جنوب مشرقی ساحل کے ڈیلٹائی علاقے ہیں۔

ذرائع آمد و رفت:- چین میں ناکافی ذرائع آمد و رفت اس کی ترقی میں ہمیشہ حائل رہے ہیں۔ اس ملک میں اوسطاً" ایک لاکھ انسانوں کی آبادی کے لیے تقریباً" 3 کلومیٹر ریلوے لائن حصے میں آتی ہے جب کہ یہ اوسط ریاستہائے متحدہ امریکہ میں 400 کلومیٹر اور شمال مغربی یورپ میں 80 کلومیٹر ہے۔ ملک کے شمال مشرقی حصے میں ریلوں کا جال بچھا ہوا ہے جہاں ریلوے لائنوں کی کل لمبائی 16800 میل (27031 کلومیٹر)، جنوبی چین میں ریلیں فاصلوں پر ہیں اور گنجان نہیں ہیں۔ بہت سے مقامات ریلوے لائن سے 200 میل (320 کلومیٹر) سے زیادہ فاصلے پر ہیں۔ دریائے ینگ سی کی وادی میں دریا کے متوازی کوئی ریلوے لائن موجود نہیں، حالانکہ یہ شرقاً" غرباً" پھیلی ہوئی ملک کی سب سے بڑی شاہراہ ہے۔ بلکہ شمال سے جنوب کو ریلوے لائن شمالی سائبیریا اور کوریا کی سرحدوں کو ویت نام اور کوانگ تنگ ساحل کے ساتھ ملاتی ہے۔ جنوبی چین میں ریلوں کی کمی کو سی کیانگ اور اس کے معاون دریاؤں کی آبی شاہراہوں سے پورا کیا گیا ہے۔ ملک کے جنوب مغربی حصے میں ریلوں کو ترقی نہیں دی گئی۔ 1985ء کے اعداد و شمار کے مطابق چین میں ریلوے لائنوں کی کل لمبائی 52100 کلومیٹر ہے جس میں سے 4200 کلومیٹر برقائی ریلوے (Electrified railway) ہے۔

چین میں آبی شاہراہوں کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ ملک میں 24200 میل (38720 کلومیٹر) لمبی آبی شاہراہیں جہازرانی کے قابل ہیں۔ بڑے جہاز ینگ سی کیانگ، امور اور سنگاری میں تقریباً" 3200 کلومیٹر لمبی شاہراہیں استعمال کرتے ہیں۔ دریائے ینگ سی کے ڈیلٹے میں گرانڈ کینال اور دیگر نہریں وسطی چین کو شمال چین کے ساتھ ملاتی ہیں۔

حال ہی میں سڑکوں میں بہت اضافہ ہو گیا ہے اور بڑے بڑے شہروں کے درمیان موٹر ٹرانسپورٹ چلتی ہے۔ 1985ء کے اعداد و شمار کے مطابق چین میں سڑکوں کی کل لمبائی 943400 کلومیٹر ہے اور مسافر بسوں کی تعداد 290000 ہے۔ بعض پہاڑی علاقوں میں ہتھ گاڑیاں (Wheel barrow) استعمال ہوتی ہیں۔ آج کل ہوائی جہاز کی باقاعدہ سروس عام ہو گئی ہے اور اب کئی دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔

چین کے مشہور شہر:- چین کے مشہور شہروں میں بیجنگ، شنگھائی اور کینٹن شامل ہیں۔

بیجنگ :- چین کے شمالی میدان کا ایک مشہور شہر ہے۔ پہلے اس کو پیکنگ کہتے تھے اور ملک کا دارالحکومت ہے۔ اس کی آبادی کمیونسٹ حکومت کے قائم ہونے کے بعد بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ انتظامی امور کے سلسلے میں بہت سے لوگ یہاں آکر آباد ہو گئے ہیں۔ صنعتی ترقی کی وجہ سے زراعت کی اہمیت کم ہو گئی ہے اور شہری آبادی میں اضافہ ہو گیا ہے نیز یہ شہر چین کا ایک عظیم ثقافتی مرکز ہے۔ تعلیمی اداروں کا مرکز بن گیا ہے اور یونیورسٹیاں قائم ہیں۔ صنعتوں میں لوہے، فولاد اور دھاتی مصنوعات کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ کپڑے کی صنعت کا قدیم مرکز ہے۔ شہر میں نہایت خوبصورت مندر اور محل ہیں۔ بلند دیواریں شہر کو پانچ حصوں میں تقسیم کرتی ہیں۔ موجودہ شہر پرانی دیواروں سے باہر گرد و نواح میں پھیل گیا ہے۔ شہر سے باہر شمال اور مغرب میں کثیر المنازل عمارتیں کھڑی ہیں۔

شنگھائی :- چین کے وسطی میدان اور ینگ سی ڈیلٹا کا سب سے زیادہ مشہور شہر ہے۔ یہ آبادی کے لحاظ سے دنیا کے تین بڑے شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ دریائے ینگ سی کے جنوبی کنارے سے تقریباً 23 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ چین کے مشرقی ساحل کے وسطی حصے پر یہ بندرگاہ جاپان سے قریب ترین ہے۔ شنگھائی ملک کی ہلکی صنعتوں کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ سوتی کپڑے اور مشین سازی کی صنعتیں سرفہرست ہیں۔ دیگر صنعتیں ریڈیو، ٹیلی ویژن، بجلی کا سامان، سائیکل، ٹریکٹر، ریفریجریٹر وغیرہ ہیں۔

کینٹن :- یہ شہر ہانگ کانگ کے بعد جنوبی چین کا سب سے بڑا شہر ہے اور سی کیانگ کے ڈیلٹا پر ایک چھوٹی بندرگاہ ہے جس کے ذریعے سامان کی نقل و حمل چھوٹے جہازوں سے ہی ہو سکتی ہے۔ یہ شہر کچھ تو پرانی وضع کا ہے اور کچھ نئی طرز کا بن گیا ہے۔ ینگ سی

کے جنوب میں کینٹن نمایاں طور پر تجارتی اہمیت اور ثقافتی حیثیت کا حامل ہے۔

سوالات

1- مشرق وسطی کی تیل کی صنعت پر نوٹ لکھیے اور اس کا دنیا کی سیاست پر اثر کے بارے میں بحث کیجیے۔

2- جنوبی ایشیا کے کسی دو ملکوں کا تقابلی جائزہ لیں۔

3- جنوب مشرقی ایشیا کی صنعتی ترقی کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ تفصیل سے ذکر کیجیے۔

4- جاپان ایشیا کا واحد ملک ہے جو صنعتی ترقی میں امریکہ، اور یورپی ممالک کے ہم پلہ آگیا ہے اس پر تفصیل سے بحث کیجیے۔

5- چین کی آب و ہوا مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت بیان کیجیے۔

(الف) موسم گرما اور موسم کی مون سون ہواؤں کے اثرات

(ب) آب و ہوا پر اثرانداز ہونے والے عوامل اور ان کی تفصیل بیان کریں۔

6- چین کے معدنی اور طاقتی وسائل پر مفصل نوٹ لکھیے۔

7- چین کی زرعی اور صنعتی اہمیت پر روشنی ڈالیے۔

نواں باب

روس اور مشرقی یورپ کے ممالک

روس

تاریخی پس منظر:- اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں آئے دن تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں۔ ملکوں کی سیاست میں تبدیلی آتی ہے۔ نظام حکومت بدلتا ہے۔ تبدیلیوں کا اثر ملک کے اندر ہوتا ہے۔ باہر بھی اثرات پڑتے ہیں۔ 1980ء کے عشرے میں یورپ اور ایشیا میں بعض اہم تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ ان کے اثرات دنیا کی سیاست پر پڑے۔ اقتصادی اور سیاسی خطوں کی ماہیت میں تبدیلی آئی۔

موجودہ صدی میں روس میں دو بڑے انقلاب آئے۔ دونوں سے دنیا میں سیاست اور معیشت کے نظام شدت سے بدلے۔

پہلا انقلاب 1917ء میں آیا۔ موروثی بادشاہت ختم کر دی گئی۔ ملک کا نظام حکومت عوام کے نمائندوں نے سنبھالا۔ معیشت کو نئے خطوط پر استوار کیا گیا اور روس کو ایک جمہوریہ قرار دیا گیا لیکن یہ جمہوریت زیادہ عرصہ نہ چل سکی۔ 1917ء میں نکولائی لینن کی زیر قیادت روس میں کیمونسٹ انقلاب برپا ہوا۔ تب سے 1988ء تک روس میں ایک پارٹی سسٹم رائج رہا۔ پہلے بڑے انقلاب کے بعد روس کا سرکاری نام یونین آف سوویٹ سوشلسٹ ری پبلکس (Union of Soviet Socialist Republics) رکھا گیا۔ اس کو مختصراً" سوویٹ یونین کہتے ہیں۔ سوویٹ یونین 15 وفاقی جمہوریتوں پر مشتمل تھی۔ اس نظام کی کامیابی کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ روس کے عوام بہت غریب اور مفلوک الحال تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ ذرائع ابلاغ کو ترقی نہیں ہوئی تھی اور روس کے عوام کا دنیا کے دوسرے حصوں سے کوئی رابطہ نہیں تھا۔

روس اور یورپ پر دوسری عالمگیر جنگ (1914ء - 1918ء) کے اثرات گہرے پڑے۔ معیشت اور معاشرے کے ڈھانچے کمزور پڑ گئے۔ امریکی مالی امداد سے مغربی یورپ کے ملکوں

جاپان
بحر منجمد شمالی
روس
منگولیا
قزاقستان
ترکمانستان
ایران
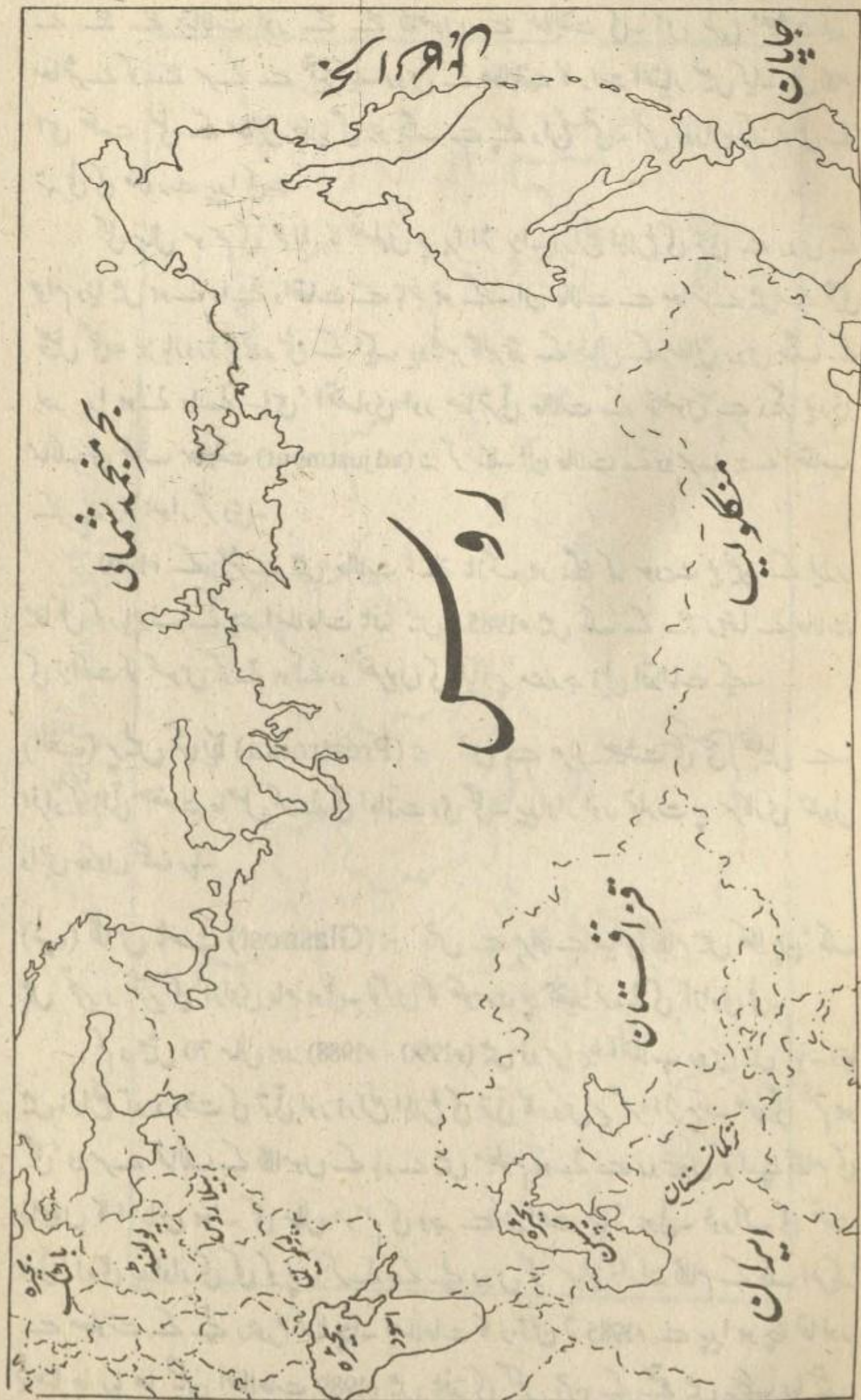
نے نئے نئے خیالات اور نئے نئے تقاضوں سے مطابقت کی۔ اس طرح معیشت اور معاشرے کو نئے سرے سے تعمیر کیا۔ روس نے مطابقت کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ وہاں نظام اسی حکمت عملی کے مطابق چلایا گیا جو جنگ سے پہلے رائج تھی۔ اس دوران کچھ عوامل نے تبدیلی کی ضرورت پیدا کی۔

کئی سال موسم کی خرابی کا فصلوں پر برا اثر پڑا۔ ذرائع ابلاغ کی ترقی سے روس کے عوام دنیا میں ہونے والے واقعات سے باخبر ہو گئے۔ ان حالات سے معاشرے میں بے چینی پھیل گئی۔ نیز ہارورڈ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر گالبرتھ کے خیال کے مطابق روس جنگ کے بعد پیدا ہونے والے سیاسی' اقتصادی اور معاشرتی حالات کے تقاضوں سے دیگر یورپی ممالک کی طرف مطابقت (adjustment) نہ کر سکا۔ ان حالات نے دوسرے بڑے انقلاب کے لیے راہ ہموار کر دی۔

1980ء کے عشرے میں حالات اتنے نازک ہو گئے کہ سوویٹ یونین کے لیڈر میخائل گورباچوف نے چند اصلاحات نافذ کیں۔ 1985ء میں ملک کے نئے رہنما نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے دو نظریوں کی بنیاد پر مندرجہ ذیل اقدامات کیے۔

(الف) پریس ٹرویکا (Prestroika) :- جس سے مراد معیشت کی نئی تشکیل ہے۔ افراد کو ذاتی منفعت حاصل کرنے کی اجازت دی گئی۔ پیداوار اور تجارت پر سرکاری کنٹرول واجبی حدوں تک رہا۔

(ب) گلاس ناسٹ (Glasnost) :- جس سے مراد ہے سیاسی نظام میں کھلا پن' ملک میں تحریر و تقریر کی آزادی عام ہوئی۔ لوگوں کو حکومت پر تنقید کرنے کی آزادی ملی۔

کم و بیش 70 سال بعد (1988ء - 1990ء) میں دوسرا بڑا انقلاب روس میں آیا۔ دنیا میں ذرائع آمد و رفت کی ترقی اور ذرائع ابلاغ کی ترقی کا روس پر گہرا اثر پڑا۔ علیحدگی ختم ہو گئی' دوسرے ممالک کے نظاموں کے بارے میں معلوم ہونے سے روسیوں کو اپنے نظام کی خامیوں کا احساس ہوا۔ کئی سال موسم کی وجہ سے زراعت متاثر ہوئی۔ خوراک کی قلت ہوئی' زرعی پیداوار کی کمی کو پورا کرنے کے لیے روس کو سرمایہ دارانہ نظام کے ملک امریکہ سے معاونت کے لیے رجوع کرنا پڑا۔ اصلاحات کا رجحان تو 1985ء سے پیدا ہو چکا تھا اور بڑھتا جا رہا تھا لیکن اصلاحات 1989ء میں نافذ کی گئیں جن کے نتیجے میں بالٹک ریاستیں
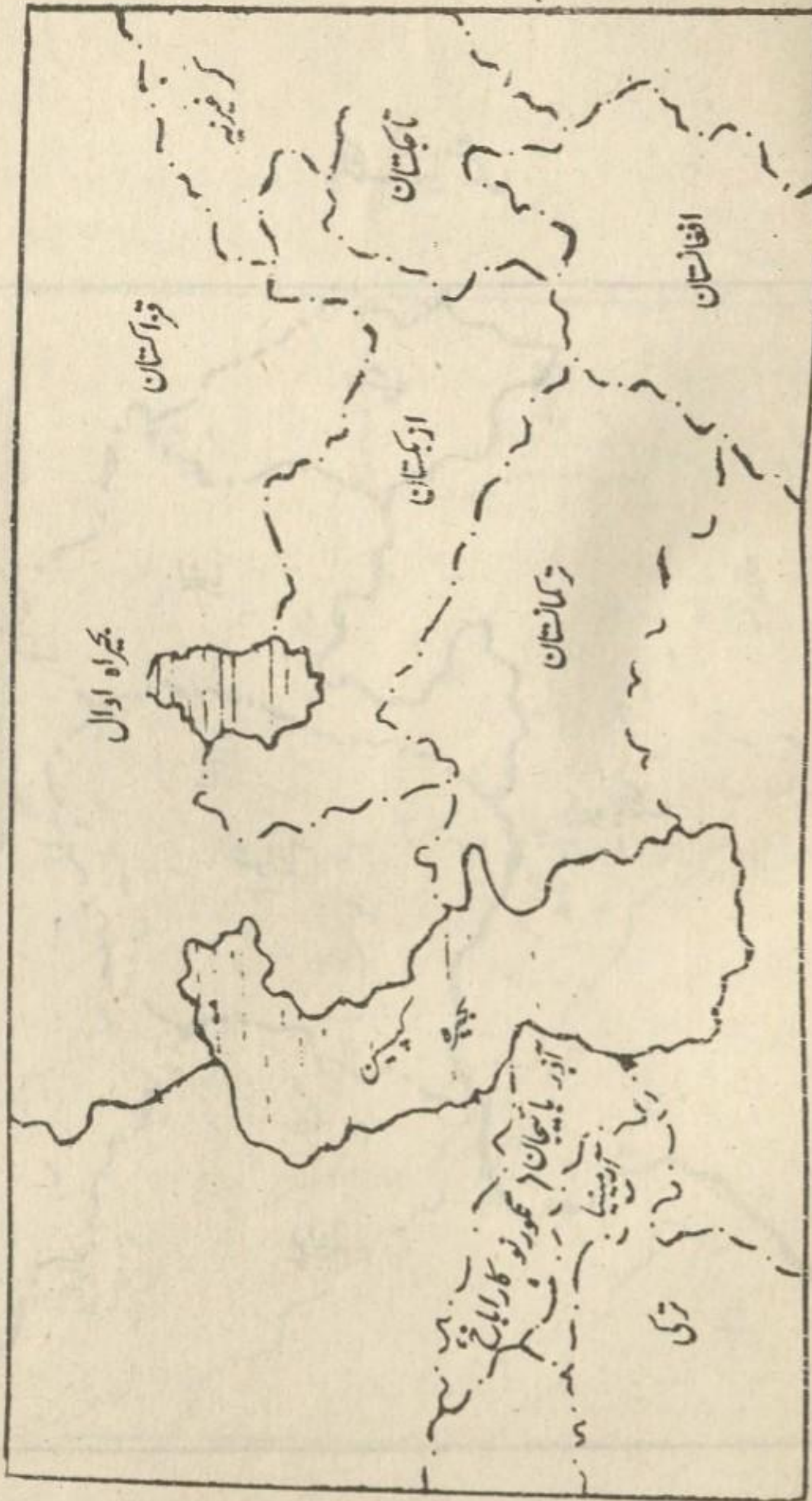
یوگوسلاویہ (روس کی شکستگی کے اثرات)
ہنگری
سلوانیا
کروشیا
رومانیہ
ویوڈنیا
بوسنیا ہرزی گوینا
سربیا
مونٹی نیگرو
کوسوو
بلغاریہ
بحیرہ ایڈریاٹک
اٹلی
مقدونیہ
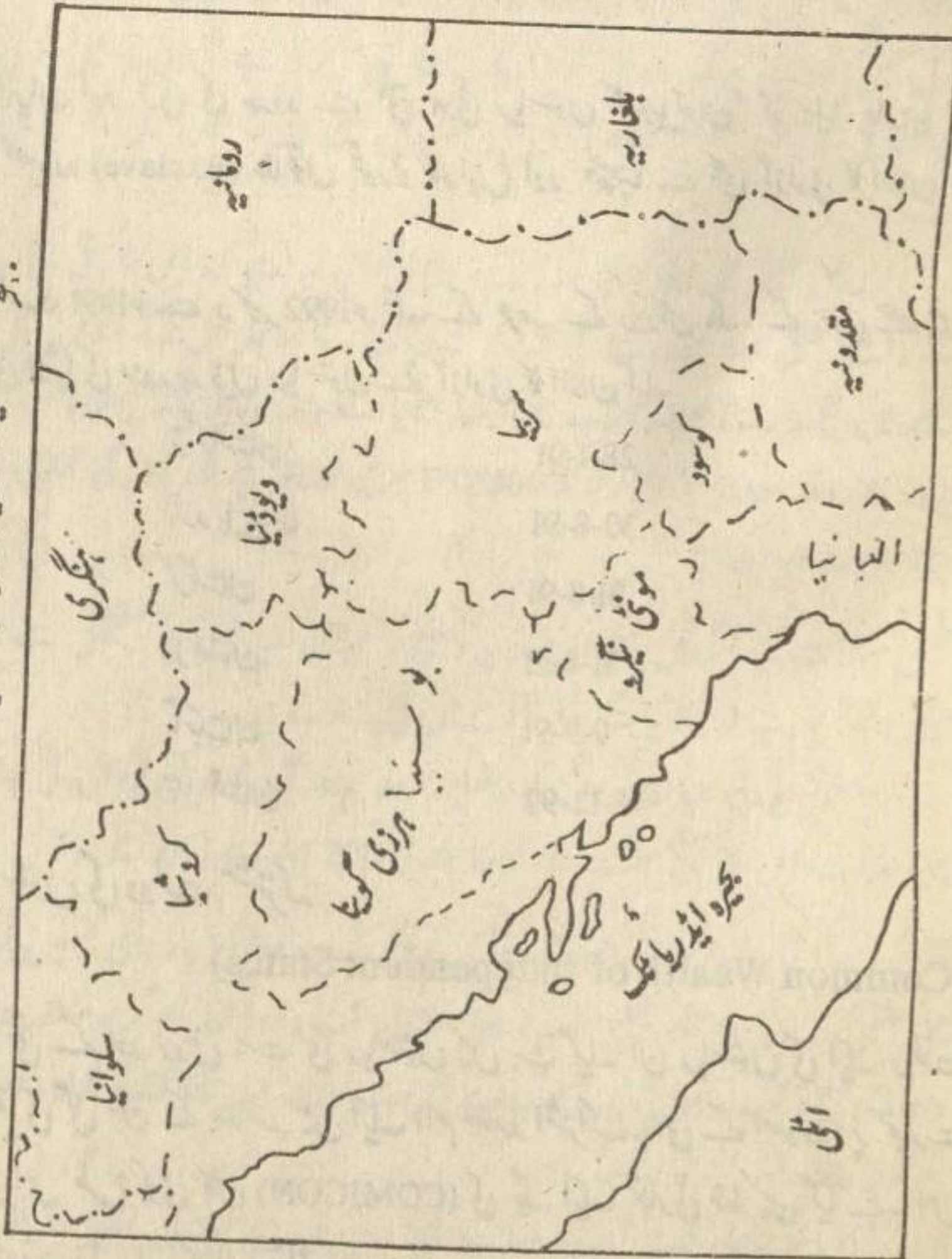
لتھونیا' لیٹویا اور ایسٹونیا جو کہ 1940ء میں سوویٹ یونین میں شامل کی گئی تھیں فوری طور پر متاثر ہوئیں اور ستمبر 1989ء میں آزادی کا اعلان کر دیا۔

یورپی روس کے علاقے یوکرین (Ukrain) اور بائیلورشیا (Bylorussia) نے علیحدگی اختیار کی اور آزادی کا اعلان کر دیا۔

یوگوسلاویا 1991ء میں سربیا' کروشیا اور بوسنیا ہرزوگوینا کی آزاد ریاستوں میں بٹ گیا۔

ایران اور ترکی کی حدود سے ملتی ہوئی ریاستوں آذربائیجان' آرمینیا' جارجیا نیز چھوٹے محصورہ (Exclave) علاقوں نگورنو کاراباخ اور چیچنیا نے بھی آزادی کا اعلان کر دیا۔

اگست 1991ء سے دسمبر 1992ء تک کے عرصہ کے دوران ملک کے جنوبی حصے میں واقع وسطی ایشیا کی مندرجہ ذیل ریاستوں نے آزادی کا اعلان کیا۔

ترکمانستان	28-1-91
آذربائیجان	30-8-91
کرگستان	31-8-91
ازبکستان	31-8-91
تاجکستان	9-9-91
قازقستان	16-12-92

آزاد ریاستوں کی دولت مشترکہ
(Common Wealth of Independent States)

شکستگی کے بعد روس بہت سی ریاستوں میں بٹ گیا۔ ان ریاستوں کی ایک دولت مشترکہ قائم کی گئی جن کے مقاصد میں ایک اہم مقصد اشتراک باہمی کے اصولوں پر تجارت کرنا ہے۔ اس طرح کومی کان (COMICON) کی جگہ ایک تجارتی خطہ بن گیا ہے۔ اس خطے میں مندرجہ ذیل بارہ ممالک شامل ہیں۔

روس' یوکرین' مالدیویا' جارجیا' آرمینیا' آذربائیجان' نگورنو کاراباخ' ترکمانستان' ازبکستان' قازقستان' تاجکستان اور کرغیزیہ۔

محل وقوع :- روس کا تقریباً" ایک تہائی حصہ یورپ میں اور باقی براعظم ایشیا میں واقع ہے۔ روس 55 ڈگری شمال اور 77 ڈگری شمال عرض بلد اور 30 ڈگری مشرق اور 170 ڈگری مشرق طول بلد کے درمیان واقع ہے۔

روس کے مغرب میں ناروے، فن لینڈ، پولینڈ، چیکوسلواکیہ، ہنگری اور رومانیہ کے ممالک ہیں۔ مشرق میں بحرالکاہل سے ملانے والے سمندر اور جاپان کے سمندر واقع ہیں۔ مشرق میں آبنائے بیرنگ روس کو امریکہ سے جدا کرتا ہے۔ جنوب میں ترکی، ایران، افغانستان، چین اور منگولیا سے روس کی سرحدیں ملتی ہیں۔ شمال میں بحر منجمد شمالی واقع ہے۔

روس کے محل وقوع کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اس کا باقی دنیا سے سمندر کے راستے تعلق بہت محدود ہے کیونکہ بحر منجمد شمالی کے ساتھ اس کے ساحل سال کے بیشتر حصے میں منجمد رہتے ہیں۔ جنوب میں وسط ایشیا کے بلند و بالا پہاڑ، سطوح مرتفع اور صحرا ہیں۔ اس وقت روس کا کل رقبہ 17075000 مربع کلومیٹر ہے اور اس کی آبادی 148.7 ملین (1992) ہے۔

طبعی حالات :- روس بنیادی طور پر وسیع و عریض میدانوں پر مشتمل ہے جو ہزاروں میلوں تک یورپ اور ایشیا کے براعظموں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

مغربی یورپی میدان روس کی مغربی سرحد سے شروع ہو کر یورال کی پہاڑیوں تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی سطح سمندر سے اوسط بلندی 200 میٹر سے زیادہ نہیں۔

آب و ہوا :- روس اتنا بڑا ملک ہے کہ یہاں آب و ہوا کی چار بڑی قسمیں پائی جاتی ہیں یعنی قطبی آب و ہوا، نیم قطبی آب و ہوا، معتدل آب و ہوا اور نیم گرم منطقہ حارہ کی آب و ہوا۔ قطبی آب و ہوا شدید قسم کی ہے جس میں درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بہت عرصہ کم اوپر رہتا ہے۔

اس کا یورپی حصہ آب و ہوا کے لحاظ سے قدرے معتدل کہلایا جا سکتا ہے یہاں جنوری کا درجہ حرارت منفی 15 ڈگری سنٹی گریڈ سے نیچے نہیں گرتا اور جولائی میں نقطہ انجماد سے 15 ڈگری اور 20 ڈگری سینٹی گریڈ اوپر رہتا ہے۔ یورپی حصہ سے مشرق کی طرف آب و ہوا شدید ہوتی جاتی ہے۔

محل وقوع :- روس کا تقریباً ایک تہائی حصہ یورپ میں اور باقی براعظم ایشیا میں واقع ہے۔ روس 55 ڈگری شمال اور 77 ڈگری شمال عرض بلد اور 30 ڈگری مشرق اور 170 ڈگری مشرقی طول بلد کے درمیان واقع ہے۔

روس کے مغرب میں ناروے' فن لینڈ' پولینڈ' چیکوسلواکیہ' ہنگری اور رومانیہ کے ممالک ہیں۔ مشرق میں بحرالکاہل سے ملانے والے سمندر اور جاپان کے سمندر واقع ہیں۔ مشرق میں آبنائے بیرنگ روس کو امریکہ سے جدا کرتا ہے۔ جنوب میں ترکی' ایران' افغانستان' چین اور منگولیا سے روس کی سرحدیں ملتی ہیں۔ شمال میں بحر منجمد شمالی واقع ہے۔

روس کے محل وقوع کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اس کا باقی دنیا سے سمندر کے راستے تعلق بہت محدود ہے کیونکہ بحر منجمد شمالی کے ساتھ اس کے ساحل سال کے بیشتر حصے میں منجمد رہتے ہیں۔ جنوب میں وسط ایشیا کے بلند و بالا پہاڑ' سطوح مرتفع اور صحرا ہیں۔ اس وقت روس کا کل رقبہ 17075000 مربع کلومیٹر ہے اور اس کی آبادی 148.7 ملین (1992) ہے۔

طبعی حالات :- روس بنیادی طور پر وسیع و عریض میدانوں پر مشتمل ہے جو ہزاروں میلوں تک یورپ اور ایشیا کے براعظموں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

مغربی یورپی میدان روس کی مغربی سرحد سے شروع ہو کر یورال کی پہاڑیوں تک پھیلا ہوا ہے اس کی سطح سمندر سے اوسط بلندی 200 میٹر سے زیادہ نہیں۔

آب و ہوا :- روس اتنا بڑا ملک ہے کہ یہاں آب و ہوا کی چار بڑی قسمیں پائی جاتی ہیں یعنی قطبی آب و ہوا' نیم قطبی آب و ہوا' معتدل آب و ہوا اور نیم گرم منطقہ حارہ کی آب و ہوا۔ قطبی آب و ہوا شدید قسم کی ہے جس میں درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بہت عرصہ کم اوپر رہتا ہے۔

اس کا یورپی حصہ آب و ہوا کے لحاظ سے قدرے معتدل کہلایا جا سکتا ہے یہاں جنوری کا درجہ حرارت منفی 15 ڈگری سنٹی گریڈ سے نیچے نہیں گرتا اور جولائی میں نقطہ انجماد سے 15 ڈگری اور 20 ڈگری سینٹی گریڈ اوپر رہتا ہے۔ یورپی حصہ سے مشرق کی طرف آب و ہوا شدید ہوتی جاتی ہے۔

روسی وسطی ایشیا روس کا خشک ترین اور گرم ترین علاقہ ہے۔ روس میں میدانی علاقوں کے بیشتر حصے پر بارش 400 ملی میٹر اور 600 ملی میٹر کے درمیان ہوتی ہے۔

روس کی آبادی غیر مساوی طور پر پھیلی ہوئی ہے۔ سب سے زیادہ گنجان آباد علاقہ روس کا یورپی علاقہ ہے جبکہ مشرقی سائبریا کا بیشتر علاقہ غیر آباد ہے۔ روس کے جنوب میں ایشیائی نسل کے لوگ آباد ہیں۔

اقتصادی ترقی :- روس امریکہ کے بعد دنیا کی دوسری بڑی غیر معمولی طاقت ہے۔ پہلے بڑے انقلاب روس کے بعد روس نے ہر میدان میں ترقی کی۔ 1917ء میں ملک میں اشتراکی انقلاب برپا ہوا۔ اس کے نتیجے میں ایک مخصوص قسم کا اقتصادی اور سیاسی نظام ملک میں رائج کیا گیا۔ 1988ء کے بعد دوسرا انقلاب آیا۔ روس میں ہونے والی تبدیلیوں کا فوری اثر مشرقی یورپ کے ملکوں اور روس کے جنوبی علاقوں پر پڑا۔

معدنی وسائل :- روس کے وسیع معدنی ذخائر کی ترقی اس کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ روس آج دنیا میں لوہا' سیسہ' مینگنیز' پلاٹینم اور فاسفیٹ کی پیداوار میں سرفہرست ہے جبکہ کوئلہ' تانبا' ٹن' زنک اور سونے کی پیداوار میں دوسرے نمبر پر ہے اور تیل کی پیداوار میں تیسرے نمبر پر ہے۔

کوئلہ کے ذخائر وسیع علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں یوں تو ملک کے بیشتر صوبوں میں کوئلہ ملتا ہے لیکن کوئلہ پیدا کرنے والے مشہور علاقوں میں ڈونٹس یا ڈون باس کوزنیٹسک یا کوزباس کاراگانڈا' یورال اور ماسکو قابل ذکر ہیں۔ تیل اور گیس اب کوئلہ کی جگہ لے رہے ہیں۔ روسی تیل کا دو تہائی حصہ والگا' یورال کا علاقہ پیدا کرتا ہے۔ قدرتی گیس کے ذخائر والگا اور مغربی سائبریا میں پائے جاتے ہیں۔ روس کا قدرتی گیس کا تقریباً" 1/5 وسطی ایشیا کے علاقے میں پیدا ہوتا ہے۔

مشرقی سائبریا میں بڑے بڑے دریا موجود ہیں مثلاً دریائے ینسی اور دریائے انگارہ جن پر بڑے بڑے بند باندھ کر بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ ان بندوں میں براٹسک اور کراز نویارسک کے بند دنیا کے چند بڑے بندوں میں شامل ہیں جہاں بالترتیب 4.5 ملین اور 5 ملین کلوواٹ بجلی پیدا ہوتی ہے۔ پن بجلی کے علاوہ تھرمل بجلی گھر بھی وافر مقدار میں بجلی پیدا کرتے ہیں۔ کوئلہ اور گیس تھرمل بجلی گھروں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

زراعت :- روسی انقلاب سے پہلے بھی اور آج بھی زراعت روسی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ آج کل کے جدید روس نے زراعت کو سائنسی بنیادوں پر استوار کیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے کھیتوں کو ختم کر کے بڑے بڑے کھیت بنائے گئے، جن کو کول خوذ کہتے ہیں آج کل روس میں تقریباً 47 ہزار بڑے بڑے کھیت موجود ہیں جن پر تقریباً 2 کروڑ 50 لاکھ کاشتکار کام کرتے ہیں۔ ان بڑے کھیتوں کا فائدہ یہ ہے کہ ان میں وسیع پیمانے پر زرعی مشینوں کا استعمال ہو سکتا ہے۔

صنعتی فصلیں بھی روس کی زراعت کا خاصا ہے۔ ان میں سورج مکھی اور چقندر قابل ذکر فصلیں ہیں۔

صنعتی ترقی :- انقلاب روس کے بعد صنعتی میدان میں بھی روس نے انقلابی ترقی کی۔ کوئلہ اور لوہا کی بہتات نے صنعتی ترقی میں بہت اہم رول ادا کیا اور صنعتی علاقے جو پہلے صرف لینن گراڈ، ماسکو اور یوکرین وغیرہ میں واقع تھے اب ملک کے دوسرے علاقوں تک پھیل گئے ہیں۔ اس کے چند اہم صنعتی علاقے مندرجہ ذیل ہیں۔

1- ماسکو، ایوانوو، گورکی کا صنعتی علاقہ :- یہ علاقہ روس کی صنعتی پیداوار کا 1/6 حصہ پیدا کرتا ہے۔ صنعتی پیداوار میں اور چیزوں کے علاوہ ٹیکسٹائل، موٹر کار، ریلوے انجن، ہوائی جہاز ادویات، اور بجلی کے سامان کے کارخانے شامل ہیں۔

2- یورال کا علاقہ :- یورال کی پہاڑیوں کی معدنی دولت بہت سارے کارخانوں کو یہاں کھینچ لائی جس میں تانبا، سٹیل فولاد، اور کرومیم کے کارخانے قابل ذکر ہیں۔ یہاں کے مشہور صنعتی شہروں میں میگنی ٹوگورسک، ٹاگل، اور سورڈ ٹوسک شامل ہیں۔

3- لینن گراڈ کا صنعتی علاقہ :- یہاں کوئلہ اور خام مال کی کمی ہے لیکن یہ علاقہ روایتی صنعتی علاقہ ہے اور اس وقت صنعتی علاقہ بنا تھا جب لینن گراڈ روس کا دارالحکومت تھا۔ یہاں کے ٹیکسٹائل، جہاز سازی، خصوصاً برف توڑنے والے آبی جہاز، بجلی کا سامان تیار کرنے والے کارخانے، کاغذ اور ایلومینیم کے کارخانے قابل ذکر ہیں۔

روس دفاعی لحاظ سے مغرب کی سمت سے غیر محفوظ ہے لہٰذا اس خوف کی وجہ سے روس نے اپنی مغربی سرحدوں کے ساتھ ساتھ مشرقی یورپ کے ممالک کو اپنا اتحادی بنا لیا۔

سوویت یونین میں تبدیلیوں کا اثر ذیل کی تنظیموں پر پڑا۔

1- نیٹو (NATO)

2- یورپی اقتصادی برادری (European Economic Community)

3- وارسا پیکٹ (WARSA PACT)

4- کومی کون (COMICON)

ان ساری مخلی تنظیموں میں روس اور مشرقی یورپ میں ہونے والی سیاسی اور اقصادی تبدیلیوں سے ہلچل مچ گئی۔ نیٹو روس کے خلاف مغربی یورپی ملکوں اور یو ایس اے (امریکہ) اور کینیڈا کی دفاعی تنظیم ہے۔ یورپی اقتصادی برادری اشتراک باہمی کی بنیاد پر مغربی یورپی ملکوں کی تجارتی تنظیم ہے۔ ان کے مقابلے میں روس نے دفاعی وارسا پیکٹ قائم کی تھی اور اشتراکی نظام سے وابستہ مشرقی یورپی ممالک باہمی تجارت کے لیے کومی کون قائم کی تھی۔ مشرقی اور مغربی جرمنی کے ادغام کے بعد مشرقی جرمنی کا تعلق وارسا پیکٹ سے منقطع ہوگیا۔ ممبر ملکوں نے 1991ء میں وارسا پیکٹ ختم کردیا۔

اب مشرقی یورپ میں پولینڈ' جرمنی' رومانیہ' بلغاریہ' ہنگری' چیکو سلواکیہ' یوگوسلاویہ اور البانیہ شامل ہیں۔ ان ممالک میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

1- پولینڈ :- پولینڈ مشرقی یورپ کا ایک اہم ملک ہے۔ اب پولینڈ نے اشتراکی (Communist) حکومت ختم کر دی ہے اور جمہوری آزاد معیشت کا نام اپنا لیا ہے۔ اس کے مشرق میں روس اور مغرب میں جرمنی واقع ہے۔ جبکہ شمال میں بحیرہ بالٹک اور جنوب میں چیکو سلواکیہ واقع ہیں۔ پولینڈ کا ملک سارے کا سارا شمالی یورپین میدان میں واقع ہے۔

پولینڈ میں جرمن' یوکرینین اور بائیلورشیا قومیتوں کے لوگ آباد ہیں۔ پولینڈ کوئلے کی کانوں' ٹیکسٹائل کی مصنوعات' کاغذ کے کارخانوں اور سٹیل ملوں کی وجہ سے یورپ کے صنعتی ممالک میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ ان صنعتوں کے علاوہ بحری جہاز سازی' ادویات' لکڑی کی مصنوعات' موٹر گاڑیوں' ہوائی جہاز بنانے کے کارخانے' مشینری' سیمنٹ اور تیل کی مصنوعات بھی اہم تصور کی جاتی ہیں۔

پولینڈ کی کل آبادی کا 28 فیصد زراعت سے اور 24 فیصد صنعت سے وابستہ ہے۔

پولینڈ کا رقبہ 312683 مربع کلومیٹر اور آبادی 3 کروڑ 83 لاکھ کے لگ بھگ ہے۔

وارسا کا شہر پولینڈ کا دارالحکومت اور کلچرل اور صنعتی مرکز ہے۔ یہاں کے چینی کے کارخانے، فلور ملیں اور انجینیرنگ کے کارخانے اہم صنعتوں میں سے چند ہیں۔ گڈانسک بھی اہم صنعتی شہر ہے۔ یہ خاص کر بحری جہازوں کے کارخانوں اور کوئلہ کی درآمدی تجارت کے لیے مشہور ہے۔

چیکو اور سلواکیہ :- چیکو اور سلواکیہ مشرقی یورپ کے ترقی یافتہ جمہوری ملک ہیں۔ 1993ء میں یہ جمہوری نظام کے دو مملکتوں میں تقسیم ہو گیا۔ چیک کا رقبہ 78864 مربع کلومیٹر اور آبادی 10.33 ملین (1993) ہے۔ سلواکیہ کا رقبہ 49035 مربع کلومیٹر اور آبادی 5.3 ملین (1992) ہے۔ چیک کا دارالحکومت پراگ جب کہ سلواکیہ کا براٹسلاوا ہے۔ ان ممالک میں زراعت کو خوب ترقی دی گئی ہے جس کی وجہ سے یہ ممالک زرعی پیداوار میں خود کفیل ہو گئے ہیں۔ کوئلہ اور دوسرے معدنیات کے ذخائر کی موجودگی کی وجہ سے یہاں مختلف قسم کی صنعتیں لگائی گئیں جن میں انجینیرنگ کا سامان بنانے کے کارخانے، ٹیکسٹائل، شیشہ، چمڑا اور ادویات کے کارخانے قابل ذکر ہیں۔

ان ممالک کی برآمدی تجارت کا 50 فیصد مشینری اور مشینی آلات پر مشتمل ہوتا ہے یہ تجارت زیادہ تر روس اور مشرقی یورپ کے دوسرے ممالک کے ساتھ ہے۔ مشہور شہروں میں پراگ چیک حکومت کا صدر مقام اور اہم صنعتی شہر ہے۔ یہاں کی صنعتوں میں چینی کے کارخانے، ادویات، چمڑے کا سامان بنانے کے کارخانے، موٹر گاڑیوں اور انجینیرنگ کا سامان بنانے کے کارخانے شامل ہیں۔ براٹسلاوا تیل صاف کرنے کے کارخانے ادویات، اور کاغذ سازی کی صنعتوں کے لیے مشہور ہیں۔

ہنگری :- سوویت یونین کی تبدیلیوں کا اثر جب مشرقی یورپ پر پڑا تو ہنگری میں بھی تبدیلیاں آئیں اس ملک میں بھی جمہوریت اور آزاد معیشت کے لیے آواز بلند ہوئی اور اس نے آزادی کا اعلان کر دیا۔ ہنگری کا کل رقبہ 93030 مربع کلومیٹر اور آبادی ایک کروڑ 3 لاکھ (1993) ہے۔ ہنگری کے شمال میں چیکوسلواکیہ، جنوب میں یوگوسلاویہ اور مشرق میں روس اور رومانیہ واقع ہیں۔ ہنگری کا مغربی اور شمالی علاقہ پہاڑی ہے۔ دریائے ڈینیوب ہنگری کے شمال میں چیکوسلواکیہ اور ہنگری کے درمیان سرحد کا کام دیتا ہے پھر یہ جنوب کو مڑ کر ہنگری کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ دریا کے مشرقی حصے میں ایک وسیع زرخیز

میدان ہے جو گندم، جوار، آلو اور چقندر کی کاشت کے لیے نہایت اہم ہے۔ اس کے علاوہ سبزیاں اور پھل خصوصاً انگور، وسیع پیمانے پر کاشت کیا جاتا ہے۔

-1 ہنگری کی معدنیات میں باکسائیٹ، اور قدرتی گیس قابل ذکر ہیں۔ صنعتوں میں لوہے اور فولاد کی صنعتیں، مشینری، ادویات، موٹر گاڑیاں، مواصلات کے آلات، آٹا پیسنے اور تیل صاف کرنے کے کارخانے شامل ہیں۔

-2 ہنگری کے مشہور شہروں میں بڈاپسٹ، مسکولک، ڈبرچن اہم ہیں۔ ملک کا دارالحکومت اور اہم صنعتی مرکز بڈاپسٹ ہے۔ ہنگری کی برآمدی اشیاء میں موٹر سائیکل، موٹر گاڑیاں، ریڈیو اور شراب قابل ذکر ہیں۔

رومانیہ :- روس میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں سے رومانیہ بھی متاثر ہوا۔ ملک میں جمہوریت اور آزاد معیشت کا چرچا ہو گیا۔ رومانیہ کا رقبہ 237500 مربع کلومیٹر اور آبادی دو

-3 کروڑ 27 لاکھ (1992) ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں یہ جرمنی کا اتحادی تھا۔ جرمنی کی شکست کے بعد یہ روس کے تسلط میں چلا گیا۔ 1947ء میں اس کو سوشلسٹ جمہوریہ قرار دیا

-4 گیا۔

رومانیہ بنیادی طور پر زرعی ملک ہے۔ زرعی پیداوار میں گندم، جوار، چقندر، انگور اور پھل قابل ذکر ہیں۔

صنعتوں میں فولاد سازی، مشینری، تیل کی مصنوعات، ادویات، ٹیکسٹائل، چمڑے کا سامان اور موٹر گاڑیاں بنانے کے کارخانے اہم ہیں۔ رومانیہ کا دارالحکومت بخارسٹ ہے۔ رومانیہ کی برآمدی تجارت زیادہ تر روس کے ساتھ ہے۔

بلغاریہ :- یہ بھی جرمنی کی شکست کے بعد روس کے تسلط میں رہا لیکن 1946ء میں اس کو عوامی جمہوریہ قرار دیا گیا۔ روس میں دوسرے بڑے انقلاب کے بعد 1991ء میں یوگوسلاویہ 3 آزاد ریاستوں بوسنیا ہرزگوینیا، کروشیا اور سربیا میں بٹ گیا۔ بلغاریہ کا کل رقبہ 110994 مربع کلومیٹر ہے اور آبادی 88 لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ اس کا دارالحکومت صوفیہ ہے۔

یہاں کی اہم زرعی پیداوار میں جوار، گندم، پھل، آلو اور تمباکو شامل ہیں جبکہ صنعتی میدان میں ادویات، مشینری، دھاتیں، ٹیکسٹائل، فر، چمڑے کا سامان، موٹر گاڑیاں بنانے کے کارخانے اہم ہیں۔ بلغاریہ کی تجارت زیادہ تر روس اور جرمنی کے ساتھ ہے۔

سوالات

-1 1980ء کے عشرے میں عالمی تبدیلیوں کے محرک کون کون سے عوامل ہوئے؟ وضاحت کیجیے۔

-2 روس کے جغرافیائی حالات مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت مختصر طور پر بیان کریں؟

(الف) آب و ہوا

(ب) معدنی وسائل

(ج) صنعتیں اور صنعتی علاقے

-3 روس میں ہونے والی تبدیلیوں کا اثر مشرقی یورپ کے کن ممالک پر پڑا۔ ان میں سے کسی دو ممالک کے جغرافیائی حالات مختصر طور پر بیان کریں۔

-4 خالی جگہ پر کیجیے۔

(الف) روس میں جدید تبدیلی ____ اور ____ نظریات کے نتیجے میں آئی۔

(ب) ____ طرز معیشت نے روس کو مغربی معاشروں کے قریب کر دیا۔

(ج) دیوار برلن ____ میں تعمیر کی گئی اور ____ میں مسمار کی گئی۔

دسواں باب

مغربی یورپ

یورپ ایک جزیرہ نما کی صورت میں ایشیا کے مغرب میں واقع ہے جس کے ساتھ کئی چھوٹے چھوٹے جزیرہ نما منسلک ہیں مثلاً ڈنمارک، اٹلی، یونان وغیرہ یورپ رقبہ کے اعتبار سے ایک چھوٹا براعظم ہے جو عرض بلد 71 ڈگری شمال اور 36 ڈگری شمال اور طول بلد 10 ڈگری مشرق اور 60 ڈگری مشرق کے درمیان 9.7 ملین مربع کلومیٹر رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ پورا علاقہ منطقہ معتدلہ میں واقع ہے۔ صرف تھوڑا سا حصہ دائرہ شمالی (شمال) کے اوپر ہے۔ یورپ کا ساحل بہت کٹا پھٹا ہے اور سمندر دور تک براعظم کے اندر چلا گیا ہے۔ اس کے ساحلی علاقہ کی کل لمبائی 8,470 کلومیٹر ہے جو دوسرے براعظموں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ ساحلی علاقوں کے ساتھ ساتھ چاروں طرف گہری خلیجیں، کھاڑیاں اور داخلی سمندر ہیں۔ یورپ کا کوئی حصہ بھی سمندر سے زیادہ فاصلہ پر نہیں ہے۔ براعظم کے شمال میں بحر منجمد شمالی، بحیرہ بیرنٹ، بحیرہ سفید اور بحیرہ بالٹک اور مغرب کی طرف بحیرہ شمالی اور بحر اوقیانوس اور جنوب کی طرف بحیرہ روم اور اس کی شاخیں (بحیرہ ایڈریاٹک، بحیرہ ایجین اور بحیرہ اسود) واقع ہیں۔ بحیرہ اسود کے شمال میں بحیرہ ازوف اور اس کے مشرق کی طرف بحیرہ کیسپئن ہے۔

یہ براعظم اگرچہ رقبہ میں چھوٹا ہے لیکن آبادی کے لحاظ سے ایشیا کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ اس کی آبادی فی مربع کلومیٹر ایشیا کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔

طبعی حالت:- یورپ پانچ بڑے طبعی خطوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1- شمال مغربی کوہستان اور بالٹک شیلڈ
2- شمالی یورپی وسیع میدان
3- وسطی یورپ کے بلند علاقے
4- نو عمر ملفوفہ پہاڑی سلسلہ
5- مشرقی یورپ کا روسی پلیٹ فارم

یورپ
سیاسی تقسیم
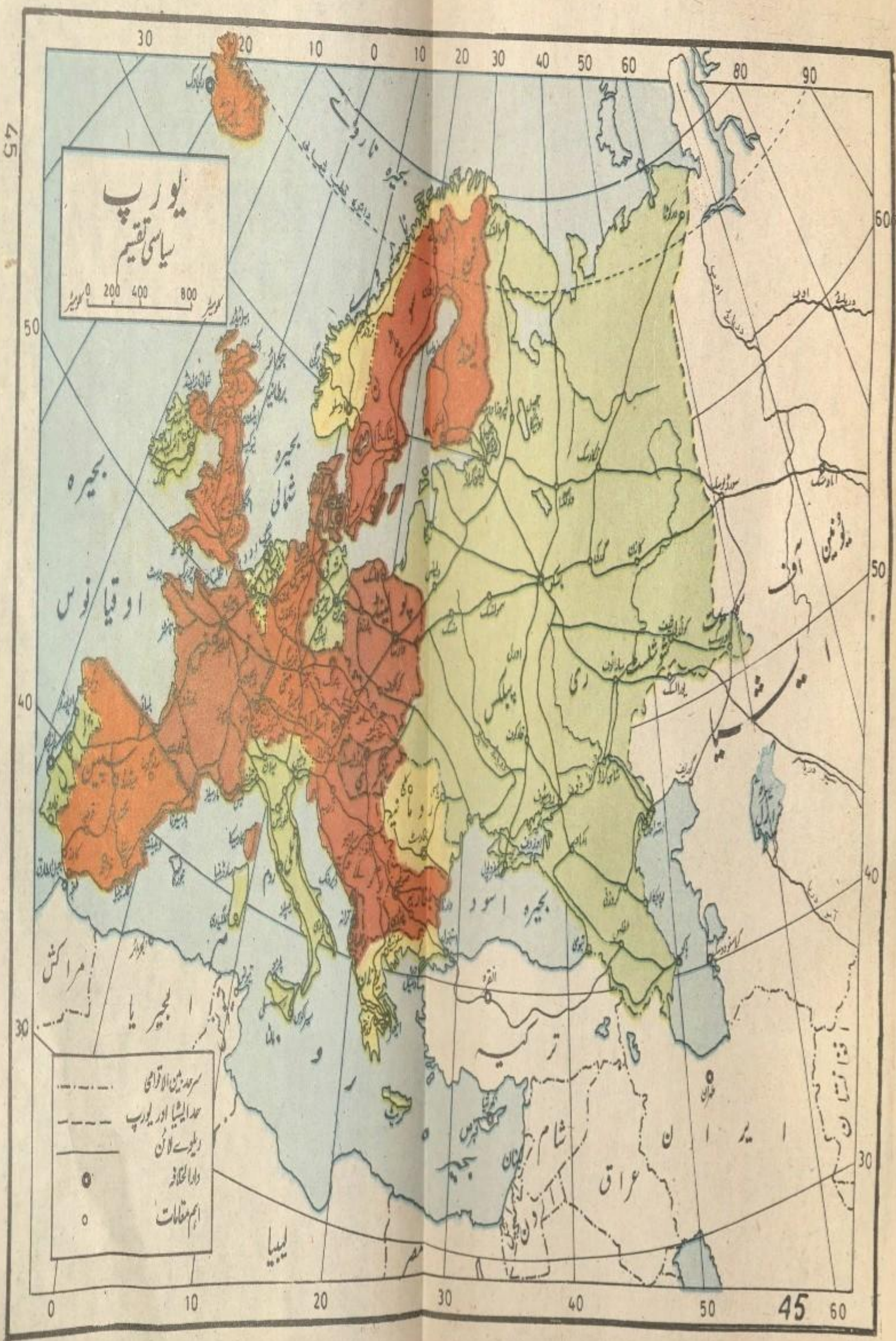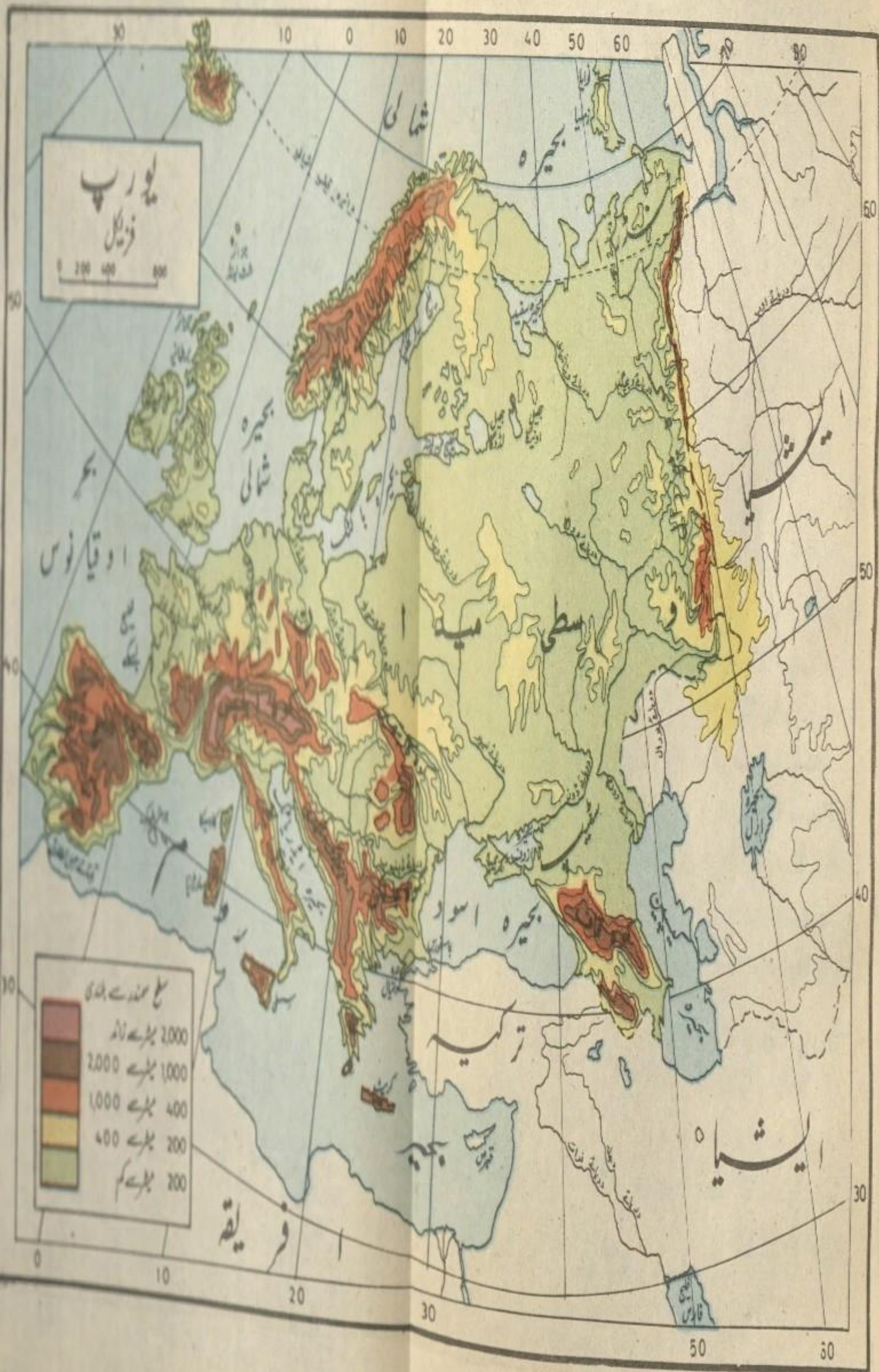
1- شمال مغربی کوہستان اور بالٹک شیلڈ:- ماہرین ارضیات کے خیال کے مطابق شیلڈ پرانے وقتوں میں ایک بلند پہاڑی سلسلہ تھا جو ہوا' پانی اور گلیشئر کے شکست و ریخت کے عمل سے ایک کم بلند لہروار سطح میں تبدیل ہو گیا ہے۔ موجودہ دور سے کوئی 350 ملین سال قبل شیلڈ کے شمال مغرب میں ایک پہاڑوں کا سلسلہ بلند ہوا۔ جو ناروے کے شمال سے آئرلینڈ کے مغرب کی طرف چلا گیا تھا۔ حرکات ارضی کے زیر اثر اس عظیم پہاڑی سلسلہ کے کچھ حصے نیچے دھنس گئے اور اب یہ ناروے' سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے کم بلند پہاڑوں کی صورت میں کھڑے ہیں۔ ناروے اور سکاٹ لینڈ کے پہاڑوں کے مغربی کنارے بہت ڈھلوان ہیں اور سمندر ساحل کے اندر تک چلا گیا ہے۔ اس قسم کا شکستہ ساحل فیرڈ کہلاتا ہے۔

بالٹک شیلڈ زمین کا ایک سخت اور پرانی چٹانوں کا قطعہ ہے جو شکست و ریخت کے عمل سے میدان نما لہروار سطح میں تبدیل ہو گیا ہے۔ زرعی اعتبار سے اس علاقہ کی کوئی اہمیت نہیں کیونکہ زمین بنجر ہے۔ البتہ معدنیات سے بھرپور ہے۔ ان میں سے کچھ معدنیات اقتصادی لحاظ سے بہت اہم ہیں مثلاً لوہا اور تانبا۔ معدنیات اور جنگلات اس خطہ کے اہم قدرتی وسائل ہیں۔ گزشتہ تقریباً" ساٹھ کروڑ سال سے یہ شیلڈ حرکات ارضی سے متاثر نہیں ہوئی اور اسی طرح قائم ہے البتہ اس کے گردو نواح میں بہت تبدیلیاں آ چکی ہیں۔

سکاٹ لینڈ اور ناروے کے پہاڑ' سویڈن اور فن لینڈ کے بلند خطے بنجر علاقے ہیں جو زرعی کاشت کے قابل نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پرانے وقتوں میں یہ پورا علاقہ برف سے ڈھکا ہوا تھا۔ جب برف پگھلنی شروع ہوئی تو رگڑ کے عمل سے چوٹیاں ہموار اور گول ہو گئیں اور جہاں سے نرم چٹانیں کھرچی گئیں وہاں نشیب پیدا ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ زمین کاشت کے قابل نہ رہی۔ اسی لیے مغربی یورپ کے اس حصہ میں آبادی بہت کم ہے۔

2- شمالی یورپی وسیع میدان:- یہ عظیم میدان شمال مغربی پہاڑوں اور بالٹک شیلڈ کے جنوب میں خلیج بسکے اور میدان انگلستان سے مشرق کی طرف شمالی فرانس' بلیجئم' ہالینڈ' شمالی جرمنی اور پولینڈ سے ہوتا ہوا روسی میدان سے جا ملتا ہے۔ یہ میدان بالکل ہموار نہیں ہے بلکہ اس میں کم بلند پہاڑیوں کے کئی سلسلے' فراخ وادیاں' پست سطوح مرتفع اور بے شمار سطحی نشیب و فراز موجود ہیں۔

جنوب مغربی فرانس میں ایکوے ٹن کا طاس اور شمالی فرانس میں پیرس کا میدان، زرعی پیداوار کے اعتبار سے ان علاقوں میں بہت اہمیت کا حامل ہے لیکن اس کے مشرق کی طرف بیلجیم، ہالینڈ، ڈنمارک، اور شمالی جرمنی میں کنکریٹ ملی مٹی کی تہ موجود ہے جس کی وجہ سے یہ علاقہ بالکل بنجر ہے۔ اس حصہ کے جنوب کی طرف قطعہ ہائے زمین ہیں جن کی سطح پر نرم مٹی کی موٹی تہ موجود ہے جو ہوا کے عمل سے منتقل ہو کر یہاں جم گئی ہے۔ اسے لوئس کہتے ہیں۔ ایسی زمین شمالی فرانس، بلجیم، وسط جرمنی اور پولینڈ میں ہے اور یہ سب علاقے زراعت کے لحاظ سے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔

3- وسطی یورپ کے بلند علاقے :- شمالی یورپی میدان عظیم کے جنوب میں پہلے دور کے پہاڑوں کی تخلیق کے 300 ملین سال بعد ایک اور پہاڑی سلسلہ ابھر کر عالم وجود میں آیا جسے ہرسینین نظام کہا جاتا ہے۔ ایک عرصہ گزر جانے کے بعد یہ ملفوفہ پہاڑ بیرونی عوامل کے زیر اثر شکست و ریخت کی وجہ سے بلندی میں کم ہوتے گئے اور آج بلاکوں کی شکل میں الگ الگ کھڑے ہیں۔ بلاک پہاڑ کو ہورسٹ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بلاک پہاڑ شمالی میدان عظیم کے جنوب میں واقع ہیں۔

مغرب کی طرف ایسے پہاڑ جنوب مغربی آئرلینڈ اور جنوبی انگلستان میں ہیں۔ جنوب مغربی فرانس میں ٹنی پہاڑ اور سپین میں میساٹا بھی بلاک پہاڑ ہیں۔ فرانس کے وسطی پہاڑ بھی اسی نوعیت کے ہیں۔ ان کے علاوہ مشرق کی طرف اس قسم کے پہاڑ دریائے رائن کے ساتھ ساتھ ہیں۔ اس دریا کے ایک طرف بلیک فارسٹ اور دوسری طرف واجیس بلاک پہاڑوں کا گروپ ہے جو رائن بلند علاقے کہلاتے ہیں۔

وسطی یورپ کے بلند علاقے زیادہ اونچے نہیں ہیں۔ ان کی بلندی عام طور پر 300 میٹر سے زیادہ ہے۔ کسی کسی جگہ یہ 400 میٹر سے بھی زیادہ اونچے ہیں۔ چونکہ یہ پہاڑ زیادہ اونچے نہیں ہیں اس لیے ان کی ڈھلانوں پر کاشتکاری بھی ہوتی ہے۔ جہاں پہلو زیادہ ڈھلوان ہے وہاں پہاڑ کی سطح کو کاٹ کر زینہ دار بنا دیا گیا ہے تاکہ یہ ڈھلوان علاقے کاشت کے لیے کام آ سکیں۔ یہ سطوح مرتفع معدنیات کے لیے بھی اہمیت رکھتی ہیں اس پہاڑ میں لوہا اور سطح مرتفع بوہیمیا میں چاندی اور سیسہ جیسی دھاتیں پائی جاتی ہیں۔

4- نو عمر ملفوفہ پہاڑی سلسلہ :- جنوبی یورپ میں نو عمر ملفوفہ پہاڑوں کا سلسلہ قوسوں

اور کنڈلوں کی شکل میں مغرب سے مشرق کی طرف پھیلا ہوا ہے جس میں سے کچھ پہاڑوں کی شاخیں بحیرہ روم کی طرف چلی گئی ہیں۔

یہ پہاڑی سلسلہ پہاڑوں کی تخلیق کے تیسرے دور سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی تخلیق موجودہ دور سے 35 ملین سال پہلے ہوئی۔ چونکہ کوہ ایلپس اس سلسلے کے بلند ترین پہاڑ ہیں اس لیے تمام سلسلہ کو کوہ ایلپائن ملتوفہ پہاڑ کہا جاتا ہے۔ ایلپائن پہاڑی سلسلہ اس دور کے پہاڑی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں اینڈیز' راکیز اور ہمالیہ وجود میں آئے۔ ایلپائن پہاڑی سلسلے کے مشہور پہاڑ یہ ہیں۔

کیشابری (سپین کے شمال میں)' پیرے نیز' (سپین اور فرانس کے درمیان) ایلپس اور جیورا (شمال مشرقی فرانس' سویٹزرلینڈ' اٹلی اور آسٹریا میں) کاء پیتھین اور بلقان پہاڑ (مشرقی یورپ میں)' اپی نائن پہاڑ (جنوبی اٹلی میں شمال سے جنوب کی طرف ملک کی پوری لمبائی میں پھیلے ہوئے ہیں)۔

کوہ ایلپس جنوبی یورپ کے بلند ترین پہاڑ ہیں جو متوازی سلسلوں میں پھیلے ہوئے ہیں جن کو وادیوں نے جدا کر رکھا ہے پہاڑوں کی چوٹیاں برف سے ڈھکی رہتی ہیں اور وہاں گلیشر بھی موجود ہیں۔ ماؤنٹ بلینک اس کی بلند ترین چوٹی ہے جو سطح سمندر سے 4507 میٹر بلند ہے۔ دو مشہور میدانی علاقے (1) دریائے پوکاطاس' اور (2) ہنگری کا میدان انھی پہاڑوں میں واقع ہیں۔

5- مشرقی یورپ کا روسی پلیٹ فارم:- یہ پرانی متغیرہ چٹانوں کا پلیٹ فارم ہے جو تقریباً" سارے روس میں پھیلا ہوا ہے۔ عظیم عصر یخ (Great Ice Age) کے دوران اس کا بہت سا حصہ برف سے مستور رہا جس کے آثار اب بھی نمایاں ہیں۔ یہ علاقہ سخت سرد اور تند ہواؤں کی لپیٹ میں ہے۔ معدنیات میں صرف کوئلہ کو ہی قدرے اہمیت حاصل ہے۔

مشرقی یورپ کے دریا:- یورپ میں کئی ایسے دریا ہیں جو اقتصادی لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ مشرقی یورپ میں دریائے ڈینیوب جو 2849 کلومیٹر لمبا ہے۔ کوہ ایلپس کے شمال میں بلیک فارسٹ سے نکلتا ہے۔ یہ اپنے معاون دریاؤں کے ساتھ یورپ کے کئی ممالک مثلاً جرمنی' آسٹریا' چیکو سلوویکیا' ہنگری' یوگوسلاویہ بلغاریہ اور رومانیہ میں سے ہو کر

گزرتا ہے۔ اسی لیے دریائے ڈینیوب کو بڑی شہرت حاصل ہے اور اقتصادی اعتبار سے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

بحیرہ روم میں گرنے والے مشہور دریا فرانس میں رہون' سپین میں ابرو اور اٹلی میں پوہیں بحر اوقیانوس میں بہنے والے کئی دریا ہیں۔ ان میں ٹیگس اور ڈورو سپین کے اور گیرون اور لوئرے فرانس کے مشہور دریا ہیں۔

شمال کی طرف بہنے والے دریا اور بھی زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ ان میں دریائے سین ہے جس پر پیرس واقع ہے۔ دریائے رہائن جرمنی کی بہت اہم آبی شاہراہ ہے۔ جس کی وادی میں بے شمار صنعتی کارخانے ہیں۔ دریائے ایلب بھی مشہور دریا ہے۔ جس کو آبی شاہراہ ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ یہ تینوں دریا بحیرہ شمالی میں گرتے ہیں۔ یورپ کے ساحلی علاقوں کی بھی اقتصادی اعتبار سے بڑی اہمیت ہے۔

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ یورپ کے ساحلوں کی لمبائی دوسرے براعظموں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔ اس کا آب و ہوا اور جہازرانی پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔

یورپ کے تمام ساحلوں کے ساتھ ساتھ زیر آب براعظمی ترائی کے علاقے موجود ہیں جہاں سمندر کم گہرا ہے۔ زیادہ سے زیادہ گہرائی 200 میٹر ہے۔ نیز ترائی بھی فراخ ہے کئی جگہ یہ 15 کلومیٹر کے قریب ہے اور ناروے کے ساحل سے جنوب مغربی فرانس تک بہت زیادہ فراخ ہے اور کئی سو کلومیٹر تک پہنچتی ہے۔ بحیرہ ایڈریاٹک کا نصف سے زیادہ حصہ بہت کم گہرا ہے اور بحیرہ بالٹک کی گہرائی کسی جگہ پر 200 میٹر سے زیادہ نہیں۔ بحرہ شمالی کم گہرا ہونے کی وجہ سے ماہی گیری کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے اور دنیا کے مشہور ماہی گیری کے مراکز میں سے ایک ہے۔ حال ہی میں اس کی تہ سے قدرتی گیس اور معدنی تیل نکالا گیا ہے۔

حارہ یورپ کی آب و ہوا:- براعظم یورپ چونکہ °71 شمال اور °36 شمال خطوط عرض بلد کے درمیان واقع ہے اس لیے یہ منطقہ معتدلہ میں پھیلا ہوا ہے اور اس کا کوئی حصہ بھی منطقہ حارہ میں نہیں ہے۔ موسم گرما میں شدت کی گرمی نہیں پڑتی اور شمالی خطوط عرض بلد میں درجہ حرارت کم ہوتا جاتا ہے۔ اس کے مغرب' شمال اور جنوب کی طرف سمندر ہیں اس لیے اس کی آب و ہوا میں بحری اثرات کا بھی دخل ہے۔ براعظم کے وسطی اور مشرقی حصے سمندر سے دور واقع ہیں اس لیے وہاں سالانہ درجات حرارت کا تفاوت مغربی
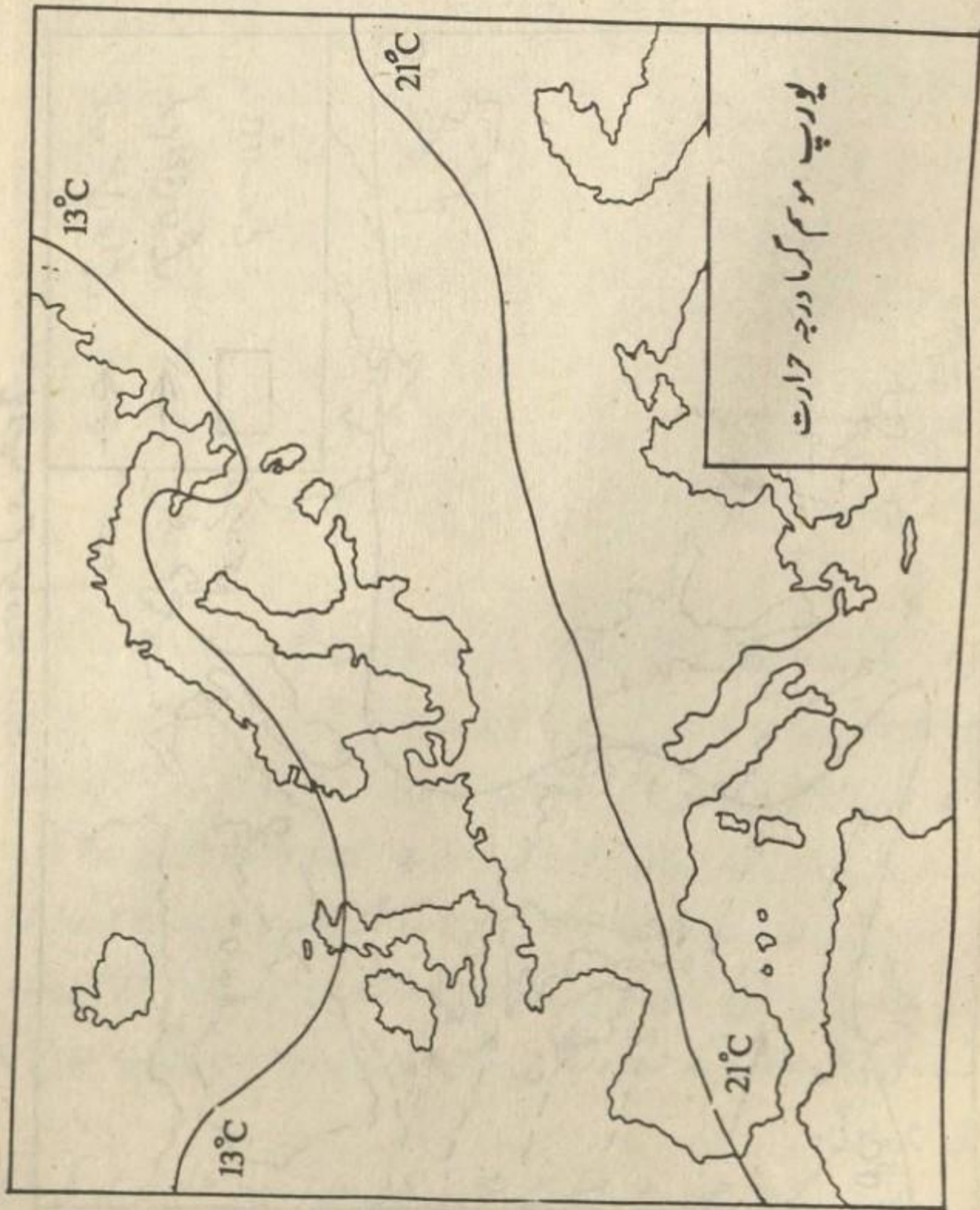
یورپ موسم گرما کا درجہ حرارت
13°C
21°C
13°C
21°C

0°C

0°C

0°C سے کم

گرم بحری روئیں

جنوب مغربی ہوائیں

یورپ موسم سرما کا درجہ حرارت
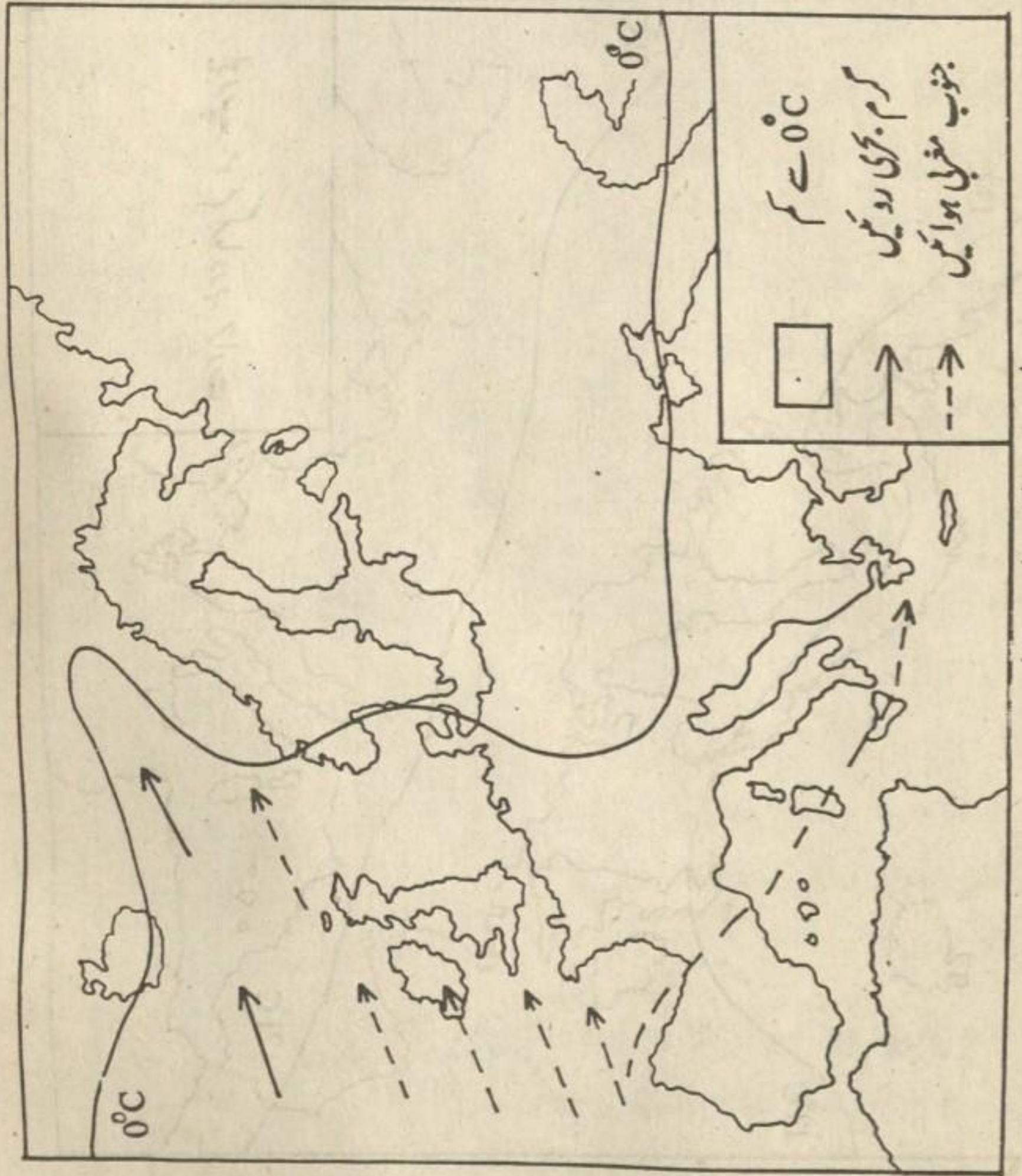
علاقوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ نیز یورپ کے پہاڑوں کی ترتیب کچھ اس طرح ہے کہ پہاڑی سلسلے عام طور پر شرقاً" غرباً" کسی حد تک متوازی پھیلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ سمندر کی طرف سے آنے والی ہواؤں کے لیے رکاوٹ کا باعث نہیں بنتے اور بحری ہوائیں براعظم کے اندرونی علاقوں تک پہنچ کر اثر انداز ہوتی ہیں۔

موسم سرما کے حالات :- مغربی یورپ اور وسطی یورپ میں درجات حرارت مغرب سے مشرق کی طرف کم ہوتے جاتے ہیں اور مشرقی یورپ میں جنوب سے شمال کی طرف۔

0°C ہم تپشی خط سے واضح ہے کہ مغربی یورپ میں اوسط درجہ حرارت عام طور پر درجہ انجماد سے اوپر رہتا ہے اس لیے سردی کا موسم شدید نہیں ہوتا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بحر اوقیانوس کی طرف سے آنے والی مغربی ہوائیں بحری اثرات سے موسم میں اعتدال پیدا کرتی ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بحر اوقیانوس کی جھال جو کہ ایک گرم رو ہے براعظم کے مغربی حصوں پر اثر انداز ہوتی ہے اور مغربی یورپ کی بندرگاہیں برف سے منجمد نہیں ہوتیں اور تجارت کے لیے سردیوں میں بھی کھلی رہتی ہیں۔

موسم گرما کے حالات :- جولائی کے ہم تپش خطوط سے واضح ہے کہ براعظم کے جنوبی حصے شمالی علاقوں کی نسبت زیادہ گرم ہیں۔ اس کے اندرونی حصے بہ نسبت مغربی اور ساحلی علاقوں کے زیادہ گرم ہیں۔ موسم گرما میں سب سے زیادہ گرم علاقے تین جنوبی جزیرہ نماؤں کے اندرونی حصے ہیں جہاں جولائی کا اوسط درجہ حرارت 26.7° (80°F) سے اوپر رہتا ہے۔ اس کے برعکس ٹنڈرا کے علاقے کا 10°C (50°F) کے لگ بھگ ہوتا ہے۔ موسم گرما میں روسی ممالک شمال مشرقی تجارتی ہواؤں کے زیر اثر ہوتے ہیں اس لیے بحر اوقیانوس سے آنے والی بارشی ہواؤں سے محروم رہتے ہیں۔ اس لیے یہاں زیادہ گرمی پڑتی ہے اور بارش بھی نہیں ہوتی۔

یورپ کے باقی حصوں میں جیسے جیسے شمال کی طرف جائیں درجہ حرارت میں کمی واقع ہوتی جاتی ہے اور شمالی علاقے نسبتاً" ٹھنڈے ہوتے ہیں۔

مغربی یورپ میں بحر اوقیانوس کے ساتھ ملحقہ علاقوں میں سب سے زیادہ بارش ہوتی ہے۔ سکاٹ لینڈ' وغیرہ اور ناروے کے پہاڑی علاقوں میں سالانہ بارش کی مقدار 1500 ملی

میٹر سے 2500 ملی میٹر (60 انچ سے 100 انچ) سے زیادہ ہے۔ کوہ ایلپس اور کوہ پیرے نیز پر بھی بھاری بارش ہوتی ہے۔ لیکن مغربی یورپ کے زیادہ حصے پر سالانہ بارش 500 ملی میٹر اور 1000 ملی میٹر (20 انچ' 40 انچ) کے درمیان ہوتی ہے۔ بارش عام طور پر موسم خزاں اور سردیوں میں ہوتی ہے۔ ٹنڈرا کے علاقے میں ہلکی بارش ہوتی ہے جہاں سالانہ مقدار 250 ملی میٹر (10 انچ) سے کم ہے۔

آبادی کی تقسیم :- یورپ کی کل آبادی 75 کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ مغربی یورپ اور وسطی یورپ میں آبادی زیادہ گنجان ہے۔ اس علاقہ میں آبادی کی تقسیم ایک جیسی نہیں ہے۔ بلند پہاڑی علاقے' سرد منطقہ معتدلہ کے جنگلات اور ٹنڈرا کا خطہ ایسے علاقے ہیں جو مکمل طور پر غیر آباد ہیں۔ لیکن صنعتی علاقے بہت گنجان آباد ہیں آبادی کی تقسیم پر اثر ڈالنے والے عوامل مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) آب و ہوا (2) سطح (3) مٹی (4) معدنی دولت

یورپ کے وہ علاقے جن کی آب و ہوا خوشگوار نہیں ہے اور زراعت کے لیے موافق نہیں ہے وہاں آبادی بہت کم ہے مثلاً سائبیریا' سرد منطقہ کے صحرا' جہاں تک مٹی کا تعلق ہے۔ یورپ کے میدان جہاں سطح نرم مٹی والی ہے گنجان آباد ہیں۔ جبکہ بلند' ناہموار پہاڑی علاقوں پر آبادی بہت کم ہے۔ شمالی اٹلی میں دریائے پو کا طاس (لمبارڈی میدان) اور وسطی پہاڑوں کے شمالی پہلوؤں پر لوئس مٹی کے میدان زراعت کے لیے بہت مفید ہیں اس لیے یہ علاقے بہت گنجان آباد ہیں۔

گنجان آباد علاقے :- یورپ میں گنجان آباد علاقے عام طور پر کوئلے کی کانوں کے اردگرد پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ کوئلہ صنعتی انقلاب کے وقت اور بعد میں بھی توانائی کا بڑا ذریعہ رہا ہے۔ برطانیہ میں کوئلے کی کانوں سے لے کر مغربی یورپ اور وسطی یورپ کی کانوں تک تمام پٹی گنجان آباد ہے۔ نقشہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زیادہ گنجان آباد علاقے ہالینڈ ' بلجیئم' برطانیہ کا صنعتی علاقہ' فرانس اور مغربی جرمنی کا صنعتی علاقہ' رائن کی وادی' شمالی اٹلی کا میدان' اٹلی کا ساحلی علاقہ' سپین اور پرتگال ہیں۔

کم آباد علاقے :- مغربی یورپ کے کم آباد علاقے مندرجہ ذیل ہیں۔

اسکینڈے نیویا کے پہاڑ' سکاٹ لینڈ کے پہاڑ' ایلپس اور پیرے نیز' سپین کی سطح

مرتفع اور فرانس کی سطح مرتفع۔

سلطنت متحدہ

مغربی یورپ کے ملکوں میں سلطنت متحدہ کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ یہ ملک کئی جزیروں پر مشتمل ہے۔ جن میں سے ایک جزیرہ میں انگلستان' سکاٹ لینڈ اور ویلز واقع ہیں۔ آئرلینڈ کے جزیرہ کا ایک حصہ جو شمالی آئرلینڈ کہلاتا ہے سلطنت متحدہ میں شامل ہے۔ لیکن اس جزیرہ کے باقی حصہ میں جسے آئر کہتے ہیں ایک خود مختار حکومت قائم ہے۔

سلطنت متحدہ کی ترقی میں اس کے محل وقوع کو بڑا دخل ہے۔ یہ ملک چاروں طرف سے پانی سے گھرا ہوا ہے اس لیے ماضی میں یہ بیرونی حملوں سے بڑی حد تک محفوظ رہا۔ سلطنت متحدہ کو اردگرد کے سمندروں سے کئی فائدے حاصل ہیں۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کی بحری تجارت ترقی پر ہے۔ اس کے علاوہ ان سمندروں میں مچھلیوں کی کثرت ہے اور بہت سے لوگ ماہی گیری سے روزی کماتے ہیں۔ ساحل کٹا پھٹا ہونے کی وجہ سے جابجا بہت سی عمدہ بندرگاہیں موجود ہیں۔

آب و ہوا:- جزائر برطانیہ مغربی ہواؤں کے حلقہ اثر میں واقع ہے یہ ہوائیں سارا سال بارش برساتی ہیں مغربی ہوائیں بحری اثر سے آب و ہوا کو معتدل بنا دیتی ہیں۔ موسم گرما کا اوسط' درجہ حرارت 15 س (59 ف) اور موسم سرما کا 5 س (41 ف) ہوتا ہے۔ شمالی بحراوقیانوس کی جھال برطانیہ کی آب و ہوا پر نمایاں اثر ڈالتی ہے۔ یہ گرم پانی کی رو ہے اس لیے موسم سرما کی سرد آب و ہوا میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے اور بندرگاہیں سارا سال کھلی رہتی ہیں۔ آب ہوا کی ایک اور خاصیت یہ ہے کہ منطقہ معتدلہ کا گرد باد (سائیکلون) موسم میں فوری تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ بعض اوقات تپتی حالات اس تیزی سے بدلتے ہیں کہ ایک ہی دن میں 16 س سے 32 س درجہ حرات کا فرق پڑ جاتا ہے۔ ایک دم ہوا کا رخ بدلنے کی وجہ سے درجہ حرارت ایک گھنٹے میں 10 س کے قریب بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ مستقل طور پر موسم میں سرعتی تبدیلیوں کے سبب جزائر برطانیہ کی آب و ہوا محض تغیرات کا سلسلہ بن کر رہ جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس قسم کی موسمی کیفیت انسان پر خوشگوار اثر چھوڑتی ہے۔ اس لیے یہاں کے لوگ دماغی اور جسمانی لحاظ سے چست اور صحت مند ہیں۔

جزائر برطانیہ میں کافی حد تک بارش کی تقسیم ایک جیسی ہے اور درجہ حرارت اعتدال کی حد تک رہتا ہے۔ ملک کے مغربی ساحل پر بارش زیادہ ہوتی ہے اور مشرق کی طرف اس کی مقدار کم ہوتی جاتی ہے۔

لوگوں کے پیشے اور اقتصادی ترقی :- یہاں پانچ فیصد سے بھی کم لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ یہ لوگ دیہاتوں میں رہتے ہیں۔ آبادی کا بیشتر حصہ شہروں اور قصبوں میں آباد ہے۔ یہ لوگ صنعت و حرفت، تجارت، ذرائع آمدورفت اور دیگر پیشوں سے روزی کماتے ہیں برطانیہ عظمیٰ کے مختلف حصوں میں زمین کے استعمال کے لحاظ سے بڑا فرق نظر آتا ہے۔ بڑے بڑے زرعی علاقے ملک کے مشرق میں ہیں جہاں پست میدان ہیں اور بارش کم ہوتی ہے۔ مغربی حصے کی زمین بلند اور ناہموار ہے۔ یہاں بارش زیادہ ہوتی ہے۔ اس علاقے میں چراگاہیں ہیں جہاں بھیڑیں، گائے اور بیل پالے جاتے ہیں۔

اندرون ملک غذائی پیداوار برطانیہ کی صرف پچاس فیصد غذائی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ 67 فیصد زمین زراعت کے لیے استعمال ہوتی ہے جس میں 38 فیصد رقبہ پر فصلیں کاشت کی جاتی ہیں۔ ملک کی مشہور فصلیں گھاس جو سکھانے کے بعد مویشیوں کے چارے کے کام آتی ہیں، جئی، گیہوں، سبزیاں، (آلو، شلجم، ٹماٹر وغیرہ) ہیں۔ برطانیہ کی سرد بارانی آب و ہوا ایسی فصلوں کی کاشت کے لیے موزوں ہے۔

برطانیہ میں فصلوں کی کاشت کے مشہور علاقے ایسٹ ا۔نگلیا، کینٹ، لنکن شائر اور مشرقی سکاٹ لینڈ کے ساحلی میدان ہیں۔ دودھ کی صنعت جا بجا قائم ہے لیکن زیادہ تر جنوب مشرقی سکاٹ لینڈ، مغربی انگلستان اور جنوب مغربی ویلز میں مرکوز ہے۔ پھلوں کی پیداوار کے لیے مشہور علاقے کینٹ اور ایسٹ ا۔نگلیا ہیں۔ سیبوں کی پیداوار پھلوں کی پیداوار کا 65 فیصد ہے۔

کان کنی اور توانائی :- ابتدائی توانائی کا 35 فیصد حصہ کوئلہ سے حاصل ہوتا ہے۔ کوئلہ کی کل پیداوار کا 70 فیصد یارک شائر، ڈربی شائر، سکاٹ لینڈ، ساؤتھ ویلز، نارتھمبرلینڈ اور ڈرہم کی کانوں سے حاصل ہوتا ہے۔ 95 فیصد قدرتی گیس بحیرہ شمالی کے فرش سے نکالی جاتی ہے جس سے توانائی کی 16 فیصد ضرورت پوری ہوتی ہے۔ توانائی کی 45 فیصد ضروریات معدنی تیل پوری کرتا ہے۔ کوئلے کے علاوہ دوسری معدنیات، لوہا، قلعی، جپسم، عمارتی پتھر، اور چائنا

جزائر برطانیہ
انتظامی تقسیم
کلومیٹر 0 50 100 150 کلومیٹر
سرحد بین الاقوامی
علاقائی حدود
ریلوے لائن
دارالحکومت
اہم مقامات
بحر
اوقیانوس
بحیرۂ
شمالی
بحیرہ آئرش
بحر اوقیانوس
رودبار انگلستان
سکاٹ لینڈ
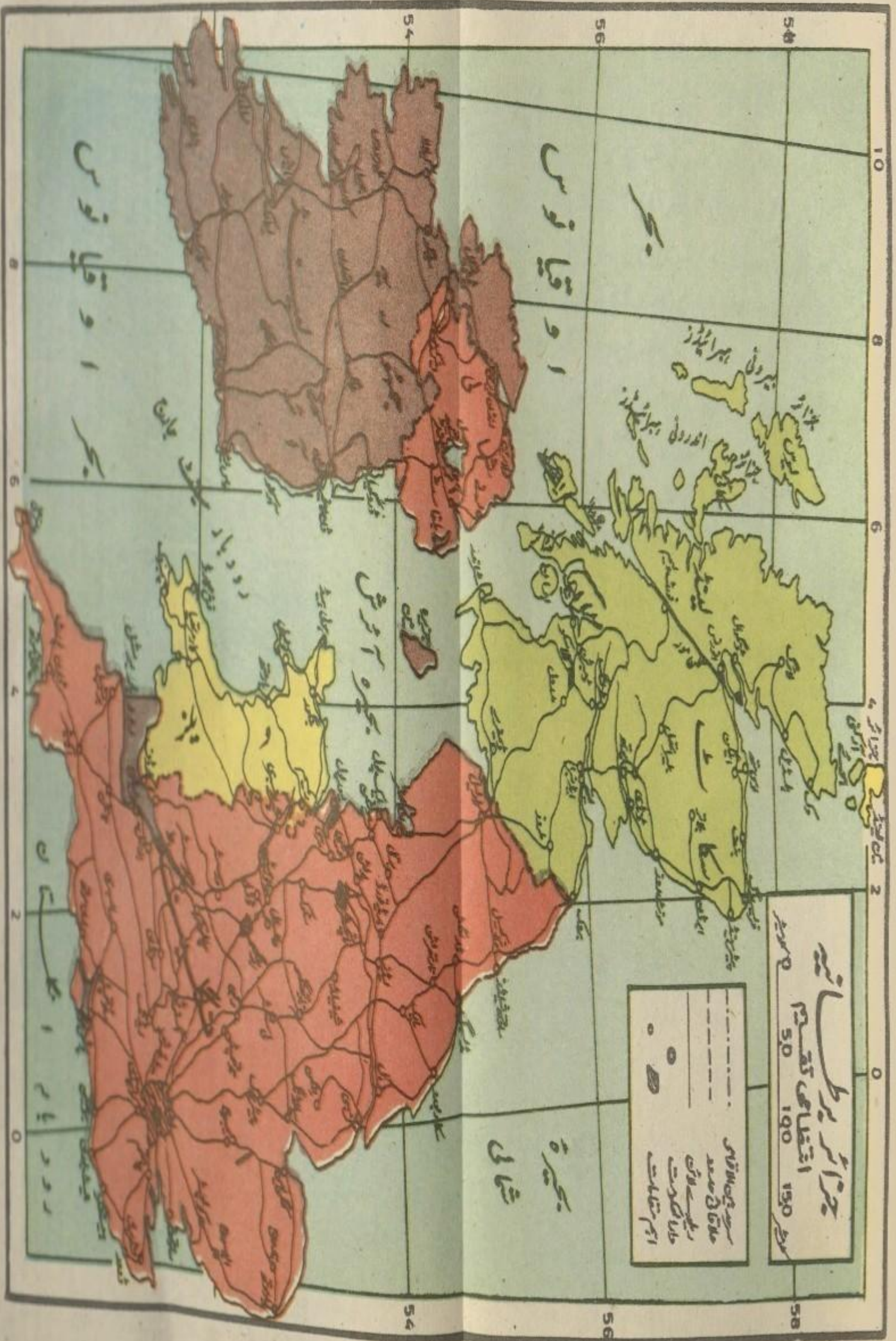
مٹی ہیں۔

خام لوہے کے بڑے ذخائر لنکن فیلڈ، نار تھمپٹن فیلڈ، گیسٹر، رنلینڈ فیلڈ، آکسفورڈ شائر فیلڈ اور یارک فیلڈ ہیں۔

صنعتیں :- برطانیہ ایک مشہور صنعتی ملک ہے اس کی 80 فیصد برآمدات اپنی مصنوعات پر مشتمل ہیں۔ کارندہ افراد کی 55 فیصد آبادی صنعتوں میں کام کرتی ہے۔ برطانیہ دنیا کے مشہور فولاد پیدا کرنے والے ممالک میں پانچویں درجہ پر ہے۔ صنعتی کارندوں میں 50 فیصد لوگ انجنیئرنگ اور دھات کاری میں کام کرتے ہیں۔ کیمیائی صنعتوں کی برآمدات 13 فیصد، پارچہ بافی کی چھ فیصد اور خوراک کی 6 فیصد ہیں۔ اعلیٰ کوالٹی کی اونی مصنوعات اور مصنوعی ریشے بھی برآمدات میں اہمیت رکھتے ہیں۔ دیگر اہم صنعتیں سیمنٹ سازی، ربڑ کی مصنوعات، کاغذ اور چمڑہ سازی ہیں۔ سلطنت متحدہ کے صنعتی علاقے کوئلہ کی کانوں کے آس پاس ہیں۔ نقشہ پر کوئلے کی کانوں کے بڑے بڑے مرکز دکھائے گئے ہیں جو سکاٹ لینڈ، وسطی انگلستان اور ویلز میں واقع ہیں۔ برطانیہ کے مشہور مراکز لندن، مڈلینڈ، یارک شائر، ہمبر سائڈ، شمال مغربی اور شمال مشرقی انگلستان، ویلز اور وسطی سکاٹ لینڈ ہیں۔

فرانس

وسعت کے لحاظ سے فرانس مغربی یورپ میں سب سے بڑا ملک ہے۔ اس کا کل رقبہ 543965 مربع کلومیٹر ہے جو برطانیہ کے دگنے رقبے سے بھی زیادہ ہے۔ اس کی آبادی 57.8 ملین کے لگ بھگ ہے۔ اس کی سرحدیں یورپ کے کئی ممالک جرمنی، بلجیم سوئٹزرلینڈ، سپین اور اٹلی سے ملتی ہیں۔ شمالی یورپ کے زرعی میدان کا بہت سا حصہ فرانس میں ہے نیز ایلپائن پہاڑوں کا بیشتر علاقہ اس میں شامل ہے جہاں پن بجلی پیدا کرنے کے ذرائع موجود ہیں۔ جنگلات سے عمارتی لکڑی حاصل ہوتی ہے اور بھیڑ بکریوں کے لیے چراگاہیں موجود ہیں۔

فرانس کی آب و ہوا مختلف نوعیت کی ہے۔ جنوب میں رومی خطہ کی آب و ہوا جب کہ شمال میں جنوبی انگلستان جیسی آب و ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ ملک میں مختلف قسم کی فصلیں کاشت ہوتی ہیں۔ خوراک کے معاملے میں فرانس خود کفیل ہے۔

معدنیات کے لحاظ سے فرانس اتنا خوشحال نہیں البتہ فرانس کے شمالی حصہ میں لورین کا علاقہ لوہے اور کوئلہ کی کانوں کے لیے اہمیت رکھتا ہے۔ ملکی ضرورت کے لیے کوئلہ ناکافی ہے اس لیے پیرے نیز کے پہاڑی علاقوں میں چھوٹے چھوٹے پن بجلی گھر بنائے جا رہے ہیں۔ فرانس میں تیل کے کنوئیں پیرس کے قریب ہیں اور جنوب مغرب میں پرتس کے مقام پر ہیں۔ قدرتی گیس کے ذخیرے پرے نیز کے دامن میں Lacq کے مقام پر ہیں۔ قدرتی گیس کو صاف کر کے گندھک حاصل ہوتی ہے۔ باکسائٹ لے بوکس کے مقام پر اور نمک نینسی میں پایا جاتا ہے۔

فرانس کے خطے:۔ فرانس مندرجہ ذیل خطوں میں تقسیم ہو سکتا ہے۔

شمال مغرب میں آرموریکا	پیرس بیسن
شمالی کوئلے کی کانیں	جنوب مغربی حصہ
وسطی سطح مرتفع	رومی ساحلی علاقہ اور رہون وادی

پیرس بیسن، یہ فرانس کا زریں خطہ ہے۔ چٹانیں مرکز کی طرف ڈھلوان ہیں اور ایسی ترتیب میں ہیں گویا چھوٹی بڑی پلیٹیں ایک دوسرے کے اندر ترتیب سے رکھی گئی ہیں۔ نوعمر چٹانیں مرکز میں اور سخت چٹانیں سب طرف سے علاقے کو گھیرے ہوئے ہیں۔ پیرس بیسن کے وسط میں ملک کا مشہور شہر پیرس ہے جو فرانس کا دارالحکومت ہے۔ پیرس بیسن ایک بہت اچھا زرعی علاقہ ہے۔ اس کی مشہور فصلیں گندم، جو، چقندر اور خاص پھل سیب اور انگور ہیں۔ مویشی پالنے کا یہ مشہور علاقہ ہے۔ بھیڑیں چاک زمین کی سوکھی گھاس پر چر لیتی ہیں۔ پیرس کے گرد نواح میں سبزیاں کاشت کی جاتی ہیں۔ ریمز کا نواحی علاقہ انگور کی بیلوں کے لیے شہرت رکھتا ہے جہاں ایک قسم کی شراب تیار ہوتی ہے جسے شیمپین کہتے ہیں۔ اس وجہ سے اس سارے علاقے کا نام شیمپین پڑ گیا ہے۔

جرمنی

دوسری جنگ عظیم کے دوران 1945ء میں جب جرمنی کو شکست ہوئی تو یہ چار طاقتوں کے کنٹرول میں آگیا۔ دارالحکومت برلن بھی چار حصوں میں بٹ گیا۔ 1948ء میں تین مغربی طاقتوں کے زیر اثر فیڈرل ری پبلک آف جرمنی بن گیا اور بون اس کا

دارالحکومت مقرر ہوا اور اگلے سال روسی زون ڈیموکریٹک ری پبلک آف جرمنی معرض وجود میں آیا جہاں کیمونسٹ حکومت قائم ہو گئی۔

جرمنی کا کل رقبہ 356733 مربع کلومیٹر ہے اور اس کی آبادی 80.28 ملین (1992) ہے۔ جرمنی معدنی دولت میں خوشحال ہے اس کے روہر (RUHR) کے علاقہ کے کوئلہ کے ذخیرے یورپ کے بڑے ذخائر میں شمار ہوتے ہیں۔ سار کی کوئلے کی کانیں بھی بہت مشہور ہیں اور یہ بھی جرمنی کی حدود میں ہیں۔ براؤن کوئلہ یا لگنائٹ جرمنی میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔

جرمنی معدنی تیل کے معاملہ میں بھی بہت خوش قسمت ہے۔ سب سے زیادہ معدنی تیل کے ذرائع لوئر سیکسنی (ایمزلینڈ) میں اور ہنوور کے قریب ہیں۔ قدرتی گیس کی پیداوار کے لیے چھ مشہور علاقے ہیں۔ چار علاقے دریائے ایلب اور ویزر کے درمیان' دوسرے ریمز کے دہانے پر ہیں۔ ان کے علاوہ قدرتی گیس کے علاقے رائن کی بالائی وادی اور آسٹریا کی سرحد کے ساتھ کوہ ایلپس کے دامن میں واقع ہیں۔ قدرتی گیس ملکی ضرورت کے لیے کافی نہیں اس لیے نیدرلینڈ سے پائپ لائنوں کے ذریعے درآمد کی جاتی ہے۔

لوہے کے ذخائر ویسٹر والڈ' لاہن ڈل' اپر ہس کا علاقہ' پی نائن اور سلزگائٹس کے علاقہ میں پائے جاتے ہیں۔ سیسہ اور جست رائن کے کوئلہ کے میدان میں رے چن کے مقام سے نکالا جاتا ہے۔

نمک کی کانیں سیکسنی کے علاقے میں ہیں جہاں اس کی پیداوار کثرت سے ہے۔ اس سے جرمنی کی کیمیائی اور زرعی صنعتوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔

جرمنی کو پوٹاش کی پیداوار میں اجارہ داری حاصل ہے۔ یہ زیادہ تر دریائے ایلب اور ویزر کے طاسوں کے وسطی حصوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے ذخائر تقریباً" ایک سو مربع میل (260 مربع کلومیٹر) میں پھیلے ہوئے ہیں اور ایک اندازہ کے مطابق محفوظات 20,000 ملین ٹن ہیں۔ پوٹاش جیسی شے صابن' شیشہ' دیا سلائی' بارود اور کئی کیمیائی مرکبات بنانے کے کام آتی ہے۔

صنعتیں :- جرمنی ایک عظیم صنعتی اور تجارتی ملک ہے۔ اس کی صنعتی ترقی کے لیے مندرجہ ذیل عوامل ممدو معاون ہیں۔

1- معدنی اشیاء مثلاً کوئلہ' لوہا' پوٹاش' جست کی آسان دستیابی

-2 یورپ جیسے صنعتی ملک میں محل وقوع کے لحاظ سے اس کی مرکزی حیثیت
-3 زمین کی زرخیزی
-4 اعلیٰ بحری راستے
-5 صحت بخش آب و ہوا
-6 جنگلات

جرمنی کی مشہور صنعتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

1- لوہے اور فولاد کی صنعت 2- کیمیائی صنعت 3- بجلی کی مصنوعات
4- صنعتی پارچہ بافی جس میں سوتی، اونی اور ریشمی مصنوعات شامل ہیں۔

روہر کا صنعتی علاقہ :- جرمنی میں کئی صنعتی علاقے ہیں۔ ان میں روہر کا صنعتی علاقہ سب سے زیادہ مشہور ہے اور عالمی شہرت کا حامل ہے۔ یہ علاقہ رائن کے بلند میدان کے شمالی حصہ میں دریائے روہر کے ساتھ واقع ہے جو رائن کے دائیں کنارہ پر معاون دریا ہے۔ اس علاقے کی صنعتی زندگی کا دار و مدار روہر کے کوئلہ کے ذخائر پر ہے جو ملک کے کوئلہ کی کل پیداوار کا 80 فیصد سے زائد کوئلہ مہیا کرتا ہے۔ اس کا دو تہائی حصہ اچھی کوالٹی کا ہے جس سے اعلیٰ قسم کا کوک بنتا ہے۔ روہر کے علاقہ میں کولون شہر کے مغرب میں اور اخن شہر کے قریب دو اور کوئلے کی کانیں ہیں۔

اس علاقہ کی بڑی صنعتیں کان کنی اور لوہا و فولاد تیار کرنے کی ہیں۔ دوسری اہم صنعتیں پارچہ بافی انجینئرنگ اور کیمیائی مرکبات تیار کرنا ہیں۔ جرمنی کے اس صنعتی علاقے میں لوہا اور فولاد تیار کرنے کے مشہور مراکز ایسن، ڈوائس برگ، ڈسلڈ ورف اور ڈورمنڈ ہیں جہاں سے ملک کی کل پیداوار کا 40 فیصد سے زیادہ فولاد تیار کیا جاتا ہے۔

ایسن روہر کے علاقے کا سب سے بڑا صنعتی شہر ہے اور جرمنی کی بھاری صنعتوں کا مرکز ہے۔ ڈوس برگ کا شہر جو دریائے روہر اور دریائے رائن کے سنگم پر واقع ہے یورپ کی مصروف ترین دریائی بندرگاہ ہے۔

لوہے کی مقامی پیداوار اس کی صنعت کے لیے کافی نہیں اس لیے خام لوہا، سپین، سویڈن اور فرانس سے درآمد کیا جاتا ہے۔

روہر کے کوئلے کی پیداوار پر کسی قدر انحصار کرنے والی ایک اور اہم صنعت کیمیائی

مرکبات تیار کرنا ہے جو کئی مقامات پر قائم ہو گئی ہے جن میں ڈواس برگ اور ڈسلڈورف بہت مشہور ہیں۔

روہر کی کوئلہ کی کانوں کے جنوب میں پارچہ بانی کی صنعت دریائے ویرل میں قائم ہے جو سوتی' اونی اور مصنوعی ریشوں سے بافتہ اشیاء تیار کرتی ہے۔ ویرل کے جنوب میں سولنجن کا شہر ہے جو چھریاں' کانٹے اور کانٹے کے اوزار بنانے کے لیے اہمیت رکھتا ہے۔

کولون جو ڈسلڈورف سے 32 کلومیٹر دریا کے بالائی حصے کی طرف ہے تجارت کا مرکز بن گیا ہے اور ملکی صنعتوں کے لیے بھی اہمیت رکھتا ہے۔

مغربی یورپ کے مشہور شہر

لندن :- لندن برطانیہ کا دارالحکومت ہے اور دنیا کے عظیم شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ دریائے ٹیمز کی زیریں منزل پر بندرگاہ ہے۔ رومن دور کے وقت یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اور دریا کے شمالی کنارے پر آباد ہوا جہاں زمین پکی ہے۔ لندن ملک میں شاہراہوں کا مرکز بن گیا ہے۔ یہاں سے شمال' جنوب' مشرق اور مغرب چاروں اطراف میں راستے جاتے ہیں۔

لندن برطانیہ کے ریلوے نظام کا مرکز بھی ہے۔ ملک کی ایک تہائی برآمد تجارت اور ایک چوتھائی درآمد تجارت اس بندرگاہ کے ذریعے عمل میں لائی جاتی ہے۔

لندن حقیقتاً برطانیہ کا سب سے بڑا صنعتی شہر بھی ہے۔ اس کی مشہور صنعتیں فرنیچر' صابن' جوتے اور کیمیائی اشیاء تیار کرنا ہیں۔ ان کے علاوہ شیشہ سازی' دیا سلائی بنانا' چینی صاف کرنا' شراب کشی اور کتابیں شائع کرنا دوسری اہم صنعتیں ہیں۔ یہ شہر دولت مشترکہ کا سب سے بڑا تجارتی اور بینکاری کا مرکز ہے۔ چائے' کافی' اون' ربڑ اور قلعی کی اہم ترین منڈی ہے۔ لندن کی آبادی 90 لاکھ سے زیادہ ہے۔

پیرس :- براعظم یورپ کے مشہور شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ فرانس کا دارالحکومت ہے اور اس کی آبادی 92 لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ یہ شہر دریائے سین اور دریا مارنے کے سنگم پر واقع ہے۔ پیرس طاس میں اس کو مرکزی مقام حاصل ہے۔ اس لیے یہ تمام اطراف سے آنے والی سڑکوں' ریلوں اور آبی شاہراہوں کا مرکز ہے۔ پیرس ملک کی سرکاری اور سیاسی

پیرس
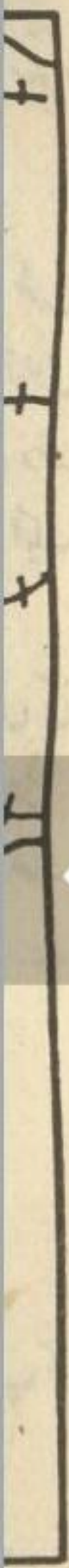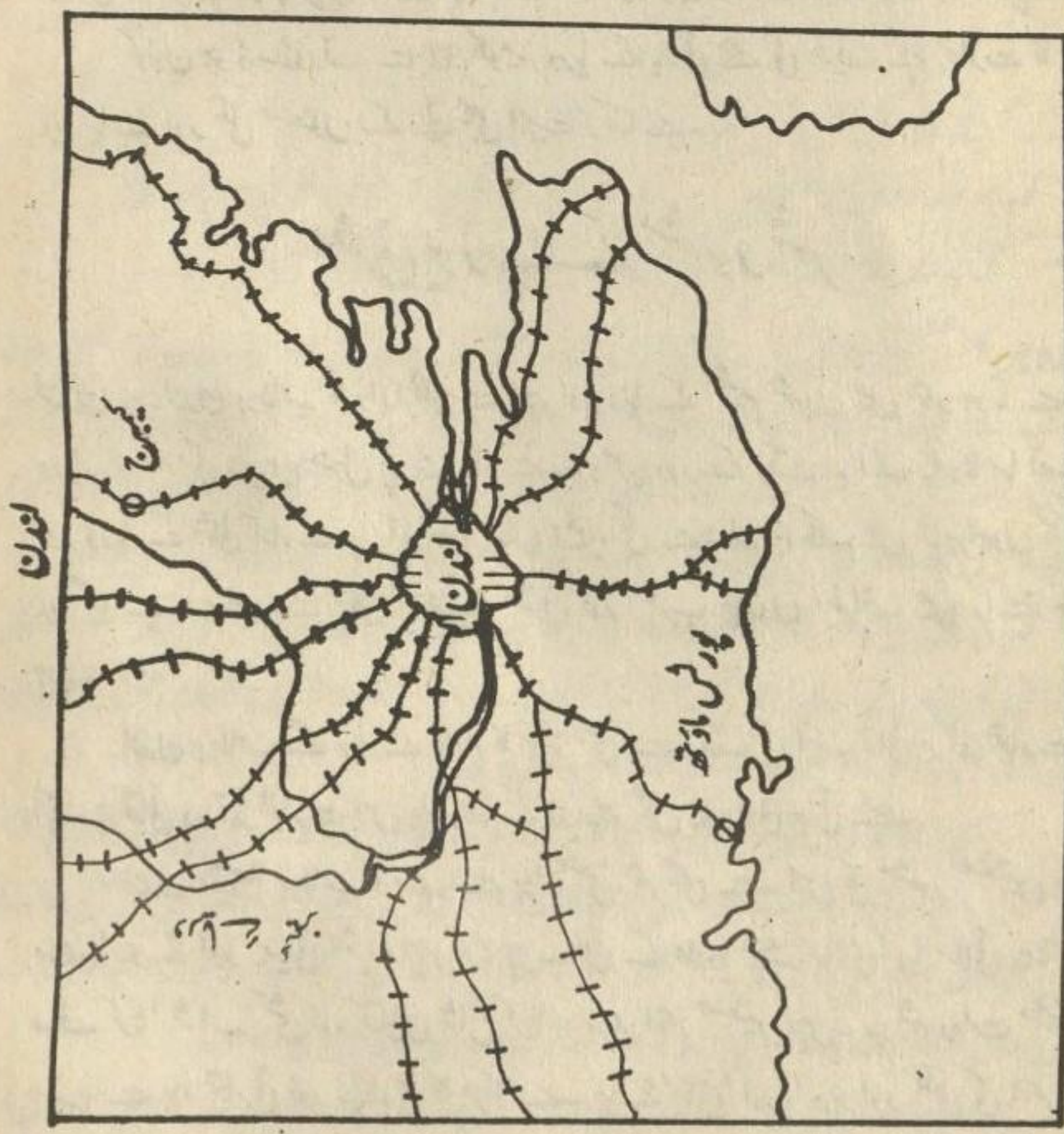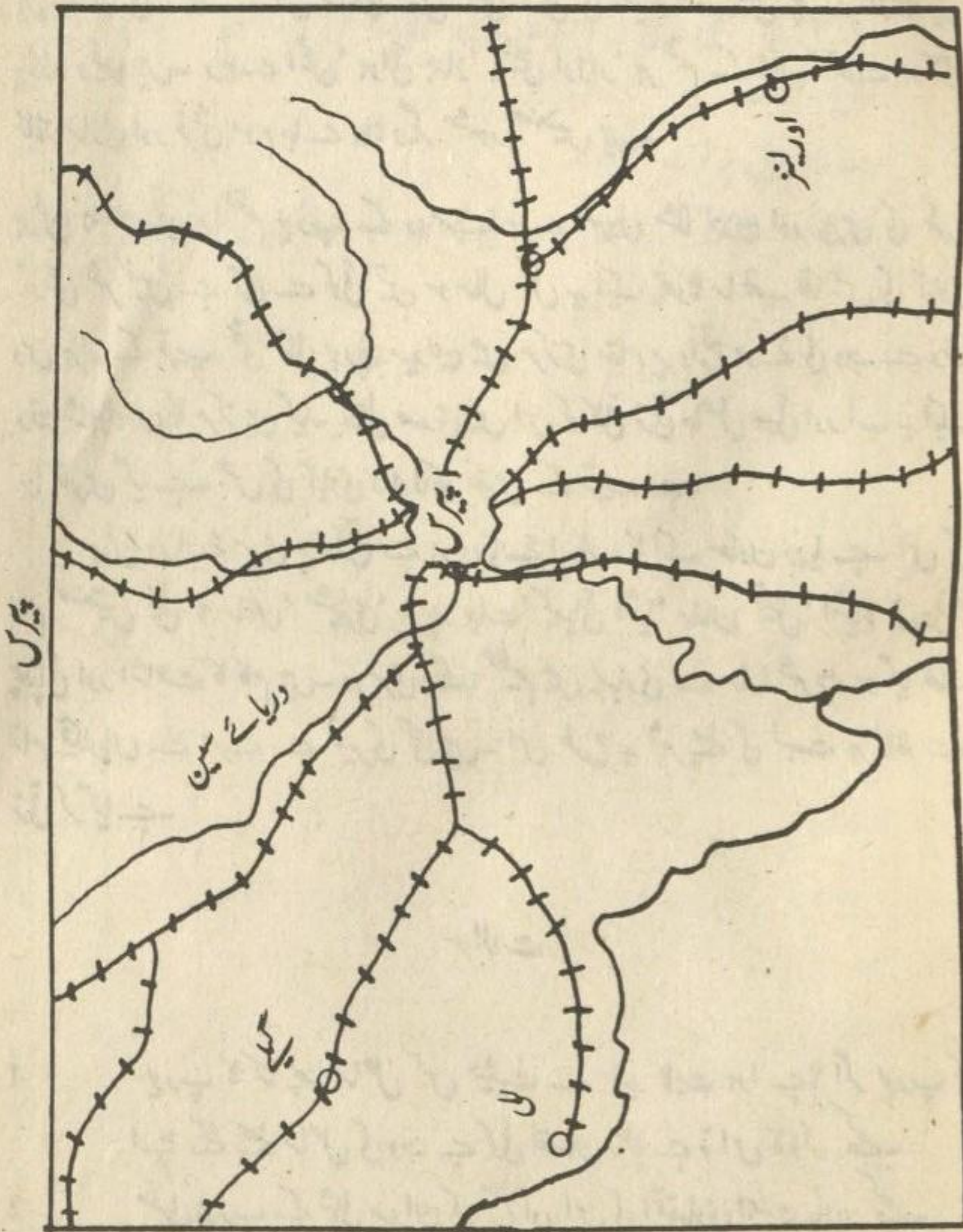
سرگرمیوں کا سرچشمہ ہے۔

یہ فرانس کا اہم صنعتی اور تجارتی مرکز بھی ہے۔ یہاں مختلف قسم کی صنعتیں قائم ہیں۔ اس کی مشہور صنعتیں سامان تعیش، اعلیٰ فیشن کی اشیاء مثلاً فینسی کپڑے، خوشبوئیں، پاؤڈر وغیرہ ہیں۔ ریلوے انجن، ہوائی جہاز، مشینی اوزار، ہر قسم کے انجن، آلات موسیقی، کاغذ سازی اور فرشی موم جامے بنانا دیگر مشہور صنعتیں ہیں۔

برلن :- برلن براعظم یورپ کے دوسرے بڑے شہروں مثلاً لندن اور پیرس کی طرح تاریخی شہر نہیں ہے آج سے کوئی تین سو سال قبل یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جس کی آبادی دس ہزار کے قریب تھی شمالی یورپی میدان میں مرکزی مقام پر واقع ہونے کی وجہ سے رفتہ رفتہ شاہراہوں کا مرکز بن گیا۔ پچھلی صدی میں اس کو کافی ترقی حاصل ہوئی اور اب یہ ایک بڑا شہر بن گیا ہے۔ جس کی آبادی 40 لاکھ نفوس کے قریب ہے۔

برلن دریائے سپری پر واقع ہے جو دریائے ایلب کا ایک معاون دریا ہے۔ اس کی اہم صنعتیں بجلی کا سامان، مشینری، پارچہ جات، کیمیائی اشیا، سامان تعیش، اشیاء خوردنی، چھپائی اور اشاعت کا کام ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں بمباری سے سارا شہر تباہ ہو گیا تھا۔ تمام فیکٹریاں نئے سرے سے تعمیر کی گئی ہیں۔ اس طرح یہ شہر پہلے کی نسبت ہر لحاظ سے ترقی کر گیا ہے۔

سوالات

-1 یورپ کا کٹا پھٹا ساحل کس حیثیت سے مفید ثابت ہوا ہے؟ اگر یورپ کو اپنے کٹے پھٹے ساحل کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچا ہے تو اس کا ذکر کیجیے۔

-2 مغربی یورپ کے شمالی میدان کی سطح اور اس کی اقتصادی اہمیت بیان کیجیے۔

-3 یورپ کو بہت سے چھوٹے چھوٹے ملکوں میں منقسم ہو جانے کی وجہ سے کن کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بیان کیجیے۔

-4 مغربی یورپ کے مشہور صنعتی علاقوں کے نام لکھیے کہ ان میں کون سی صنعتیں قائم کی گئی ہیں نیز ان صنعتوں کے قائم ہونے کی وجوہات بیان کیجیے۔

-5 یورپ کی آبادی کے بارے میں مفصل نوٹ لکھیے اور واضح کیجیے کہ طبعی

اور اقتصادی عوامل آبادی کی تقسیم پر کیسے اثر انداز ہوتے ہیں۔

6- سلطنت متحدہ کے وسائل، اقتصادی ترقی اور لوگوں کے پیشوں کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ تفصیل سے بیان کیجیے۔

7- جرمنی کی صنعتی ترقی کی وجوہات بیان کیجیے۔ اس کی مشہور صنعتوں کا مختصر حال لکھیئے۔

8- مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیے۔

لندن، پیرس، برلن، مغربی یورپ کے دریا، یورپ کے ملفوفہ پہاڑ

گیارھواں باب

انگلو امریکہ

تاریخی پس منظر:- امریکہ دسویں صدی میں وائیکنگ قوم کے لوگوں نے دریافت کیا تھا لیکن آباد کاری بہت عرصہ بعد لیبریڈار اور خلیج ہڈسن کے ساحلی علاقوں میں ہوئی جو مستقل طور پر قائم نہ رہ سکی۔ 1492ء میں جب کولمبس جزائر غرب الہند پہنچا اور اس نے سمجھا کہ وہ مشرقی ایشیا میں پہنچ گیا ہے تو یورپین قومیں میدان میں نکلیں اور نئے ملک دریافت کرنے کے لیے یکے بعد دیگرے بحری سفر کا آغاز ہوا۔

1497ء میں انگلستان کے بادشاہ ہنری ہفتم نے جان کیبٹ کی رہنمائی میں ایک مہم نیو فاؤنڈ لینڈ اور متصلہ علاقوں میں بھیجی۔ اس نے امریکہ کے شمال مشرقی ساحلی علاقے پر انگلستان کی ملکیت کا دعویٰ کیا۔ کولمبس کا ایک ہم وطن امریگو و سپوی اس کے بعد نئی دنیا میں پہنچا اور اس کے نام پر براعظم موسوم ہوا۔ لیکن کولمبس کو یہ عزت نصیب نہ ہوئی کہ اس کے نام پر نئی دنیا کا نام ہو۔ 37 سال بعد ژاکس کارٹے نے 1534ء میں فرانسیسی حکومت کی طرف سے دریائے سینٹ لارنس کے راستے کینیڈا میں پہنچ کر فرانسیسیوں کے لیے راستہ کھولا۔ 1608ء میں شمپلین نے کیوبک (کیٹیا) دریافت کیا اور نارمن آباد کار وادی لارنس اور نواسکوشیا میں آباد ہو گئے۔ آہستہ آہستہ فرانسیسی سیاح بڑی جھیلوں کے پار براعظم کے اندرونی حصے میں داخل ہو گئے اور دریائے مسی کے ذریعے خلیج میکسیکو تک پہنچ گئے۔

اسی اثناء میں انگریزوں نے ورجینیا میں جمیز ٹاؤن کے مقام پر 1607ء میں ایک بستی آباد کی۔ اوقیانوسی ساحل پر اس طرح تیرہ انگریزی بستیاں قائم ہو گئیں۔ براعظم کے اندرونی حصے میں داخل ہونے کے لیے انگریزوں کو دو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک تو اصلی باشندوں (ریڈ انڈین) کی مخالفت اور دوسرے اپلاشین پہاڑوں کی رکاوٹ۔ 1756ء تک فرانسیسی سیاح براعظم کے اندرونی حصہ میں وسیع علاقہ اپنے زیر اثر کر چکے تھے۔ فرانسیسی آباد کار تعداد میں انگریز آباد کاروں کی نسبت بہت کم تھے چنانچہ 1763ء میں فرانسیسوں کو
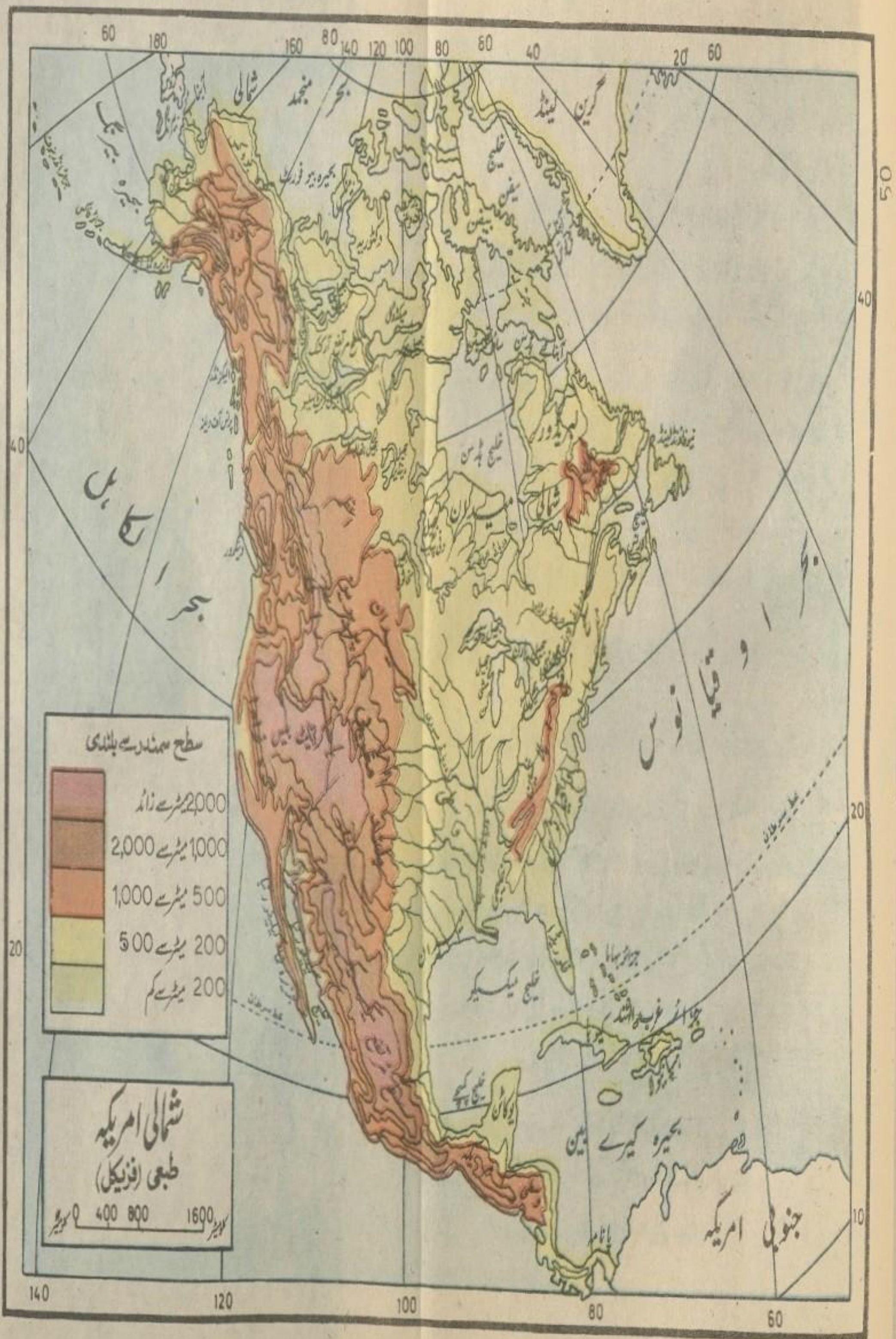
شکست ہوئی اور کینڈا انگریزوں کا علاقہ بن گیا۔

جب فرانسیسی اور انگریز براعظم کے شمالی اور مشرقی حصوں میں آباد ہو رہے تھے تو ہسپانوی جزائر غرب الہند پر مسلط ہو گئے اور میکسیکو میں داخل ہو کر شمال کی طرف بحرالکاہل کے ساحل پر پہنچ گئے۔

براعظم کے شمال مغرب میں وائٹس بیرنگ نامی ایک سیاح نے آبنائے بیرنگ دریافت کی اور اس طرح روسی سیاحوں نے ایلاسکا کی سیاحت شروع کر دی۔ چنانچہ اٹھارویں صدی کے اختتام پر براعظم کے مستقبل میں دلچسپی لینے کے لیے چار یورپین قومیں مستعد ہوگئیں۔

محل وقوع اور وسعت :- شمالی امریکہ شمالی نصف کرے میں واقع ہے اور میکسیکو کے کچھ حصے کے سوا باقی براعظم منطقہ معتدلہ میں ہے۔ 100 ڈگری طول بلد مغربی براعظم کے تقریباً" درمیان سے گزرتا ہے۔ شمالی امریکہ وسعت کے اعتبار سے ایشیا اور افریقہ کے بعد تیسرا بڑا براعظم ہے جس کا رقبہ تقریباً" 21 ملین مربع کلومیٹر ہے۔ (8 ملین مربع میل) ہے۔ شمالاً" جنوباً" اس کی زیادہ سے زیادہ لمبائی 9700 کلومیٹر (6000 میل) ہے۔ (نقشہ نمبر11.1)

سطح :- سطح کے لحاظ سے براعظم شمالی امریکہ کو چار بڑے طبعی خطوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1- مغربی پہاڑی سلسلہ 2- اپالیشین پہاڑ 3- کینڈا شیلڈ 4- وسطی میدان

1- مغربی پہاڑی سلسلہ :- یہ نوعمر ملتوفہ پہاڑوں کا ایک سلسلہ ہے جن کے درمیان سطوح مرتفع اور میدان گھرے ہوئے ہیں۔ یہ سلسلہ تین متوازی پہاڑوں کی قطاروں پر مشتمل ہے۔ شمال میں پہاڑی سلسلے قریب قریب ہیں اور مشرق سے مغرب کی طرف بلند ہوتے گئے ہیں۔ سب سے مشرقی سلسلہ راکیز پہاڑ ہیں۔ ساحلی پہاڑوں کے سلسلہ کی ایک بیرونی قطار ہے جو شمال میں ایلاسکا سے جنوب میں کیلے فورنیا تک پھیلی ہوئی ہے۔ اندرونی پہاڑوں کی قطاروں میں ایلاسکا پہاڑ، کاسکیڈ پہاڑ اور سائرہ نویدا شامل ہیں۔

2- اپلاشین پہاڑ :- یہ پہاڑ شمالی امریکہ کا مشرقی پہاڑی سلسلہ ہے جو پرانے دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ پہاڑ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے مشرقی ساحل کے تقریباً" متوازی شمال مشرق سے جنوب مغرب کی طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کو چار ذیلی حصوں میں تقسیم کیا

جا سکتا ہے۔

(الف) پیڈمانٹ پلیٹو (ب) بلورج پہاڑ (ج) اپلاشین وادی اور (د) اگھانی سطح مرتفع

3- کینڈا شیلڈ (سطح مرتفع کینڈا):۔ براعظم کے شمال میں کوہ راکیز کے مشرق کی طرف ایک کم بلند سطح مرتفع ہے جو پرانی چٹانوں پر مشتمل ہے۔ اس کے کچھ حصے قوسی شکل میں خلیج ہڈسن کے گرد واقع ہیں۔ اس میں آرکٹک جزائر اور جزیرہ گرین لینڈ بھی شامل ہیں۔ اس کی سطح ہموار نہیں بلکہ بے قاعدہ لہردار ہے اور خلیج ہڈسن اس کا وسطی پست حصہ ہے۔ شیلڈ کا اٹھا ہوا شمال مشرقی کنارہ سینٹ لارنس دریا کی وادی کے متصل پہاڑ کی مانند کھڑا دکھائی دیتا ہے اور دریا جو اس وادی کی طرف بہتے ہیں اپنی گذرگاہوں میں آبشاریں بناتے ہیں اور پن بجلی پیدا کرنے کے اچھے مواقع فراہم کرتے ہیں۔

سطح مرتفع کا بیشتر حصہ گلیشیر کے متواتر عمل سے نا ہموار ہو گیا ہے اور کچھ حصے کھرچے جانے کی وجہ سے نشیب بن گئے ہیں اور بے شمار جھیلیں نمودار ہو گئی ہیں۔ ایک اندازہ کے مطابق اونٹیریو میں دو لاکھ سے زیادہ جھیلیں ہیں۔ اس کے جنگلات سے کارآمد لکڑی اور کاغذ بنانے کا گودا حاصل ہوتا ہے۔ کینڈا شیلڈ کی خاص اہمیت معدنی دولت کی وجہ سے ہے۔ اس میں نکل، تانبا، لوہا، سونا، ایلومونیم کی کچی دھات جیسی معدنیات کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

4- وسطی میدان:۔ شمالی امریکہ کا یہ وسیع میدان شمال میں بحر منجمد شمالی سے لے کر جنوب میں خلیج میکسیکو کے ساحلی میدان تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے تین حصے نمایاں ہیں۔

(الف) بلند میدان میں براعظم کے مغربی حصے میں کوہ راکیز کے مشرق میں واقع ہے۔ مغرب میں یہ سطح سمندر سے 1500 میٹر (5000 فٹ ہے) بلند ہے مشرق کی طرف اس کی بلندی بتدریج کم ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ 600 میٹر (2000 فٹ) رہ جاتی ہے۔

(ب) وسطی پست علاقے:۔ بعض حصوں میں وسطی میدان ہموار اور سپاٹ ہیں لیکن عام طور پر نشیبی اور لہردار سطح کے ہیں۔

(ج) خلیجی ساحلی میدان:۔ جنوب میں وسطی میدان، خلیج میکسیکو کے ساحلی میدان میں مدغم ہو جاتا ہے۔ خلیجی ساحلی میدان جس میں جزیرہ نما فلوریڈا شامل ہے آگے چل کر

اوقیانوسی ساحلی میدان کے ساتھ مل جاتا ہے۔

آبادی :- اینگلو امریکہ یعنی کینیڈا اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کی مجموعی آبادی تقریباً 28 کروڑ ہے۔ جس میں سے 25 کروڑ 28 لاکھ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہیں اور 2 کروڑ 74 لاکھ کینیڈا میں آباد ہیں۔

آبادی کی تقسیم :- براعظم شمالی امریکہ میں آبادی کی تقسیم کا نقشہ دیکھیں۔ اس میں آبادی کی تقسیم ایک جیسی نہیں ہے بلکہ کہیں کم اور کہیں زیادہ ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں کم و بیش آبادی کی تقسیم پر سب سے زیادہ اثر طبعی عوامل کا ہے۔ مثلاً براعظم کے ایسے علاقے جن کی سطح ناہموار ہے اور زمین بنجر ہے وہاں آبادی کم ہے مثلاً اپیلاشین پہاڑ اور کینیڈا کے شمالی علاقے جو سال کے بیشتر حصہ میں برف سے ڈھکے رہتے ہیں۔ لیکن وہ علاقے جو زیر کاشت ہیں یا صنعتی علاقے ہیں گنجان آباد ہیں۔

گنجان آباد علاقے :- آبادی کی تقسیم کے نقشے سے واضح ہے کہ سب سے زیادہ گنجان آباد علاقہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کا شمال مشرقی حصہ ہے۔ اس کی دو بڑی وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ یورپ سے ہو کر آنے والے لوگ سب سے پہلے براعظم کے اس حصے میں آباد ہوئے اور ابتدائی صنعتیں بھی یہاں قائم ہوئیں۔ دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے اس شمال مشرقی حصہ میں کوئلے اور لوہے کے ذخائر موجود ہیں اور یہ علاقہ براعظم شمالی امریکہ کا سب سے اہم صنعتی علاقہ بن گیا ہے جس کی وجہ سے کثیر تعداد میں لوگ یہاں آکر آباد ہو گئے ہیں۔

اس کے علاوہ وہ علاقہ جو شمال مشرقی صنعتی علاقے کے ساتھ جنوب میں ہے نیز وسطی اور جنوبی کیلے فورنیا کا ساحلی علاقہ یہ دونوں علاقے بھی گنجان آبادی کے علاقے بن گئے ہیں۔ ان علاقوں میں صنعتی اعتبار سے ترقی ہوئی ہے۔ کیلے فورنیا کی آبادی میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ کچھ لوگ ملک کے دوسرے حصوں سے آکر یہاں آباد ہو گئے ہیں اور غیر ممالک سے بھی کافی لوگ یہاں مستقل طور پر آ گئے ہیں۔

ان دو علاقوں کے علاوہ مکئی کے خطہ کی جنوبی ریاستوں اور کپاس کے خطہ کے شمالی حصے میں آبادی میں اضافہ ہوا ہے۔ ان علاقوں میں بھی پارچہ بانی کے کارخانے، بھاری صنعتیں اور زرعی صنعتیں قائم ہو گئی ہیں۔ ٹیکساس کی ریاست میں بھی نئی صنعتوں کے قائم

ہونے سے آبادی کافی بڑھ گئی ہے۔

کم آباد علاقے :- ریاستہائے متحدہ امریکہ کا سب سے زیادہ کم آباد علاقہ مغربی سلسلہ ہائے کوہ ہیں جہاں بیشتر حصوں میں آبادی ایک فرد فی مربع کلومیٹر سے بھی کم ہے۔ آبادی کی کمی کی وجہ یہ ہے کہ آب و ہوا بہت خشک ہے۔ پانی کی قلت ہے، علاقہ ناہموار ہے اور بہت سے حصوں میں رسائی مشکل ہے۔

براعظم کے شمالی حصہ میں جنوبی کینیڈا کی ایک تنگ پٹی کے علاقے کو چھوڑ کر جو ریاستہائے متحدہ امریکہ کی سرحد کے ساتھ متصل ہے شمالی امریکہ کے شمالی علاقے زیادہ تر غیر آباد ہیں یا بہت ہی کم آبادی کے علاقے ہیں۔

امریکہ کی آبادی سے متعلقہ ایک بات قابل ذکر یہ ہے کہ پچھلے سو سالوں میں لوگ کثیر تعداد میں آ کر شہروں میں آباد ہو گئے ہیں۔ اینگلو امریکہ میں بہت کم لوگ زراعت پیشہ ہیں۔ کھیتی باڑی کا بیشتر کام مشینوں سے کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی قلیل تعداد دیہی علاقوں میں رہتی ہے۔ برخلاف اس کے تقریباً تین چوتھائی لوگ شہروں میں آباد ہیں۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ :- آبادی کے لحاظ سے ریاستہائے متحدہ امریکہ براعظم شمالی امریکہ کا سب سے بڑا ملک ہے جس کی آبادی 252.18 ملین (1991) ہے۔ یہ زراعت اور صنعت و حرفت نیز تجارت میں ساری دنیا میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے اس میں بڑے بڑے شہر کثرت سے ہیں۔

یہ ملک جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے بہت خوش قسمت ہے اس کے مشرق اور مغرب میں دو بڑے سمندر ہیں جن کے ذریعے یہ دنیا کے تقریباً تمام ممالک کے ساتھ رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ مشرق میں یورپ اور افریقہ، جنوب میں جنوبی امریکہ اور مغرب میں بحرالکاہل کے پار ایشیائی ممالک اور آسٹریلیا کے ساتھ تجارت انہی بحری راستوں کے ذریعے ہوتی ہے۔ اس کا کل رقبہ 9158960 مربع کلومیٹر ہے۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ کی سطح کے متعلق اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

معاشی اعتبار سے ریاستہائے متحدہ امریکہ کو تین بڑے خطوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1- شمال مشرقی صنعتی علاقہ

2- وسطی خطہ

3- مغربی خطہ

1- شمال مشرقی صنعتی علاقہ :- اس خطہ میں مندرجہ ذیل علاقے شامل ہیں۔ اوقیانوسی ساحل کا انتہائی شمالی حصہ نیو انگلینڈ سٹیٹس' اپیلاشین پہاڑوں کا شمالی حصہ' پانچ بڑی جھیلوں کا خطہ اور وسطی میدان کا کچھ حصہ' یہ صنعتی علاقہ بوسٹن کی بندرگاہ سے مغرب کی طرف شکاگو تک 1600 کلومیٹر کی لمبائی تک اور بڑی جھیلوں سے مغرب کی طرف 500 کلومیٹر کی لمبائی تک پھیلا ہوا ہے۔

اس حصہ میں ملک کی کل آبادی کا 45 فیصد لوگ بستے ہیں۔ یہاں بڑے بڑے شہر اور عظیم بندرگاہیں ہیں۔ پورے علاقہ میں بہترین ذرائع نقل و حمل موجود ہیں۔ سب سے پہلے براعظم کا یہی حصہ آباد ہوا اور صنعتی ترقی میں سبقت لے گیا۔ اگرچہ اب ملک کے مغربی اور جنوبی حصے بھی بہت ترقی کر چکے ہیں لیکن یہ خطہ سب سے زیادہ گنجان آباد اور معاشی اعتبار سے سب سے زیادہ خوشحال ہے۔ اس خطہ کی آب و ہوا موسم گرما میں نیم گرم اور سردیوں میں سرد ہے اور بارش کثرت سے ہوتی ہے۔ زرعی لحاظ سے اس خطے کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں۔

پٹس برگ ملک کا سب سے بڑا لوہے اور فولاد کی صنعت کا مرکز ہے۔ اس کے علاوہ جاہنز ٹاؤن' -لنگز ٹاؤن اور ویلنگ بھی لوہے اور فولاد کی صنعتوں کے مشہور مراکز ہیں۔ بڑی جھیلوں کے کنارے شکاگو' ڈولتھ بفلو اور ڈیٹرائیٹ مشہور صنعتی بندرگاہیں ہیں۔

2- وسطی خطہ :- یہ خطہ ملک کے اندرونی حصہ میں اپیلیشن پہاڑوں کے مغرب میں سمندر سے کافی فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ زیادہ تر زرعی علاقہ ہے لیکن ذرائع نقل و حمل کی سہولتوں کی وجہ سے یہاں کچھ صنعتی مراکز قائم ہو گئے ہیں۔

یہ خطہ اب کافی خوشحال ہے۔ بہت عرصہ پہلے آبادکاری کے ابتدائی دور میں یہاں زرعی سرگرمیاں شروع ہوئیں اور آہستہ آہستہ شہر آباد ہو گئے۔ یہاں کے دریا نقل و حمل اور آمدورفت کے لیے بہت کار آمد ثابت ہوئے۔ جہاں دو دریا بہتے ہیں وہاں سنگم پر شہر آباد ہو گئے ہیں۔ مسی اور مسوری کے سنگم پر سینٹ لوئی اور دریائے کینس اور دریائے مسوری کے سنگم پر کینسس آباد ہو گئے۔

اس خطے کی آب و ہوا موسم سرما میں سرد ہوتی ہے اور جنوری کا اوسط درجہ حرارت 5 ڈگری سینٹی گریڈ ہو جاتا ہے۔ زیادہ شمالی حصوں میں خوب برف باری ہوتی ہے۔ موسم گرما میں کافی گرمی پڑتی ہے اور درجہ حرارت 45 ڈگری سینٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے۔ بارش گرمی کے موسم میں ہوتی ہے اور اس کی سالانہ اوسط 1000 ملی میٹر ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ وسطی ریاستہائے متحدہ امریکہ کی خاص معاشی سرگرمی زرعی کاشت ہے۔ اس علاقہ میں مکئی کی پیداوار کثرت سے ہوتی ہے۔ مکئی کی پیداوار کا خطہ ملک کے زرعی خطوں میں بہت اہمیت رکھتا ہے اور ملک کی معیشت میں مکئی کی پیداوار کا بڑا حصہ ہے۔

اس خطہ کے مغربی حصہ میں مویشی پروری بھی کچھ لوگوں کا پیشہ ہے یہاں مکئی کے کھیتوں پر مویشیوں کو پال کر موٹا کیا جاتا ہے۔ زرعی پیداوار میں اب کچھ تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔ شہروں میں لوگوں کی مانگ کے مطابق اب سبزیوں اور پھلوں کی کاشت پر زور دیا جا رہا ہے۔ کچھ علاقوں میں مکئی کی بجائے سویابین کی کاشت ہونے لگی ہے۔

شیرکاری کا خطہ :- شکاگو سے شمال کی طرف آب و ہوا سرد ہونے کی وجہ سے موسمی حالات مکئی کی کاشت کی بجائے گھاس کی پیداوار، اوٹس اور جو کی کاشت کے لیے بہت موزوں ہیں اس لیے شیرکاری کے لیے مویشیوں کی پرورش کی جاتی ہے۔ شیرکاری کا خطہ ریاست مشی گن کے بیشتر حصے، پورے وسکونسن اور منی سوٹا کے کچھ حصوں پر مشتمل ہے۔

شیرکاری کے خطہ کا بیشتر حصہ شہری علاقوں سے کافی دور ہے اس لیے دودھ زیادہ تر ملائی میں تبدیل کر لیا جاتا ہے یا اس کا پنیر بنا لیا جاتا ہے۔ وسکونسن امریکہ میں شیرکاری کی سب سے مشہور ریاست ہے اسے امریکہ کا شیر گھر کہا جاتا ہے جہاں ملک میں سب سے زیادہ پنیر پیدا ہوتا ہے۔

وسطی ریاستہائے متحدہ امریکہ میں گندم کا خطہ بھی قابل ذکر ہے۔ یہاں گندم کی پیداوار کے دو علاقے مشہور ہیں۔ (الف) زیادہ جنوب میں موسم سرما کی گندم کا خطہ ہے جو زیادہ تر کینساس اور نبراسکا میں ہے۔ (ب) زیادہ شمال کی طرف موسم بہار کی گندم کا خطہ ہے جو شمالی اور جنوبی ڈکوٹا میں ہے۔

3- جنوبی خطہ :- جنوبی ریاستہائے متحدہ امریکہ ایک وسیع میدان ہے جو وسطی ٹیکساس کے

علاقہ سے مشرق کی طرف 2000 کلومیٹر ہے اور دریائے مسی کی وادی میں 900 کلومیٹر شمال کی طرف تک جاتا ہے۔ ساحلی علاقے میں نرم مٹی کی تہ اور دلدلیں ہیں۔

ٹیکساس کے بلیک پریری کے علاقہ میں جہاں مٹی اچھی اور زرخیز ہے وہاں فصلیں کاشت ہوتی ہیں باقی حصے میں جنگلات لگائے گئے ہیں۔ یہاں میدانی علاقوں کی اہم فصل کپاس ہے جو زرخیز زمینوں پر کاشت ہوتی ہے۔ اس خطہ میں کپاس کی کاشت کا ایک خاص علاقہ ہے جہاں اس کی کاشت کے لیے نہایت موزوں بلکہ مثالی حالات پائے جاتے ہیں۔ یہ کپاس کا خطہ ہے اور کپاس کی پیداوار کو ملک کی حیثیت میں بہت دخل ہے۔

اس میدانی خطہ میں چند بلند علاقے قابل ذکر ہیں۔ یہ دریائے مسی کے مغرب کی طرف ہیں جہاں یہ اوزرک پلیٹو اور اوچٹیا پہاڑ کہلاتے ہیں اوزرک پلیٹو ایک دور افتادہ کم آباد علاقہ ہے اور اوچیٹا پہاڑ ایک فرسودہ پہاڑی سلسلہ ہے لیکن یہاں رسائی مقابلتاً آسان ہے۔ زیادہ ترقی مس سس پی کے مغربی حصے میں ہوئی ہے جہاں قدرتی گیس اور معدنی تیل کے کنویں موجود ہیں جو ہیوسٹن پٹروکیمیکل صنعت کا مرکز ہے یہاں چٹانی نمک اور گندھک کے وسیع ذخائر ہیں

جنوبی ریاستہائے متحدہ امریکہ میں شمال کی نسبت بڑے شہر کم ہیں تاہم چھوٹے چھوٹے شہر اور صنعتی مرکز متعدد ہیں۔

کینیڈا :- کینیڈا ایک وسیع ملک ہے جس کا رقبہ تقریباً دس ملین مربع کلومیٹر ہے۔ گویا براعظم شمالی امریکہ کے تقریباً نصف حصے پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کی آبادی 27.4 ملین (1992) ہے اس ملک میں، آبادی کی تقسیم اتنی غیر مساوی ہے کہ تقریباً 90 فیصد لوگ جنوبی کینیڈا کی 644 کلومیٹر (400 میل) فراخ پٹی میں آباد ہیں جو ریاستہائے متحدہ امریکہ کی شمالی سرحد سے متصل ہے۔ تین چوتھائی سے زیادہ لوگ بڑے بڑے شہروں میں بستے ہیں۔ کینیڈا کے بڑے بڑے شہر مانٹریال، ٹورانٹو، ہملٹن" اوٹاوہ، لندن اور ونڈسر تمام بڑی جھیلوں کے جزیرہ نمائی علاقے اور سینٹ لارنس کی وادی میں واقع ہیں۔ ملک کے مغربی ساحل پر وینکوور کا مشہور شہر ہے۔ کینیڈا کی آبادی کے نقشے سے واضح ہے کہ ملک کے چار حصے نسبتاً گنجان آباد ہیں۔

1- ساحلی جزائر اور نیو فاؤنڈ لینڈ
2- دریائے سینٹ لارنس کی وادی
3- کینیڈا کی پریری کے علاقے
4- جزائر وینکوور اور برٹش کولمبیا کی وادیاں اور ساحلی علاقے

کینیڈا کی طبعی سطح کے خدوخال بالکل سادہ ہیں۔ مغرب میں راکی پہاڑ ہیں۔ ان کے مشرق کی طرف پریری کا علاقہ ہے جو براعظم کے وسطی میدان کی توسیع ہے۔ کینیڈا کا وسطی حصہ اور مشرقی حصہ کینیڈا شیلڈ (لارنشین شیلڈ) پر مشتمل ہے جو ملک کا تقریباً تین چوتھائی حصہ ہے۔ مشرقی حصے میں اونٹیریو' سینٹ لارنس کی وادی اور ساحلی علاقے شامل ہیں۔

شمالی کینیڈا ملک کا سرد ترین علاقہ ہے اور کھیتی باڑی کے لیے انتہائی ناموزوں ہے۔ شمالی کینیڈا کے یہ علاقے اس لحاظ سے خوش نصیب ہیں کہ یہاں معدنی دولت کی بہتات ہے نکل' تانبے' سونے' یورنیم' ایلومونیم اور لوہے کے ذخائر کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اس لیے کینیڈا کا شمار دنیا کے ان ملکوں میں ہوتا ہے جو معدنی پیداوار کے لحاظ سے بڑی ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔ کینیڈا کے اکثر حصوں میں جہاں سڑکیں اور ریلوے لائنیں موجود نہیں کانوں تک آمدورفت کے لیے ہوائی جہازوں سے کام لیا جاتا ہے۔

جنوبی کینیڈا میں فصل کی کاشت اور نشوونما کا موسم :- کینیڈا کے تین پرائری صوبوں مینی ٹوبا' سس کچوان اور البرٹا میں موسم بہار کی گندم کاشت کی جاتی ہے۔ گندم کی پیداوار ملک کی ضرورت سے بہت زیادہ ہوتی ہے اس لیے بڑی مقدار میں برآمد کی جاتی ہے اور کینیڈا گندم برآمد کرنیوالے دنیا کے مشہور ممالک میں شمار ہوتا ہے۔

کینیڈا :- قدرتی وسائل کے لحاظ سے بھی بہت خوش قسمت ہے۔ معدنیات کے علاوہ کینیڈا کے جنگلات سے قیمتی نرم لکڑی حاصل ہوتی ہے جس سے کاغذ اور کاغذ کا گودا بنتا ہے جنگلی جانوروں سے پشم حاصل ہوتی ہے جو بہت قیمتی ہوتی ہے۔ کینیڈا کے مشرقی اور مغربی ساحلی علاقوں میں مچھلیاں کثرت سے پکڑی جاتی ہیں۔ بحرالکاہل کے ساحل کی مچھلیاں دنیا بھر میں مشہور ہیں۔

کینیڈا نے صنعت و حرفت میں بھی کافی ترقی حاصل کر لی ہے۔ اگرچہ سلطنت متحدہ اور بعض دوسرے ملکوں کے ساتھ بھی اس کی تجارت خاصی ہے تاہم اس کی تجارت زیادہ تر اپنے ہمسایہ ملک ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ساتھ ہے۔ کینیڈا سے زیادہ گیہوں' نکل' ایلومونیم' تانبا' عمارتی لکڑی' مچھلی اور گوشت باہر بھیجا جاتا ہے اور باہر سے پٹرول' کلیں' کوئلہ گاڑیاں' شکر' کپاس اور مختلف قسم کی کئی اور چیزیں منگوائی جاتی ہیں۔ ان میں

مصنوعات کے علاوہ خام اجناس بھی شامل ہیں۔

بڑے بڑے شہر اور بندرگاہیں

نیویارک :- نیویارک جس کی آبادی 12 ملین کے لگ بھگ ہے ریاستہائے متحدہ امریکہ کا سب سے بڑا شہر ہے اور سب سے بڑی بندرگاہ ہے یہ شہر دریائے ہڈسن کے دہانے پر واقع تین جزیروں میں ہڈسن' لانگ آئی لینڈ' سٹیٹن آئی لینڈ اور براعظم کے ساحلی علاقے پر 225 مربع کلومیٹر کی وسعت میں پھیلا ہوا ہے یہ ایک وسیع اور محفوظ بندرگاہ ہے اس میں کئی گھاٹیں' پشتے اور گودیاں بنی ہوئی ہیں جہاں ہر قسم کے بحری جہاز لنگر انداز ہو سکتے ہیں۔

نیویارک کو محل وقوع کے اعتبار سے بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ یہ ہڈسن مہاک آبی راستے کے سرے پر واقع ہے جہاں سے بذریعہ ریل' سڑک' دریا' اور نہر بڑی جھیلوں اور اندرونی میدانوں سے ملا ہوا ہے۔ اوقیانوسی ساحل پر اس بندرگاہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے کیونکہ یہ نہ صرف ملک کی شمالی اور جنوبی ریاستوں کے مابین رابطہ پیدا کرتا ہے بلکہ بحر اوقیانوس کی طرف سے آنیوالے لوگوں اور تجارتی مال کے لیے ریاستہائے متحدہ امریکہ کا بڑا دروازہ ہے۔

نیویارک اور اس کے متصلہ شہر ملک کا بہت بڑا صنعتی علاقہ ہے۔ یہ ایک اہم تجارتی مرکز بھی ہے جہاں دنیا کے تمام حصوں سے مسافر بحری جہاز اور مال بردار جہاز آتے ہیں۔ شہر کے اندر بہت سی ہلکی صنعتیں قائم ہیں جن میں پارچہ بافی کی صنعت کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ بھاری صنعتوں کے کارخانے شہر سے باہر ہیں۔ ان میں جہاز سازی' انجینئرنگ اور تیل صاف کرنے کے کارخانے قابل ذکر ہیں۔

نیویارک ایک عظیم بندرگاہ اور تجارتی مرکز ہونے کے علاوہ ایک ثقافتی اور مالیاتی مرکز بھی ہے نیز یہ شہر اقوام متحدہ کا ہیڈ کوارٹر اور مشہور بین الاقوامی ہوائی اڈہ ہے۔

شکاگو :- شکاگو جس کی آبادی 70 لاکھ سے زیادہ ہے ریاستہائے متحدہ امریکہ کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ یہ شہر جھیل مشی گن کے جنوبی سرے پر واقع ہے اور اپنے مرکزی محل وقوع کی بنا پر ایک بہت بڑی بندرگاہ' ریلوں کا مرکز اور ہوائی اڈہ بن گیا ہے۔ ملک کے تمام اطراف سے ستائیس ریلوں کے نظام یہاں آکر ملتے ہیں چنانچہ شکاگو دنیا کا سب سے بڑا ریلوں کا مرکز

شمار ہوتا ہے۔ یہ جھیل پر ایک ایسی جگہ واقع ہے جہاں جھیل سپریئر کے علاقے کی لوہے کی پیداوار اور پنسلوینیا سے کوئلہ آسانی سے دستیاب ہو سکتا ہے چنانچہ شکاگو لوہے اور فولاد کی صنعتوں کا بہت بڑا مرکز بن گیا ہے۔ یہاں لوہا اور فولاد عام طور پر زرعی مشینری اور زرعی آلات بنانے اور ریلوں کے انجن اور گاڑیاں بنانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں گوشت کو ڈبوں میں محفوظ کرنے کے کارخانے ہیں کیونکہ قریب ہی مکئی کے خطہ میں مویشی اور سور کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ شکاگو کی دوسری صنعتیں تیل صاف کرنے کے کارخانے اور کاغذ بنانا ہیں۔ یہ شہر امریکہ کے وسطی مغربی حصے کا سب سے بڑا تجارتی مرکز ہے۔ نیز یہ دنیا کے عظیم ہوائی اڈوں میں شمار ہوتا ہے۔

لاس اینجلز:۔ یہ شہر کیلے فورنیا کے جنوبی ساحل کے قریب اپنی بندرگاہ سان پیڈرو سے تقریباً 32 کلومیٹر (20 میل) کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کی آبادی 3.6 ملین (1993) ہے جو کیلے فورنیا کی کل شہری آبادی کا 40 فیصد کے برابر ہے یہ صنعتی شہر بھی ہے۔ اسے فلمی دنیا کا صدر مقام کہتے ہیں ہالی وڈ جو لاس اینجلز کے مضافات میں ہے فلمی صنعت کا مرکز ہے اور بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔

لاس اینجلز میں اور کئی صنعتیں قائم ہیں۔ جہاز سازی' موٹر گاڑیاں بنانا اور سیاحت مشہور صنعتیں ہیں۔ موٹر کاروں کی صنعت میں ڈیٹرائٹ کے بعد اس کو دوسرا درجہ حاصل ہے۔ یہاں معدنی تیل صاف کرنے کے کارخانے بھی ہیں کیونکہ قریب ہی تیل کے کنویں موجود ہیں۔ آب و ہوا نہایت خوشگوار ہے۔ شہر کے گرد و نواح میں زرخیز زرعی علاقہ ہے جہاں اناج' سبزیوں اور ترش پھلوں کی کاشت کثرت سے ہوتی ہے۔ اسی لیے شہر میں اشیاء خوردنی' اور پھلوں کو ڈبوں میں محفوظ کرنے کے کارخانے قائم ہیں۔

مانٹریال:۔ مانٹریال کینیڈا کی سب سے بڑی بندرگاہ اور سب سے بڑا شہر ہے جس کی آبادی 30 لاکھ سے زیادہ ہے۔ یہ شہر دریائے سینٹ لارنس کی وادی میں مانٹریال جزیرے پر آباد ہے جو دریائے سینٹ لارنس اور دریائے اوٹاوہ کے سنگم پر واقع ہے۔ یہ آبی راستہ کے ذریعے بڑی جھیلوں کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ہڈسن مہاک کے آبی راستے کے ذریعہ نیویارک تک آمدورفت ہو سکتی ہے۔ مانٹریال بحری اور خشکی کے راستوں پر مرکزی حیثیت رکھتا ہے اس لیے یہ شہر ایک بڑی بندرگاہ بن گیا ہے۔ یہ کینیڈین پیسفک ریلوے اور

کینیڈین نیشنل ریلوے کا ہیڈکوارٹر ہے۔ کینیڈا کی تجارت کا ایک چوتھائی حصہ اسی بندرگاہ سے ہو کر گزرتا ہے۔ یہاں سے گندم، آٹا، شیر حاصلات، کاغذ، کاغذ کا گودا، پشم، گوشت اور دھاتیں برآمد ہوتی ہیں۔ یہاں آٹا پیسنے کے کارخانے، لکڑی چیرنے، کاغذ اور کاغذ کا گودا بنانے کے کارخانے اور ربڑ کی مصنوعات بنانے کے کارخانے قائم ہیں۔

سوالات

-1 شمالی امریکہ کی آباد کاری میں یورپین قوموں کی دلچسپی کے حوالہ سے اس کا مختصر سا تاریخی پس منظر بیان کیجیے۔

-2 شمالی امریکہ میں آبادی کی تقسیم کا حال اس کے طبعی حالات اور قدرتی وسائل کی روشنی میں بیان کیجیے۔

-3 شمالی امریکہ میں آبادی کی تقسیم کا جائزہ لیتے ہوئے اس کے گنجان آباد اور کم آبادی کے علاقوں کا ذکر کیجیے اور کم و بیش غیر مساوی آبادی کی وجوہات بیان کیجیے۔

-4 ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی صنعتی ترقی کے کیا اسباب ہیں؟ اس کی صنعتوں کا مختصر سا حال بیان کیجیے۔

-5 ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے قدرتی اور زرعی وسائل کا مکمل جائزہ پیش کیجیے۔

-6 ریاستہائے متحدہ امریکہ کی زراعت پیشہ آبادی بہت ہی کم ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس ملک کی اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے بعد بہت سی زرعی پیداوار بچ رہتی ہے جو باہر بھیجی جا سکتی ہے؟

-7 کینیڈا کے قدرتی وسائل، صنعتی ترقی اور آبادی کے بارے میں اپنی معلومات قلمبند کیجیے۔

-8 مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیے۔
امریکہ کی پانچ بڑی جھیلیں - مسی کا طاس - کینیڈا شیلڈ - نیویارک - لاس اینجلز
مانٹریال - شکاگو

بارھواں باب

لاطینی امریکہ

لاطینی امریکہ میں وسطی اور جنوبی امریکہ کے ممالک شامل ہیں۔ وسطی امریکہ میکسیکو اور اس کے جنوب میں واقع چھوٹے چھوٹے ممالک پر مشتمل ہے۔ ان علاقوں کے باشندے ان لوگوں کی اولاد میں سے ہیں جو ہسپانیہ اور پرتگال سے یہاں آکر بسے تھے۔ یہاں بولی جانے والی زبانوں کی بنیاد پر یہ دونوں ملک لاطینی ملک کہلاتے ہیں۔ لاطینی امریکہ میں نیگرو اور انڈین نسل کے لوگ بھی کثرت سے آباد ہیں۔

جنوبی امریکہ :- ذیل میں ہم براعظم جنوبی امریکہ کا ذکر کرتے ہیں۔

محل وقوع اور وسعت :- جنوبی امریکہ ایک وسیع براعظم ہے جس کی شکل ایک بے ڈھنگی تکون جیسی ہے جس کا قاعدہ خط استوا کے جنوب میں ہے۔ جنوبی امریکہ کا رقبہ 17,599,000 مربع کلومیٹر ہے۔ یہ براعظم 13 ڈگری شمال سے 56 ڈگری جنوبی عرض بلد تک پھیلا ہوا ہے۔ چونکہ براعظم کا بیشتر حصہ خط استوا کے جنوب میں ہے اس لیے اسے جنوبی براعظم بھی کہتے ہیں۔ شمالاً" جنوباً" یہ 7640 کلومیٹر (4745 میل) لمبا ہے جبکہ مشرق سے مغرب کی طرف زیادہ سے زیادہ فاصلہ 5150 کلومیٹر (3200 میل) ہے۔ براعظم کا دو تہائی سے زیادہ حصہ منطقہ حارہ میں واقع ہے۔

طبعی خدوخال :- جنوبی امریکہ کے طبعی نقشے کو غور سے دیکھیے۔ اس سے واضح ہے کہ براعظم تین بڑے طبعی خطوں میں تقسیم ہو سکتا ہے۔

1- سلسلہ اینڈیز کے مغربی ملفوفہ پہاڑ
2- مشرقی کوہستان اور گی آنا' برازیل اور پیٹے گونیا کی سطوح مرتفع
3- وسطی نشیبی میدان

1- سلسلہ اینڈیز کے مغربی ملفوفہ پہاڑ :- یہ سلسلہ کوہ دنیا میں سب سے لمبا ہے جو

شمال میں بحیرہ کریبین سے جنوب میں خلیج ہارن تک بحرالکاہل کے ساتھ ساتھ پھیلا ہوا ہے۔ یہ پہاڑ اتنے اونچے ہیں کہ پہاڑی درّے 3600 میٹر سے زیادہ بلندی پر واقع ہیں اور کم از کم پچاس چوٹیاں 6000 میٹر سے زیادہ بلند ہیں۔

شمالی اینڈیز:۔ شمال میں کوہ اینڈیز تین شاخوں میں تقسیم ہو جاتا ہے جن کے درمیان نشیبی علاقے اور وادیاں ہیں۔ ان میں دو مشہور دریا میگڈالینا اور کاؤکا بہتے ہیں۔ وسطی اور مشرقی شاخوں نے میراکا بو نشیبی میدان اور میراکا بو جھیل کو گھیر رکھا ہے۔ ایکویڈور اور پیرو میں لاوے کی تہ ایک وسیع علاقے پر پھیلی ہوئی ہے۔ ایکویڈور میں دو آتش فشاں پہاڑ کوٹوپوکسی اور چمبورزو ہیں اور اکثر زلزلے آتے رہتے ہیں۔

(ب) وسطی اینڈیز:۔ وسطی حصے میں اینڈیز کا سلسلہ بہت فراخ ہو گیا ہے۔ پیرو میں اینڈیز مشرقی اور مغربی شاخوں میں بٹ جاتا ہے اور ان کے درمیان بلند علاقہ 3600 میٹر (12000 فٹ) اونچا ہے۔ اس حصہ میں جہاں یہ سلسلہ انتہائی وسیع ہے وہاں پہاڑوں کے درمیان بلند علاقے سطح مرتفع پیرو اور سطح مرتفع بولیویا کہلاتے ہیں۔ یہاں پیرو اور بولیویا کی سرحد پر ایک جھیل ٹی ٹی کاکا ہے جس میں ندی نالے آکر گرتے ہیں۔ یہ جھیل سطح سمندر سے 3750 میٹر (12500 فٹ) کی بلندی پر واقع ہے اور دنیا کی بلند ترین آبی گزر گاہ (کشتی رانی) ہے۔

(ج) جنوبی اینڈیز:۔ شمالی چلی میں اینڈیز کی دو بڑی شاخیں آپس میں مل جاتی ہیں اور 30 عرض بلد جنوبی سے اینڈیز ایک ہی سلسلہ کی صورت میں براعظم کے انتہائی جنوبی حصہ میں چلا گیا ہے۔ چلی کی پوری لمبائی میں اینڈیز کے مشرق کی طرف ناہموار پہاڑیاں اور مغرب کی طرف ساحلی پہاڑوں کے سلسلے ہیں۔ بڑے سلسلے اور ساحلی پہاڑوں کے درمیان چلی کی وسطی وادی ہے۔ عرض بلد 40 ڈگری جنوبی کے جنوب کی طرف زیر آب شکستہ وادیاں فیرڈ بن گئے ہیں۔

2- وسطی میدان:۔ وسطی میدان تین دریاؤں کے طاسوں پر مشتمل ہے۔

(الف) اوری نوکو کا طاس (ب) ایمزن کا طاس (ج) پرانا پیراگوئی کا طاس

(الف) اوری نوکو کا طاس:۔ یہ تقریباً 349,657 مربع کلومیٹر (135,000 مربع میل)

رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ دریائے اوری نوکو گی آنا سطح مرتفع کے شمالی کنارے سے نکلتا ہے اورگی آنا پلیٹو کے شمالی اور مغربی کنارے کے ساتھ بہتا ہے۔ اس لیے دریا اورگی آنا پلیٹو کے درمیان برائے نام میدانی حصہ ہے۔ زیادہ فراخ میدان دریا اوری نو کو اور اینڈیز کے درمیان ہے۔ سمندر سے 160 کلومیٹر کے فاصلے پر دریا شاخوں میں تقسیم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور اپریل سے اکتوبر تک ڈیلٹا دلدلوں کی بھول بھلیاں بن جاتا ہے۔

(ب) ایمزن کا طاس :- ایمزن اور اس کے معاون دریا مل کر دنیا کا عظیم ترین دریائی نظام بناتے ہیں۔ ایمزن کا طاس 6,993,000 مربع کلومیٹر (2700,000 مربع میل) کے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ تقریباً 6280 کلومیٹر (3900 میل) لمبا ہے۔

ایمزن طاس کے بیشتر حصہ پر حاری بارانی جنگل ہیں جو وسیع ترین رقبہ پر پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ جنگل سلواز کہلاتے ہیں۔ ان جنگلات کی بڑی پیداوار سخت قسم کی لکڑی، مہاگنی، روزوڈ اور ربڑ ہے۔ اس قسم کے گھنے مرطوب جنگلات میں بہت کم لوگ آباد ہیں۔ قدیم لوگ نسل کے اعتبار سے انڈین قبیلوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا پیشہ بدلی کھیتی باڑی اور جنگلوں سے اشیاء خوردنی اکٹھی کرنا ہے۔ یہاں کے باشندوں کی آمدورفت کا بڑا ذریعہ دریائے ایمزن ہے جس میں بڑے بحری جہاز دہانے سے 1600 کلومیٹر (1000 میل) تک اندر پہنچ سکتے ہیں اور چھوٹے جہاز تو پیرو میں اکوی ٹوس تک جاتے ہیں جو بحراوقیانوس سے 3700 کلومیٹر (2300 میل) کے فاصلہ پر ہے۔

(ج) پرانا پیراگوئی کا طاس :- پرانا اور پیراگوئی دونوں دریاؤں میں کافی دور تک جہازرانی ہو سکتی ہے۔ ان کی زیریں وادی ارجنٹینا اور یوروگوئی کے گیاہستانوں میں سے گزرتی ہے جس کو پمپاز کہتے ہیں بوئنس آئرس کے عین شمال میں تیسرا دریا یوروگوئی ان سے آ ملتا ہے اور تینوں مل کر مہانہ (کھلا ڈیلٹا) بناتے ہیں جسے ری اوڈی لا پلاٹا کہتے ہیں۔

(2) مشرقی کوہستان وگی آنا' برازیل اور پے ٹے گوٹیا پلیٹو :- براعظم جنوبی امریکہ میں تین سطوح مرتفع قابل ذکر ہیں سطح مرتفع گی آنا' سطح مرتفع برازیل اور سطح مرتفع پے ٹے گوینا۔

1- سطح مرتفع گی آنا :- سطح مرتفع گی آنا دریائے اوری نوکو اور دریائے ایمزن کے طاسوں کے درمیان واقع ہے۔ یہ پرانی اور سخت چٹانوں سے بنی ہوئی نہایت غیر ہموار سطح

مرتفع ہے۔ یہاں بہت سے غیر مسلسل مخروطی پہاڑ اور فراخ ہموار وادیاں عام سطح سے نمایاں طور پر بلند دکھائی دیتی ہیں۔ بہت سے دریاؤں نے تنگ اور گہری وادیاں کاٹ کر سطح مرتفع کو چھوٹے چھوٹے بلند علاقوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

شمالی ساحل کے بالمقابل سطح مرتفع کے پہلو اتنے ڈھلوان ہیں اور سیڑھیوں کی طرح سطح ہیں کہ اس طرف سے اندرونی علاقوں میں رسائی بہت مشکل ہے اس لیے اب بھی یہاں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے آبی راستے استعمال ہوتے ہیں گو ان راستوں میں آبشاریں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں پھر بھی آمدورفت دریاؤں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ آبشاروں میں اینجل آبشار جو وینیز ویلا میں ہے دنیا کی تمام آبشاروں سے زیادہ بلند ہے اس کی بلندی تقریباً 1000 میٹر ہے۔

3- **سطح مرتفع برازیل :-** یہ سطح مرتفع ایک وسیع ناہموار اور کٹا پھٹا بلند قطعہ ارض ہے جو ایک تکونی شکل میں جنوبی امریکہ کا شمال مشرقی حصہ ہے۔ یہ پرانی اور سخت چٹانوں کا ایک ٹھوس قطعہ ہے اور براعظم کا مرکز ہے جسے براعظمی ڈھال کہتے ہیں۔ سطح مرتفع برازیل مشرق کی طرف زیادہ بلند ہے۔ کئی دریا اس سطح مرتفع سے گذر کر شمال کی طرف بہتے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ لمبا اور مشہور دریا ساؤ فرانسسکو ہے جو بحر اوقیانوس میں گرتا ہے مغرب میں میٹو گراسو پلیٹو ہے جہاں سے دریا پراگوئی نکلتا ہے اور نکل کر جنوب کی طرف بہتا ہے۔

سطح مرتفع برازیل کے وسیع جنوب مشرقی حصے پر بیشتر چٹانیں لاوے کے منجمد ہونے سے وجود میں آئی ہیں۔ یہ موسمی اثرات سے زرخیز مٹی میں تبدیل ہو گئی ہیں اس زرخیز مٹی کو مقامی طور پر ٹیرا روزہ (سرخ مٹی) کہتے ہیں۔ یہ مٹی کافی کی کاشت کے لیے بہت موزوں ہے چنانچہ برازیل کا جنوب مشرقی حصہ کافی کی پیداوار کے لیے عالمی شہرت رکھتا ہے۔

گی آنا کے پہاڑوں کی طرح برازیل کے پہاڑ بھی شکست و ریخت کے عمل سے بلاکوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ برازیل کی سطح مرتفع برازیل کے جنوب مشرقی حصے میں بلند ترین ہے اور یہاں سمندر کے بالمقابل سطح مرتفع کا بلند اور کھڑی ڈھلان والا پہلو پہاڑ کی شکل اختیار کر گیا ہے۔

3- **سطح مرتفع پے ٹے گونیا :-** یہ لمبوتری سطح مرتفع براعظم کے انتہائی جنوب میں 1600 کلومیٹر تک پھیلی ہوئی ہے اور تقریباً 400 کلومیٹر چوڑی ہے۔ اس کے بلند ترین حصے

مغرب کی طرف کوہ اینڈیز کے دامن میں ہیں اور مشرقی پہلو' مغربی پہلو کی نسبت کم ڈھلوان ہے۔ سطح مرتفع کا بیشتر حصہ خشک ہے جہاں بارش کی سالانہ اوسط 250 ملی میٹر (10 انچ) ہے اس لیے قدرتی پیداوار گھاس اور چھوٹے چھوٹے پودے اور جھاڑیاں ہیں۔ ندیاں اور نالے اینڈیز سے نکل کر سطح مرتفع پر بہتے ہیں اس وجہ سے سطح کھائیوں اور تنگ گہری وادیوں میں کٹ گئی ہے۔ بڑے بڑے قصبے اور بستیاں ان گہری وادیوں میں آباد ہیں جو تند ہواؤں سے محفوظ ہیں۔

بحرالکاہل کا ساحلی علاقہ:- یہ ایک تنگ ساحلی میدان ہے جو آب و ہوا کے لحاظ سے تین بڑے حصوں پر مشتمل ہے۔

1- مون سونی خطہ ۔ 2- صحرائی خطہ ۔ 3- رومی آب و ہوا کا خطہ

مون سونی خطہ جنوبی امریکہ کا شمال مغربی حصہ ہے جہاں موسم گرما میں کافی بارش ہوتی ہے اور گھنے سدا بہار جنگلات پائے جاتے ہیں۔

2- صحرائی خطہ مغربی ساحل کا وسطی حصہ ہے جو بالکل خشک ہے۔ یہ شمالی چلی کا علاقہ ہے جو نائٹریٹ کے ذخائر کے لیے مشہور ہے۔

3- رومی آب و ہوا کا خطہ - یہ وسطی چلی کا علاقہ ہے جو والپریزو اور سان ٹیاگو کے آس پاس ہے۔ یہاں گرمی کا موسم گرم اور خشک ہوتا ہے اور سردیوں میں بارش ہوتی ہے۔

براعظم میں بارش کی تقسیم:- بارش کی تقسیم کے نقشے سے واضح ہے کہ سوائے استوائی خطے کے براعظم کی بارش کی تقسیم پر دو قسم کی ہوائیں تجارتی ہوائیں اور مغربی ہوائیں اثر انداز ہوتی ہیں۔ جنوبی امریکہ میں اوسط بارش کی تقسیم کچھ اس طرح سے ہے۔

1- سارا سال بارش والے علاقے 2- ایمزن کے طاس کا استوائی خطہ' مشرقی ساحلی علاقہ اور جنوبی چلی میں مغربی ساحلی حصے۔

2- اوسط بارش والے علاقے - براعظم کے شمالی نصف حصے کے بیشتر علاقوں میں اوسط بارش کی مقدار 1000 سے 2000 ملی میٹر (40 سے 80 انچ) ہے۔ زیادہ بارش موسم گرما میں ہوتی ہے۔

3- براعظم کے خشک ترین علاقے 30 عرض بلد کے شمال میں کوہ اینڈیز کے مغرب کی طرف ہیں۔ اور کوہ اینڈیز کے مشرق میں 30 عرض بلد جنوب کے جنوب کی طرف ہیں۔

شمالی بحر اوقیانوس
جنوبی بحر اوقیانوس
جنوبی بحر الکاہل
کولمبیا
برازیل
سرحد بین الاقوامی
ریلوے لائن
دار الحکومت
اہم مقامات
جنوبی امریکہ
سیاسی تقسیم
0 200 400 800 کلومیٹر
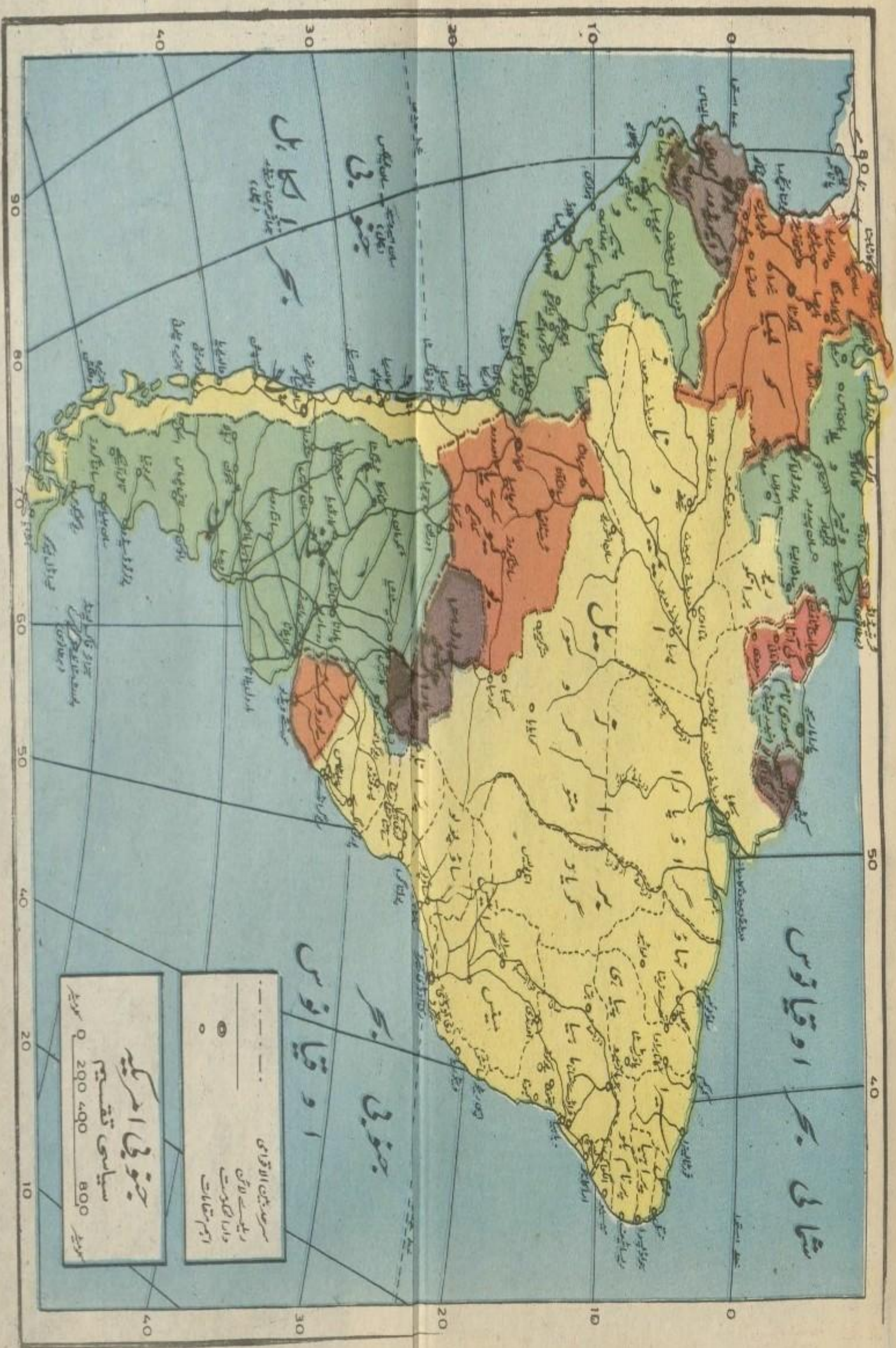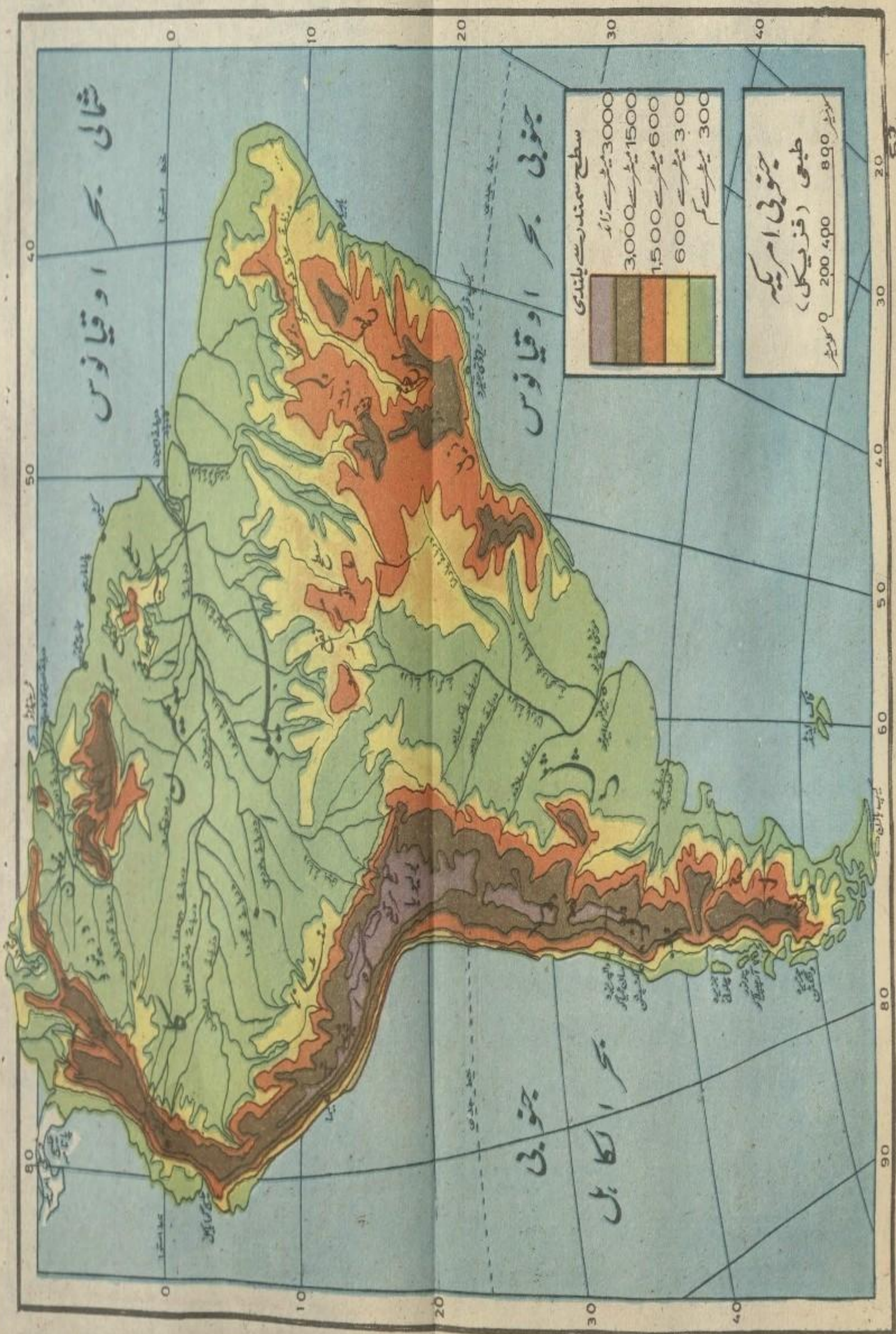
مجموعی طور پر براعظم جنوبی امریکہ میں نہ تو شدید گرم علاقے ہیں اور انتہائی سرد درجہ حرات میں سالانہ تفاوت بہت زیادہ نہیں ہے۔ البتہ جب کبھی سرد لہر بحر منجمد جنوبی کی طرف سے آتی ہے تو درجہ حرارت بہت کم ہو جاتا ہے اور اس سرد لہر کا اثر ایمزن کے طاس تک محسوس کیا جاتا ہے۔

آبادی :- جنوبی امریکہ ایک وسیع براعظم ہے جو مجموعی طور پر کم آباد ہے۔ یہ وسعت کے لحاظ سے دنیا کے کل خشکی کے قطعے کا آٹھواں حصہ ہے لیکن اس کی آبادی تقریباً" چوبیس کروڑ ہے جو دنیا کی کل آبادی کا اٹھارواں حصہ ہے براعظم کے وہ حصے جو قدرے گنجان آباد ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

1- برازیل کا جنوبی مشرقی حصہ 2- وسطی چلی 3- بولیویا اور پیرو کے شمال میں اینڈیز کی سطح مرتفع اور بلند میدان۔

براعظم جنوبی امریکہ میں کچھ وسیع علاقے ایسے ہیں جن میں آبادی بہت ہی کم ہے وہ یہ ہیں۔ ایمزن کا طاس' گی آنا کے پہاڑ' برازیل کے پہاڑوں کے مغربی حصے' پیراگوئی' اور ارجنٹینا میں گراں چاکو کا علاقہ' سطح مرتفع پیٹے گونیا' ایٹا کا صحرا' (شمالی چلی اور جنوبی چلی کا زیر جنگلات علاقہ)

جنوبی امریکہ کے بیشتر حصوں میں آبادی کی اکثریت دیہات میں آباد ہے لیکن ارجن ٹینا اور چلی میں زیادہ تر لوگ قصبوں اور شہروں میں رہتے ہیں۔ رہنے سہنے کی سہولتیں' ملازمتیں وغیرہ ان کو شہروں کی طرف رجوع کرنے کے لیے آمادہ کرتی ہیں۔

جنوبی امریکہ میں سب سے زیادہ آبادی برازیل میں ہے۔ اس ملک کے 85 فیصد لوگ اس کے جنوب مشرقی حصہ میں آباد ہیں۔ ملک کے باقی حصہ میں آبادی تھوڑی ہے۔ ایمزن کے جنگلات بہت گھنے ہیں وہاں آب و ہوا ناخوشگوار اور ذرائع آمدروفت اچھے نہیں ہیں اس لیے آبادی کم ہے۔ اس میں اصلی انڈین باشندوں کی تعداد بہت کم ہے اس لیے جنگلات کو کاٹنے کے لیے مزدور کم ہیں اور آسانی سے دستیاب نہیں ہوتے۔ ایسے علاقوں میں زراعت اہمیت نہیں رکھتی صرف بدلی کاشتکاری عمل میں لائی جاتی ہے۔ ایمزن کے طاس میں شہر اور قصبے بہت کم ہیں۔ برازیل کے تقریباً" دو تہائی باشندے یورپی نسل سے تعلق رکھتے ہیں باقی مخلوط نسل کے ہیں۔

جنوبی امریکہ کی آبادی کی تقسیم کے بارے میں ایک خاص بات یہ ہے کہ لوگوں کی

اکثریت کوہ اینڈیز کے بلند علاقوں میں آباد ہے۔ ایسی صورت دنیا کے کسی اور حصے میں نہیں پائی جاتی۔ وینز ویلا میں بیشتر لوگ پہاڑی علاقے میں رہتے ہیں جبکہ ملک کے باقی حصوں لانوس، اوری نوکو کے طاس اور سطح مرتفع گی آنا میں آبادی بہت کم ہے۔ کولمبیا، ایکویڈور، پیرو اور بولیویا میں 3/5 یعنی 60 فیصد لوگ پہاڑوں کی بلندیوں پر اور 40 فیصد ساحلی علاقوں اور پست میدانوں میں رہتے ہیں۔

چلی میں اس کا شمالی حصہ خشک ریگستان ہے اس لیے گنجان آبادی کا یہاں امکان نہیں، جنوبی چلی میں سارا سال بارش کثرت سے ہوتی ہے، آب و ہوا بہت ہی مرطوب ہے، گھنے جنگلات موجود ہیں اور دلدلی علاقے پیدا ہو گئے ہیں اس لیے یہاں بھی آبادکاری کے امکانات نہیں ہیں۔ ملک کی آبادی کا دو تہائی حصہ وسطی چلی میں آباد ہے۔

ارجنٹینا براعظم کا دوسرا بڑا ملک ہے لوگ زیادہ تر شہروں اور پمپاز کے میدان میں رہتے ہیں۔ یہاں زراعت کے لیے وسیع زمین جو زرخیز بھی ہے اور ہموار بھی کاشت کے لیے بہت کارآمد ہے نیز بارش کافی ہو جاتی ہے۔

ارجنٹینا کے شمال میں چاکو کا علاقہ اور جنوب میں پے ٹے گونیا کی سطح مرتفع میں آبادی اس لیے کم گنجان ہے کہ یہاں زمین سخت ہے بارش بہت کم ہوتی ہے اور معدنیات کی بھی کمی ہے۔

پیراگوئی براعظم کا اندرونی ملک ہے۔ ذرائع آمدورفت تسلی بخش نہ ہونے کی وجہ سے بیرون ممالک سے رابطہ بہت کم ہے۔ یورپی نسل کے لوگ یہاں بہت کم آباد ہیں۔ آبادی کی اکثریت انڈین لوگوں کی ہے۔ مجموعی طور پر یہ ملک پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ ہے۔ یوروگوئی مقابلتاً زیادہ ترقی یافتہ ہے ملک کا بیشتر حصہ پہاڑی ہے جہاں بھیڑوں اور مویشیوں کے لیے چراگاہیں موجود ہیں۔ جنوبی حصہ جو پلاٹا دہانہ کے گرد ہے زرخیز علاقہ ہے جہاں گیہوں، مکئی، فلیکس اور دوسری فصلیں کاشت کی جاتی ہیں اسی لیے یہ قدرے گنجان علاقہ ہے۔

برازیل:- رقبے کے لحاظ سے برازیل دنیا کا پانچواں بڑا ملک ہے اور جنوبی امریکہ کے تقریباً نصف حصہ پر پھیلا ہوا ہے اس کی سرحدیں دس ممالک کے ساتھ ملتی ہیں یہ ملک سطح سمندر سے زیادہ بلند نہیں اس کی کل سطح کا صرف 40 فیصد حصہ 200 میٹر (650 فٹ) سے زیادہ اونچا ہے برازیل کے دو بلند علاقے وسطی سطح مرتفع اور ایمزن کے شمال میں سطح

مرتفع گی آتا ہیں ان دونوں بلند علاقوں کو ایمزن کا طاس جدا کرتا ہے جو تقریباً" برازیل کے نصف حصہ لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ برازیل کا کل رقبہ 8511996 مربع کلومیٹر ہے۔ اس کی آبادی 146.2 ملین (1991) ہے۔

دریائے ایمزن (6,500 کلومیٹر) دریائے نیل کے بعد دنیا کا دوسرا سب سے لمبا دریا ہے اور پانی کے حجم کے لحاظ سے اسے پہلا مقام حاصل ہے برازیل کے دوسرے نشیبی علاقے تنگ ساحلی میدان ہیں جو شمال مشرق سے جنوب میں ری او ڈی جینرو تک چلے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ جنوب و جنوب مغرب میں پرانا پیراگوئی اور یوروگوئی کے طاس ہیں۔ برازیل کا دوسرا بڑا دریا ساؤ فرانسکو ہے جو برازیل کے پہاڑوں سے نکلتا ہے۔

برازیل کا تقریباً" 93 فیصد حصہ خط استوا اور خط جدی کے درمیان واقع ہے۔ زیادہ تر بارش جنوری اور جون کے درمیان ہوتی ہے برازیل کا شمال مشرقی حصہ ملک کا خشک ترین علاقہ ہے جہاں سالانہ بارش 70 سم سے کم ہوتی ہے سب سے زیادہ بارش ایمیزونیا میں ہوتی ہے جس کی سالانہ اوسط مقدار 200 سم ہے۔

برازیل میں ایمزن کے طاس کے جنگلات دنیا میں سب سے بڑا بارانی جنگل کا علاقہ ہے اس سے ملک کی 75 فیصد عمارتی لکڑی حاصل ہوتی ہے لیکن ذرائع نقل و حمل کم ہونے کی وجہ سے ان جنگلات سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ برازیل کے 7400 کلومیٹر لمبے ساحلی علاقوں میں ماہی گیری کی صنعت نے بڑی ترقی کی ہے۔ یہاں سے جھینگا مچھلیاں کافی مقدار میں برآمد کی جاتی ہیں۔

زراعت :- رقبہ زیر کاشت کے لحاظ سے مکئی، قہوہ، کپاس، دھان، پھلیاں اور گنا برازیل کی بڑی فصلیں ہیں۔ برازیل کی آب و ہوا ان فصلوں کے موافق ہے۔ مکئی اور دھان کی فصلیں برازیل کے بیشتر حصوں میں کاشت ہوتی ہیں۔ کپاس اور کافی جنوب مشرقی برازیل میں اہم پیداوار ہے۔ گنا زیادہ تر ان گرم بارانی، علاقوں میں پیدا ہوتا ہے جو شمال مشرقی برازیل کے ساحل کے ساتھ ساتھ واقع ہیں۔ کافی کی پیداوار میں برازیل کو دنیا میں پہلا درجہ حاصل ہے۔ اس کی کل پیداوار کا 75 فیصد ساؤ پالو اور پرانا سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسری برآمدی اشیاء کوکو، کیلے اور کپاس ہیں۔ مویشی برازیل کے کئی علاقوں میں پالے جاتے ہیں اور شیر کاری کی صنعت کافی ترقی کر رہی ہے۔

کان کنی :- برازیل میں معدنی ذخائر وسیع پیمانے پر موجود ہیں۔ میناس جراس کے خام لوہے

اکثریت کوہ اینڈیز کے بلند علاقوں میں آباد ہے۔ ایسی صورت دنیا کے کسی اور حصے میں نہیر
پائی جاتی۔ وینز ویلا میں بیشتر لوگ پہاڑی علاقے میں رہتے ہیں جبکہ ملک کے باقی حصور
لانوس' اوری نوکو کے طاس اور سطح مرتفع گی آنا میں آبادی بہت کم ہے۔ کولمبیا' ایکویڈور،
پیرو اور بولیویا میں 3/5 یعنی 60 فیصد لوگ پہاڑوں کی بلندیوں پر اور 40 فیصد ساحلی علاقور
اور پست میدانوں میں رہتے ہیں۔

چلی میں اس کا شمالی حصہ خشک ریگستان ہے اس لیے گنجان آبادی کا یہاں امکار
نہیں' جنوبی چلی میں سارا سال بارش کثرت سے ہوتی ہے' آب و ہوا بہت ہی مرطوب ہے
گھنے جنگلات موجود ہیں اور دلدلی علاقے پیدا ہو گئے ہیں اس لیے یہاں بھی آبادکاری کے
امکانات نہیں ہیں۔ ملک کی آبادی کا دو تہائی حصہ وسطی چلی میں آباد ہے۔

ارجنٹینا براعظم کا دوسرا بڑا ملک ہے لوگ زیادہ تر شہروں اور پمپاز کے میدان میر
رہتے ہیں۔ یہاں زراعت کے لیے وسیع زمین جو زرخیز بھی ہے اور ہموار بھی کاشت کے
لیے بہت کارآمد ہے نیز بارش کافی ہو جاتی ہے۔

ارجنٹینا کے شمال میں چاکو کا علاقہ اور جنوب میں پے ٹے گونیا کی سطح مرتفع میر
آبادی اس لیے کم گنجان ہے کہ یہاں زمین سخت ہے بارش بہت کم ہوتی ہے اور معدنیات
کی بھی کمی ہے۔

پیراگوئی براعظم کا اندرونی ملک ہے۔ ذرائع آمدورفت تسلی بخش نہ ہونے کی وجہ سے
بیرون ممالک سے رابطہ بہت کم ہے۔ یورپی نسل کے لوگ یہاں بہت کم آباد ہیں۔ آبادی
کی اکثریت انڈین لوگوں کی ہے۔ مجموعی طور پر یہ ملک پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ ہے۔
یوروگوئی مقابلتاً زیادہ ترقی یافتہ ہے ملک کا بیشتر حصہ پہاڑی ہے جہاں بھیڑوں اور مویشیور
کے لیے چراگاہیں موجود ہیں۔ جنوبی حصہ جو پلاٹا مہانہ کے گرد ہے زرخیز علاقہ ہے جہار
گیہوں' مکئی' فلیکس اور دوسری فصلیں کاشت کی جاتی ہیں اسی لیے یہ قدرے گنجان علاق
ہے۔

برازیل :- رقبے کے لحاظ سے برازیل دنیا کا پانچواں بڑا ملک ہے اور جنوبی امریکہ کے
تقریباً نصف حصہ پر پھیلا ہوا ہے اس کی سرحدیں دس ممالک کے ساتھ ملتی ہیں یہ ملک
سطح سمندر سے زیادہ بلند نہیں اس کی کل سطح کا صرف 40 فیصد حصہ 200 میٹر (650 فٹ
سے زیادہ اونچا ہے برازیل کے دو بلند علاقے وسطی سطح مرتفع اور ایمزن کے شمال میں

ہے یہ پے ٹی گونیا کے سطح مرتفع ہے جو ناہموار اور انتہائی خشک علاقہ ہے۔

معدنیات :۔ سوائے معدنی تیل اور قدرتی گیس کے ارجنٹینا میں معدنیات کی کمی ہے اس لیے صنعتوں کے لیے خام مال دوسرے ملکوں سے منگوانا پڑتا ہے۔ ملک میں خام لوہے، جست، سکے، قلعی، تانبا، چاندی، سونے، گندھک، ٹنگسٹن، ابرق، مینگانیز، ونیڈیم اور یورینیم کے معمولی ذخیرے موجود ہیں۔ لیکن ابھی یہ معدنیات نکالی نہیں جاتیں۔ پے ٹے گونیا میں کوئلے کے ذخائر موجود ہیں لیکن کوالٹی اچھی نہ ہونے اور دور افتادہ ہونے کی وجہ سے ان کا فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔

زراعت :۔ زراعت کو ارجنٹینا کی معیشت میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ پمپاز کا میدان گیہوں، مکئی، الفالفا گھاس اور سورج مکھی کی پیداوار کے لیے مشہور ہے۔ مویشی اور بھیڑیں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ ملک کی برآمدات میں 90 فیصد پمپاز کی پیداوار کا حصہ ہے۔

ارجنٹینا کی معیشت میں مویشی پروری سب سے بڑا شعبہ ہے۔ بھیڑوں کے گوشت کی برآمد میں ارجنٹینا سب ملکوں سے آگے ہے اور گوشت اور اون کی پیداوار میں اس کو دنیا میں چوتھا درجہ حاصل ہے۔

پمپاز کے گیاہستان میں تقریباً" 5 کروڑ مویشی پرورش پاتے ہیں اور ساڑھے چار کروڑ بھیڑوں میں بیشتر تعداد پے ٹے گونیا کی سطح مرتفع پر۔ فصلوں کی کاشت 11 فیصد رقبہ پر ہوتی ہے۔ زیادہ تر زیرِ کاشت رقبہ پمپاز کے میدان میں ہے۔ یہاں گیہوں کی پیداوار سب سے زیادہ ہے۔ اس کے بعد مکئی کی الفالفا اور السی کی پیداوار کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ ان اجناس کے علاوہ چاول اور چائے میسو پوٹیمیا میں، کپاس، چاکو۔ گنا اور ترش پھل شمال مغربی حصہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ انگور کوہ اینڈیز کے دامنی علاقے میں منڈوزا کے قریب پیدا ہوتا ہے۔ ارجنٹینا انگوروں کی شراب پیدا کرنے والا دنیا میں چوتھا مشہور ملک شمار ہوتا ہے۔

صنعتیں :۔ ارجنٹینا کی صنعتوں کا زیادہ تر انحصار زراعت پر ہے۔ صنعتی پیداوار اون، کپاس، پارچہ جات، نباتاتی تیل، کھانڈ، سگریٹ، شراب، ڈبوں میں محفوظ گوشت اور آٹے کی مصنوعات پر مشتمل ہے۔ دوسری بڑی صنعتیں فولاد، پٹروکیمیکل، انجینئرنگ، سیمنٹ، الیکٹرونکس اور موٹر کاریں ہیں۔

اکثریت کوہ اینڈیز کے بلند علاقوں میں آباد ہے۔ ایسی صورت دنیا کے کسی اور حصے میں
پائی جاتی۔ وینز ویلا میں بیشتر لوگ پہاڑی علاقے میں رہتے ہیں جبکہ ملک کے بالائی
لانوس، اوری نوکو کے طاس اور سطح مرتفع گی آنا میں آبادی بہت کم ہے۔ کولمبیا،
پیرو اور بولیویا میں 3/5 یعنی 60 فیصد لوگ پہاڑوں کی بلندیوں پر اور 40 فیصد ساحل
اور پست میدانوں میں رہتے ہیں۔

چلی میں اس کا شمالی حصہ خشک ریگستان ہے اس لیے گنجان آبادی کا یہاں
نہیں، جنوبی چلی میں سارا سال بارش کثرت سے ہوتی ہے، آب و ہوا بہت ہی مرطوب
گھنے جنگلات موجود ہیں اور دلدلی علاقے پیدا ہو گئے ہیں اس لیے یہاں بھی آبادی
امکانات نہیں ہیں۔ ملک کی آبادی کا دو تہائی حصہ وسطی چلی میں آباد ہے۔

ارجنٹینا براعظم کا دوسرا بڑا ملک ہے لوگ زیادہ تر شہروں اور پمپاز کے م
رہتے ہیں۔ یہاں زراعت کے لیے وسیع زمین جو زرخیز بھی ہے اور ہموار بھی کا
لیے بہت کار آمد ہے نیز بارش کافی ہو جاتی ہے۔

ارجنٹینا کے شمال میں چاکو کا علاقہ اور جنوب میں پے ٹے گونیا کی سطح
آبادی اس لیے کم گنجان ہے کہ یہاں زمین سخت ہے بارش بہت کم ہوتی ہے، ور
کی بھی کمی ہے۔

پیراگوئی براعظم کا اندرونی ملک ہے۔ ذرائع آمدورفت تسلی بخش نہ ہونے کی
بیرون ممالک سے رابطہ بہت کم ہے۔ یورپی نسل کے لوگ یہاں بہت کم آباد ہیں
کی اکثریت انڈین لوگوں کی ہے۔ مجموعی طور پر یہ ملک پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ
یوروگوئی مقابلتاً زیادہ ترقی یافتہ ہے ملک کا بیشتر حصہ پہاڑی ہے جہاں بھیڑوں اور
کے لیے چراگاہیں موجود ہیں۔ جنوبی حصہ جو پلاٹا دہانہ کے گرد ہے زرخیز علاقہ ہے
گیہوں، مکئی، فلیکس اور دوسری فصلیں کاشت کی جاتی ہیں اسی لیے یہ قدرے گنجان
ہے۔

برازیل :- رقبے کے لحاظ سے برازیل دنیا کا پانچواں بڑا ملک ہے اور جنوبی امریکہ
تقریباً نصف حصہ پر پھیلا ہوا ہے اس کی سرحدیں دس ممالک کے ساتھ ملتی ہیں
سطح سمندر سے زیادہ بلند نہیں اس کی کل سطح کا صرف 40 فیصد حصہ 200 میٹر (0
سے زیادہ اونچا ہے برازیل کے دو بلند علاقے وسطی سطح مرتفع اور ایمزن کے شمال

ری او ڈی جنیرو :- یہ برازیل کا دوسرا بڑا شہر ہے اور اس کی آبادی 5.34 ملین (1991) ہے۔ یہ ایک خوبصورت خلیج پر واقع ہے اور بہترین بندرگاہ ہے۔ پہلے یہ شہر برازیل کا دارالحکومت تھا لیکن اب نیا دارالحکومت برازیلیا بنا دیا گیا ہے جس کی آبادی 1596274 ہے اس کا افتتاح اپریل 1960ء کو کیا گیا۔ ری او ڈی جنیرو بذریعہ سڑک' ریل' سمندر اور ہوائی سروس ملک کے دوسرے حصوں سے ملا ہوا ہے۔ اس کے ذریعے بھی برازیل کی درآمدی و برآمدی تجارت عمل میں لائی جاتی ہے۔ یہ شہر ایک اہم صنعتی مرکز بھی ہے۔ یہاں کی مصنوعات بافتی اشیاء دھاتی سامان' ربڑ و کیمیائی اشیاء' کاغذ' تمباکو' خوراک کو ڈبوں میں محفوظ کرنا وغیرہ ہیں۔ یہاں جہاز سازی اور جہازوں کی مرمت کا کام بھی کیا جاتا ہے۔

سوالات

1- جنوبی امریکہ کا مغربی پہاڑی سلسلہ ملک کی طبعی حالت پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے؟ ان پہاڑوں کی اقتصادی اہمیت بیان کیجیے۔

2- براعظم جنوبی امریکہ کے میدانوں کے نام لکھیے اور بتایئے کہ ان کے ساتھ کون کون سی معاشی سرگرمیاں وابستہ ہیں۔

3- سطح مرتفع برازیل اور سطح مرتفع پےگونیا کی اقتصادی اہمیت بیان کیجیے۔

4- لاطینی امریکہ میں آبادی کی تقسیم کا جائزہ لیجیے۔

5- لاطینی امریکہ کے خاکہ میں طبعی خدوخال' دریا' مشہور شہر اور متصلہ سمندروں کے نام لکھیے۔

6- مختصر نوٹ لکھیے۔

ایمزن کا طاس - جنوبی امریکہ کا مغربی ساحل - پمپاز - بوئنس آئرس

ساؤپالو - ارجنٹینا کی صنعتیں - برازیل میں کافی کی کاشت

تیرھواں باب

افریقہ

تاریخی پس منظر:- افریقہ کچھ عرصہ قبل ایک تاریک براعظم کہلاتا تھا۔ کیونکہ اس کے وسیع اندرونی حصوں کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔ ناخوشگوار آب و ہوا اور ذرائع آمد و رفت کی مشکلات کے پیش نظر براعظم کے اندرونی حصوں کی سیاحت کے لیے سیاح لوگ آمادہ نہ ہوتے۔ گزشتہ صدی کے آخر میں کئی سیاحوں نے جرأت کی اور افریقہ کے اندرونی حصوں میں پہنچ کر بہت سی جغرافیائی معلومات بہم پہنچائیں۔ ساتویں صدی میں عربوں نے براعظم کے شمالی ساحل پر تسلط قائم کر لیا تھا۔ پندرھویں صدی میں پرتگالیوں نے مغربی ساحل کی سیاحت کر لی تھی۔ 1507ء میں واسکوڈی گاما نے صوبہ راس امید کا چکر لگایا اور مشرقی ساحل پر پہنچا جہاں سے وہ بحر ہند کو عبور کر کے ہندوستان پہنچ گیا۔ کچھ سیاحوں نے دریاؤں کی گذرگاہوں کے ذریعہ سیاحت کر کے دریائے نائیجر، دریائے کانگو، دریائے نیل اور دریائے زیمبزی کے منبعوں کی دریافت کی کوشش کی۔ ڈیوڈ لونگ سٹون جو ایک مشہور پادری، ڈاکٹر اور سیاح تھا افریقہ میں تقریباً تیس سال تک مقیم رہا۔ اس نے زیمبزی کی سیاحت کی اور مشہور آبشار وکٹوریہ دریافت کی۔ اس نے مشرقی ساحل سے مغربی ساحل تک براعظم کو عبور کیا اور صحرائے کالاہاری دریافت کیا۔ سٹینلے دریائے کانگو کی گذرگاہ کو عبور کر کے اس کے منبع تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن وہ برطانوی حکومت کو کانگو کے علاقہ میں دلچسپی لینے پر آمادہ نہ کر سکا۔ آخر کار وہ بیلجیم کے بادشاہ کو آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا اور کانگو بیلجیم کی نوآبادی بن گیا۔

اس کے فوراً بعد دوسری یورپین قومیں بھی میدان میں نکل آئیں اور افریقہ کا براعظم انگریزوں، فرانسیسیوں، اہل بیلجیم اور پرتگالیوں کی نوآبادیوں میں تقسیم ہو گیا۔ چند ایک نوآبادیوں میں سفید فام آبادکاروں نے اپنے مستقل گھر بنا لیے۔ چنانچہ اس صدی کے آغاز میں افریقہ کا بیشتر حصہ یورپین قوموں کے زیر حکومت تھا۔ صرف ایتھوپیا اور لائبیریا خودمختار حکومتیں تھیں۔
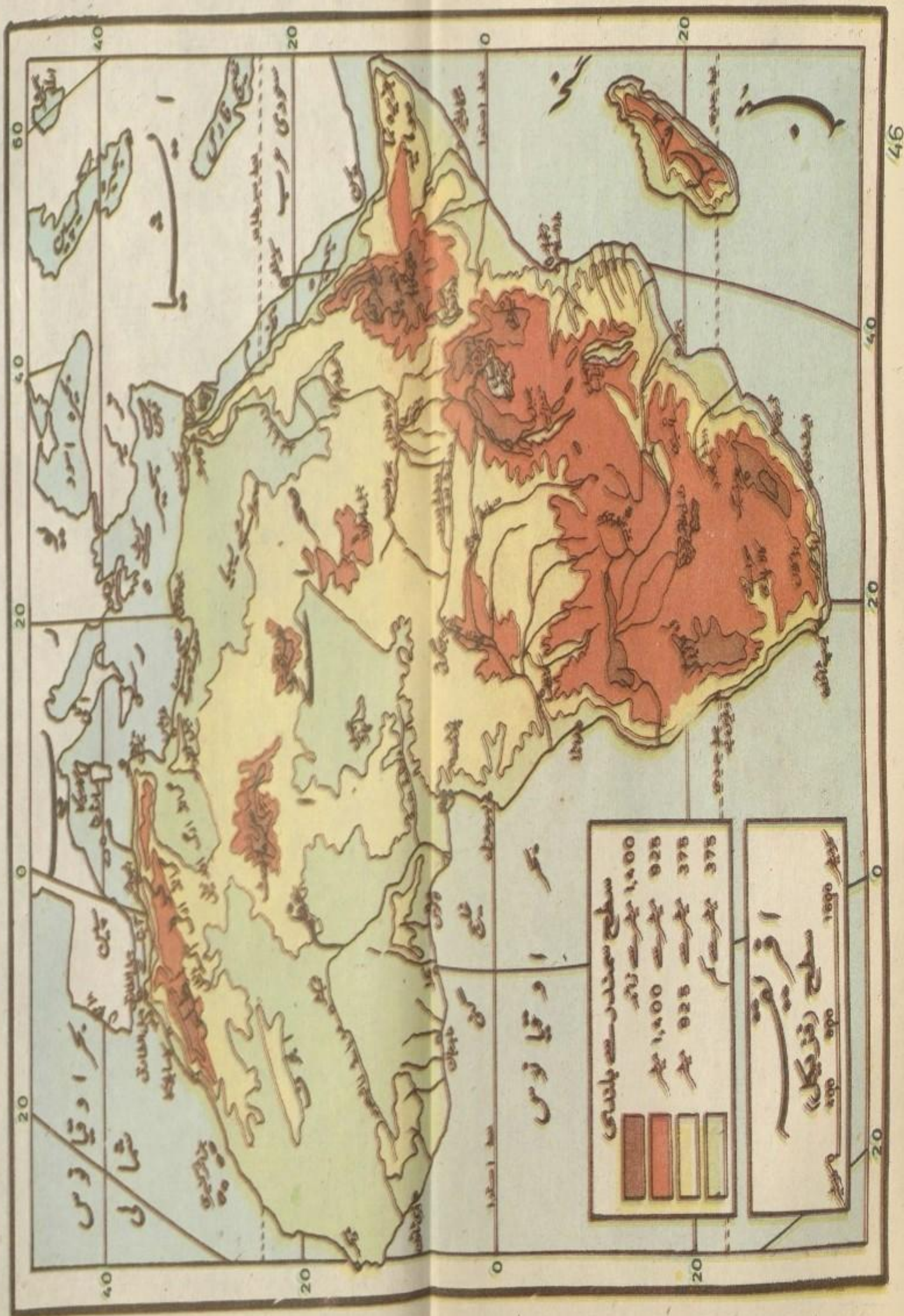
اس کے
ع آمد و
ح لوگ
اندرونی
وں نے
نے مغربی
لگایا اور
وں نے
نیل اور
مشہو
مبری کی
ساحل
کو عبور
کے علاقہ
یاب ہو

افریقہ کا
لیا۔ چند
دی کے
ر لائبیریا
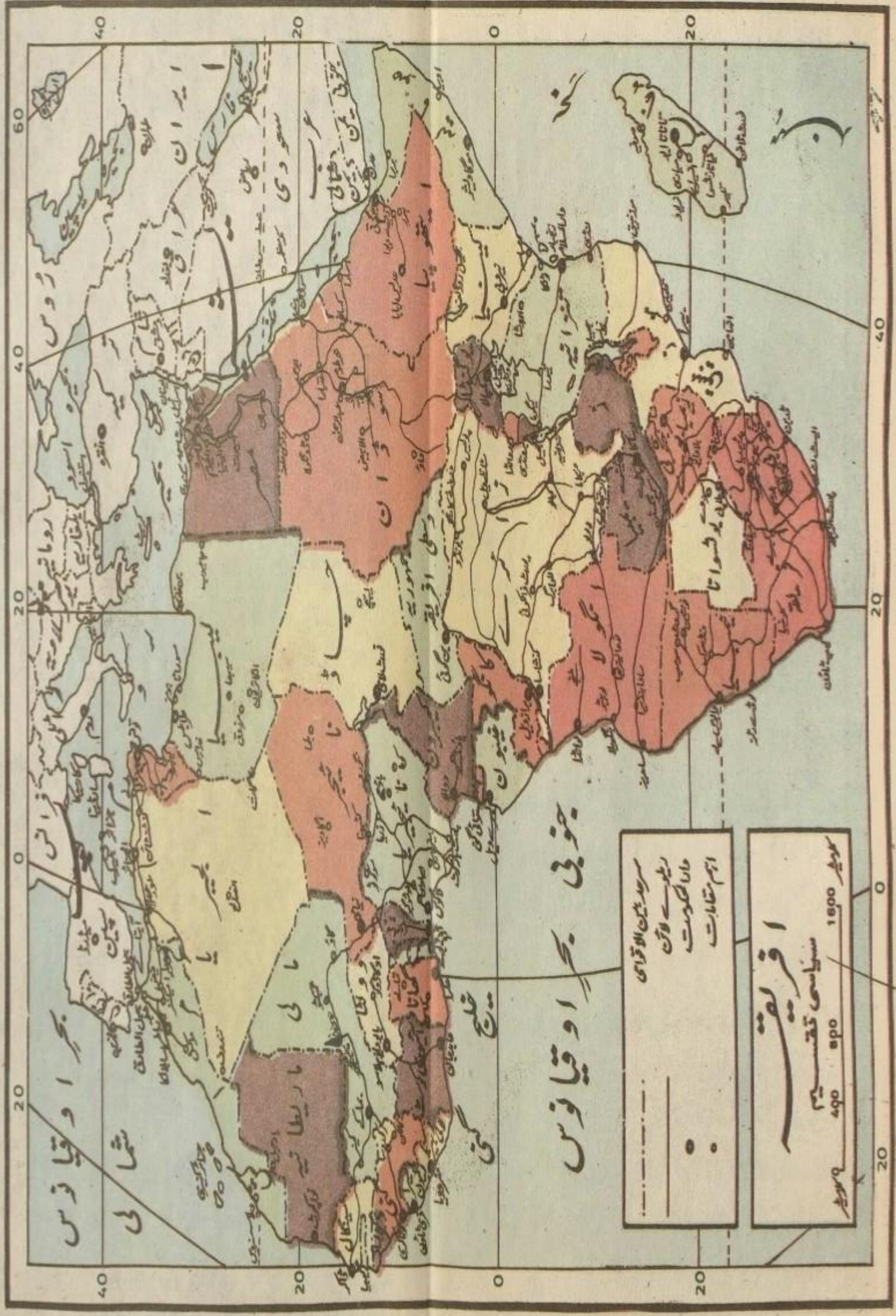
افریقہ
سیاسی تقسیم
کلومیٹر 1600 800 400 0 کلومیٹر
سرحد بین الاقوامی
ریلوے لائن
دارالحکومت
اہم مقامات
بحر اوقیانوس شمالی
جنوبی بحر اوقیانوس
خلیج گنی
بحر ہند
روس
فرانس
اسپین
رومانیہ
بلغاریہ
ترکیہ
ایران
عراق
شام
سعودی عرب
الجیریا
لیبیا
مصر
ماریطانیہ
مالی
نائیجر
چاڈ
سوڈان
ایتھوپیا
سینیگال
گنی
گھانا
نائیجیریا
کیمرون
جمہوریہ وسطی افریقہ
گیبون
کانگو
زائرے
کینیا
تنزانیہ
انگولا
زیمبیا
بوٹسوانا
نمیبیا

1955ء کے بعد حالات نے بڑی تیزی سے پلٹا کھایا۔ حاری (ٹراپیکل) افریقہ میں بہت سی آزاد حکومتیں وجود میں آ گئیں۔

محل وقوع اور وسعت :- ایشیا کے بعد افریقہ دوسرا سب سے بڑا براعظم ہے۔ (نقشہ 13.1) اس کا رقبہ 29,800,540 مربع کلومیٹر ہے۔ خط استوا براعظم کے تقریباً وسط میں سے گزرتا ہے اور 35 ڈگری شمال اور 35 ڈگری جنوب عرض بلد کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ شمالاً جنوباً یہ 8050 کلومیٹر لمبا ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ چوڑائی 7400 کلومیٹر ہے۔

افریقہ کا بیشتر حصہ ایک وسیع سطح مرتفع ہے جو پرانی چٹانوں سے بنی ہوئی ہے۔ یہ سطح مرتفع دو بڑے حصوں پر مشتمل ہے۔ (الف) خط استوا کے جنوب میں بلند سطح مرتفع، (ب) شمال کی طرف کم بلند سطح مرتفع۔ بلند سطح مرتفع کے پہلو ڈھلوان ہیں جن کے کنارے ساحل کے بالمقابل 1500 میٹر بلند ہیں۔ پلیٹو کی سطح ہموار ہے لیکن کہیں کہیں لہردار بھی ہے۔ اس کا بلند ترین حصہ ڈر یکنز برگ جنوب مشرق میں ہے جس کی بلندی 3483 میٹر ہے۔ بلند سطح مرتفع کے مشرق میں ایک قابل ذکر رفٹ وادی جسے مشرقی افریقہ کی رفٹ وادی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ خط استوا کے شمال کی طرف اس سطح مرتفع کی بلندی بہت کم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ دریائے زائرے کے شمال مغرب میں اس کی بلندی 300 میٹر تا 600 میٹر رہ جاتی ہے۔

صحرائے اعظم :- یہ ہے تو پلیٹو کا حصہ لیکن اس کی سطح 300 میٹر (1000 فٹ) سے زیادہ کسی جگہ بھی نہیں ہے۔ اس وسیع ریگستان میں صرف دو پہاڑیاں بہت نمایاں ہیں۔ اہاگر پہاڑ اور تبستی پہاڑ۔ شمال مغرب میں یہ کم بلند سطح مرتفع کوہ اطلس تک پہنچتی ہے اور مشرق میں ایتھوپیا کے پہاڑوں تک جاتی ہے۔

ملفوفہ پہاڑ :- براعظم افریقہ کے دو علاقوں میں ملفوفہ پہاڑ موجود ہیں۔ شمال میں کوہ اطلس اور جنوب میں کوہ راس (کیپ رینجز)۔ کوہ اطلس ملفوفہ پہاڑوں کے دو سلسلوں پر مشتمل ہیں جن کو ایک بلند سطح مرتفع نے جدا کر رکھا ہے۔ جسے سطح مرتفع شاٹس کہتے ہیں۔ ان پہاڑوں کی اوسط بلندی 1500 میٹر ہے لیکن مغرب میں کچھ چوٹیاں 3500 میٹر کی بلندی تک پہنچتی ہیں۔ کوہ راس شرقاً غرباً پھیلا ہوا سلسلہ ہے اور پرانی چٹانوں پر مشتمل ہے۔ یہ کوہ اطلس کے مقابلہ میں پرانے پہاڑ ہیں۔ ان کی بلندی، 3300 میٹر سے زیادہ ہے۔

اندرونی نشیبی میدان :- افریقہ کی سطح ایک جیسی نہیں ہے۔ اس کے اندرونی حصہ میں کئی نشیبی علاقے ہیں۔ عام طور پر یہ میدانی علاقے افریقہ کے دریاؤں کی گذرگاہیں ہیں۔ صحرائے اعظم کے مغرب میں الجوف سطح سمندر سے تقریباً 150 میٹر (500 فٹ) نیچا ہے۔ اس کے جنوب میں نائیجر کا طاس ہے جو سطح سمندر سے 300 میٹر (1000 فٹ) نیچا ہے۔ اس کے مشرق میں چاڈ کا طاس ہے جو اندرونی نکاس کا علاقہ ہے۔ وسطی افریقہ میں زائرے کا طاس ایک بڑا دریائی نظام ہے جو براعظم کے اہم اندرونی علاقوں کا نکاس کرتا ہے۔ صحرائے کالاہاری میں جھیل نگامی اور مشرقی افریقہ میں جھیل روڈ ولف کے پانی کا نکاس سمندر تک نہیں ہوتا۔

مشرقی افریقہ کی رفٹ وادی (شگافی وادی) :- یہ ایک عظیم شگافی وادی براعظم افریقہ کی سطح پر بہت ہی نمایاں خدوخال ہے جو انتہائی دلچسپی کا باعث ہے۔ اس کے وجود میں آنے کے بارے میں جغرافیہ دان وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ عام خیال یہ ہے کہ پرانے وقتوں میں حرکات ارضی کی وجہ سے زمین کے پوست میں بہت وسیع اور لمبے شگاف (نالٹ) پڑ گئے۔ دو شگافوں کے درمیان زمین نیچے بیٹھ گئی اور گہری کھائی سی بن گئی جسے شگافی وادی کہا جاتا ہے۔ ایسی کھائیوں یا خندقوں کی اطراف بلند اور کھڑی ڈھلوان ہو گئی ہیں۔ ایسی کھائیوں یا خندقوں کا سلسلہ مل کر ایک عظیم وادی کی صورت اختیار کر گیا ہے جو ملک شام سے جنوب کی طرف بحیرہ مردار، خلیج عقبہ، بحیرہ قلزم، کئی جھیلوں اور جھیل روڈولف سے ہوتی ہوئی جھیل ملاوی تک چلی گئی ہے۔ شگافی وادی کی مغربی شاخ جھیل ملاوی سے شمال مغرب کی طرف، جھیل ٹانگانیکا، جھیل ایڈورڈز اور جھیل البرٹ تک جاتی ہے۔ شگافی وادی 65 سے 95 کلومیٹر چوڑی ہے اور اس کی اوسط گہرائی 600 میٹر (2000 فٹ) ہے۔ اس کی کل لمبائی 8050 کلومیٹر (4850 میل) ہے۔

افریقہ کے دریا :- براعظم افریقہ میں دریاؤں کے پانچ بڑے نظام ہیں جن کے پانی کا نکاس سمندروں تک ہے۔ یہ بڑے دریا نیل، زائرے، نائیجر، زیمبزی اور اورنج ہیں۔ دریائے نیل، دریائے نائیجر اور دریائے زیمبزی اپنی لمبی گذرگاہوں میں آبشاریں بناتے ہیں اس لیے ان میں جہازرانی نہیں ہو سکتی۔ البتہ جہاں کہیں دو آبشاروں کے درمیانی فاصلہ زیادہ ہے وہاں مقامی طور پر جہازرانی ہو سکتی ہے۔ لیکن اب ریلوں اور نئی سڑکوں کے بن

جانے سے جہازرانی کی اہمیت کم ہو گئی ہے۔

افریقہ کے کچھ دریاؤں کی اہمیت زراعت کی وجہ سے بھی ہے۔ براعظم افریقہ کا ایک تہائی حصہ خشک ہے۔ جہاں بارش کی سالانہ مقدار 250 ملی میٹر (10 انچ) سے کم ہے۔ نیز براعظم کا بیشتر حصہ منطقہ حارہ میں واقع ہے اس لیے کھیتی باڑی کے لیے آبپاشی کی ضرورت ہے۔ چنانچہ بعض دریاؤں کا پانی آبپاشی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں دریائے نیل قابل ذکر ہے۔ اسے مصر کا تحفہ کہا جاتا ہے کیونکہ مصر کی زراعت کا انحصار دریائے نیل کے پانی پر ہے۔ دریا کے بغیر مصر محض ایک ریگستان کا حصہ بن کے رہ جاتا۔

وادی نیل :- دریائے نیل پرانی دنیا کا سب سے بڑا اور نہایت مشہور دریا ہے۔ یہ خط استوا کے نزدیک جھیل وکٹوریہ سے نکلتا ہے اور شمال کی طرف سوڈان اور مصر میں بہتا ہوا بحیرہ روم میں جا گرتا ہے۔ اس کی لمبائی تقریباً 6670 کلومیٹر (4145 میل) ہے۔ اس کا بالائی حصہ نیل ابیض کہلاتا ہے۔ اس کے ساتھ تین معاون دریا مشرق سے اور ایک مغرب کی طرف سے آکر ملتے ہیں۔ تین مشرقی معاون نیل ارزق' اتبارا اور سوبات ہیں اور مغربی معاون بحرالغزال ہے۔ مشرقی معاون ایتھوپیا کے پہاڑوں سے نکلتے ہیں اور برف کے پگھلنے اور بارشوں کا بہت سا پانی لا کر دریائے نیل میں ڈالتے ہیں۔ بعض اوقات دریا میں طغیانی آ جاتی ہے اور دریا کے دونوں طرف کئی میلوں تک پانی پھیل جاتا ہے اور اس طرح زرخیز مٹی کی تہ زمین پر جم جاتی ہے۔ ان زمینوں پر کئی فصلیں کاشت کی جاتی ہیں جن میں کپاس کی فصل کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ یہاں کپاس اچھی قسم کی ہوتی ہے اور کافی مقدار میں برآمد کی جاتی ہے۔ ملک کی معیشت میں کپاس کی پیداوار اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ یہاں مکئی' گیہوں' جو' باجرہ' کھجوریں اور سبزیاں بھی کاشت کی جاتی ہیں۔

مصر کی 56.43 ملین (1993) آبادی کے 40 فیصد لوگ وادی نیل میں رہتے ہیں۔ اس کے ڈیلٹائی علاقے میں آبادی زیادہ گنجان ہے۔ مصر کے بیشتر لوگوں کا پیشہ کھیتی باڑی ہے اور ان کی زرعی سرگرمی کا زیادہ انحصار آبپاشی پر ہے۔

مصر میں آبپاشی :- مصر میں آبپاشی دو طریقوں سے کی جاتی ہے۔ (الف) مدامی (بذریعہ انہار' (ب) طاس آبپاشی۔ مدامی آبپاشی کا طریقہ سارا سال عمل میں لایا جاتا ہے۔ دریاؤں پر ڈیم یا بیراج تعمیر کر کے نہریں نکالی جاتی ہیں اور نہروں کے ذریعے کھیتوں کو سیراب کیا جاتا

ہے۔ سب سے زیادہ مشہور ڈیم دریائے نیل پر ہے جسے اسوان ہائی ڈیم کہتے ہیں۔ یہ ڈیم پہلے ڈیم سے 4 میل (6.5 کلومیٹر) جنوب کی طرف ہے اس سے آبپاشی کے لیے اور بھی پانی مل گیا ہے اور مصر کے زیرکاشت رقبہ میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ دوسرا مشہور ڈیم سینار ڈیم ہے جو نیل ارزق پر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس ڈیم سے جزیرہ میدان کے علاقے میں آبپاشی کی جاتی ہے جو نیل ابیض اور نیل ارزق کے درمیان ہے۔ یہ ایک خشک صحرائی علاقہ ہے اور اس کو آبپاشی کی فراہمی سے بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ آبپاشی کے علاوہ ڈیم کی تعمیر سے صنعتوں کو بھی فروغ حاصل ہوا ہے۔ پن بجلی کی پیداوار سے سستی بجلی مہیا ہو گئی ہے۔

دوسرا آبپاشی کا طریقہ طاس آبپاشی (بیسن اریگیشن) کا ہے۔ یہ طریقہ پرانے وقتوں سے چلا آ رہا ہے۔ یہ طریقہ آبپاشی دریائے نیل کی بالائی وادی میں قاہرہ سے جنوب میں استعمال ہوتا ہے۔ اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ جب دریائے نیل میں طغیانی آتی ہے تو پانی دریا کے دونوں طرف کئی کئی کلومیٹر تک پھیل جاتا ہے۔ نشیبی علاقے یا طاس جو کئی ہزار ہیکٹر رقبے میں پھیلے ہوئے ہیں پانی سے بھر جاتے ہیں۔ سیلاب کا پانی ڈیڑھ دو ماہ تک کھڑا رہنے دیا جاتا ہے تاکہ ریت، مٹی، دلدل وغیرہ کی تہ زمین کی سطح پر جمع ہو جائے۔ پھر پانی مشینوں کے ذریعہ نکال کر دریا میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اس طرح زرخیز مٹی کی تہ زمین پر موجود ہوتی ہے جس سے فصلوں کی کاشت کی جاتی ہے۔ آبپاشی کے اس طریقہ سے سال میں صرف ایک ہی فصل کاشت کی جا سکتی ہے۔

نہر سویز:- یہ ایک مشہور آبی شاہراہ ہے جو بین الاقوامی شہرت رکھتی ہے۔ یہ بحیرہ روم اور بحیرہ قلزم کو آپس میں ملاتی ہے۔ ایک فرانسیسی انجینئر فردی نندی لیسپس نے تعمیر کروائی تھی اور 1869ء میں کھولی گئی۔ اس سے پہلے یورپ سے برصغیر پاک و ہند کی طرف آنے والے بحری جہاز راس امید کے راستہ افریقہ کا چکر لگا کر آتے تھے۔ لیکن نہر سویز کے راستہ چار ہزار میل (6400 کلومیٹر) کی بچت ہو گئی ہے۔ عرب اور اسرائیل کے درمیان جنگ کی وجہ سے نہر سویز 1967ء سے 1975ء تک بند رہی۔ دوبارہ کھل جانے پر اس میں توسیع کر دی گئی۔ اب ہزاروں بحری جہاز نہر سویز میں سے گزرتے ہیں اور ہر قسم کے سامان کی نقل و حمل ہوتی ہے۔ نہر کے شمالی سرے پر پورٹ سعید ہے جو بحیرہ روم کے ساحل پر بندرگاہ ہے اور مصر کا تیسرا بڑا شہر ہے۔ جنوبی سرے پر سویز کا شہر ہے جو بحیرہ قلزم کے ساحل پر واقع ہے۔

یہ نہر خاکنائے سویز کو کاٹ کر بنائی گئی ہے۔ یہ خاکنائے صحرا کی ایک سپاٹ پٹی ہے جو ایشیا اور افریقہ کے براعظموں کو جدا کرتی ہے۔ نہر کی کل لمبائی جھیل بیڑ اور جھیل تمسا کے راستے شامل کرتے ہوئے 165 کلومیٹر (103 میل) ہے۔ اب اس کی اوسط چوڑائی تقریباً 60 میٹر (200 فٹ) اور گہرائی 13 میٹر (42 فٹ) ہو گئی ہے۔

اس نہر کے ذریعہ جو سامان گزرتا ہے اس کا نصف پٹرولیم پر مشتمل ہے یا تو کچا معدنی تیل خلیج فارس کے ممالک سے یورپین ممالک کو صاف ہونے کے لیے جاتا ہے یا یورپ سے صاف شدہ تیل آتا ہے۔

سوڈان :- سوڈان رقبہ کے لحاظ سے افریقہ کا سب سے بڑا ملک ہے۔ اس کا رقبہ 25,08,824 مربع کلومیٹر (987500 مربع میل) ہے اور آبادی 30.83 ملین (1993) کے لگ بھگ ہے۔ اس کا ساحلی علاقہ صرف 640 کلومیٹر لمبا بحیرہ قلزم کے ساتھ ہے۔ ملک کا بیشتر حصہ ایک سطح مرتفع ہے جس میں سے دریائے نیل جنوب سے شمال کی طرف بہتا ہے۔ اور اس کے جنوب، مشرق اور مغرب کی طرف حاشیائی علاقے پہاڑی ہیں جو زیادہ اونچے نہیں ہیں۔ شمالی حصہ صحرائے اعظم کی توسیع ہے۔ جنوبی سوڈان کا بیشتر حصہ دلدلی ہے جو نیل ابیض میں طغیانیاں آنے سے پیدا ہو گیا ہے۔ یہ دلدلی نباتات سد نیل کہلاتی ہے۔ یہ دلدلی علاقہ دنیا کے بڑے دلدلی علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔

زراعت :- ملک کی معیشت کا دار و مدار زراعت پر ہے۔ اگرچہ سوڈان کا 5 فیصد سے کم رقبہ زیر کاشت ہے تاہم یہ ملک خوراک کے معاملہ میں خودکفیل ہے۔ قابل کاشت زمین کے 15 فیصد رقبہ پر آبپاشی ہوتی ہے۔ زرعی پیداوار میں کپاس کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ یہ نقدی کی فصل ہے۔ زیادہ تر لمبے ریشے والی کپاس کاشت کی جاتی ہے۔ چھوٹے ریشے والی کپاس جنوبی سوڈان میں پیدا ہوتی ہے۔ دوسری فصلیں گندم، مکئی، گنا، مونگ پھلی، باجرہ، سرسوں اور تیل نکالنے کے بیج ہیں۔ پھلوں میں ترش پھل، کھجوریں اور آم اہمیت رکھتے ہیں۔ جنوبی سوڈان میں کافی، چائے، تمباکو اور چاول کی کاشت کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مویشی پروری ایک اہم پیشہ ہے بھیڑیں، بکریاں اور اونٹ ملک کے شمال میں اور گائیں، بیل اور بھینسیں جنوب میں پالی جاتی ہیں۔

تجارت :- سوڈان کی مشہور برآمدات مونگ پھلی، تیل اور کپاس ہیں۔ ملکی برآمدات میں

60 فیصد حصہ کپاس کا ہے۔

صنعت و حرفت :- سوڈان کی صنعتوں کا تعلق زیادہ تر خوراک کی فصلوں سے ہے۔ اشیاء خوردنی کو ڈبوں میں محفوظ کرنا، آٹا پیسنے کے کارخانے، پھلوں کو ڈبوں میں محفوظ کرنا اور سوتی پارچہ بافی مشہور صنعتیں ہیں۔ سوڈان کی صنعتی ترقی میں بجلی کی کمی حائل ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں جنریٹر لگا کر بجلی فراہم کی جاتی ہے۔

افریقہ کی آبادی :- ایک اندازے کے مطابق افریقہ کی کل آبادی 472 ملین ہے۔ اوسط آبادی فی مربع کلومیٹر 10 (فی مربع میل 40) افراد ہے۔ کم آبادی کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ براعظم کا ایک بڑا حصہ صحرا ہے جو براعظم کے ایک چوتھائی حصے پر پھیلا ہوا ہے۔ دوسرے استوائی علاقے میں گھنے جنگلات ہیں اور آب و ہوا اچھی نہیں ہے اس لیے آبادی کم ہے۔

افریقہ کا سب سے زیادہ گنجان آباد علاقہ وادی نیل ہے اور خاص طور پر عرب جمہوریہ مصر، وادی نیل اور نیل کے ڈیلٹا میں آبادی فی مربع کلومیٹر 770 (فی مربع میل 2000) افراد ہیں۔ دوسرے گنجان آباد علاقے یہ ہیں : شمال مغربی افریقی ممالک، مغربی افریقی ممالک خاص طور پر نائجیریا، گھانا اور سائرالیون، مشرقی افریقہ کے پہاڑی مقام، جھیلی علاقے اور جنوبی افریقہ کے کچھ حصے (خاص طور پر ساحلی علاقے)، جوہنزبرگ کا نواحی علاقہ، مشرقی ساحلی علاقہ (صوبہ ناٹال)، کیپ ٹاؤن اور پورٹ الزبتھ کے گرد تھوڑا سا علاقہ۔ افریقہ کے لوگ زیادہ تر دیہات میں آباد ہیں۔ دس فیصد سے کم لوگ شہروں اور قصبوں میں رہتے ہیں۔

براعظم کے شمالی حصہ میں جہاں یورپ کے ساتھ گہرا رابطہ رہا ہے مقامی عرب لوگ الجیریا، تیونس اور خرطوم جیسے شہر آباد ہو گئے۔ مغربی افریقہ کے بعض حصوں میں خاص طور پر شمالی نائجیریا میں جو ایک گنجان آباد ملک ہے بہت سے شہر وجود میں آ گئے ہیں۔ 50 فیصد لوگ پانچ ہزار افراد سے زیادہ آبادی والے قصبوں میں آباد ہیں۔ افریقہ کے دوسرے علاقوں میں دیہاتی اور قبائلی لوگوں کی تعداد زیادہ ہے اور وہاں شہری بستیاں کم ہیں۔

بڑے بڑے شہر

قاہرہ :- قاہرہ براعظم افریقہ اور مشرق وسطی کا سب سے بڑا شہر ہے جس کی آبادی 70

لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ یہ شمالاً" جنوباً" اور شرقاً" غرباً" جانے والے راستوں کا مرکز ہے۔ یہ جدید طرز کا شہر ہے جس میں عالی شان اور فلک بوس عمارتیں عجیب منظر پیش کرتی ہیں۔ اس کے عجائب گھر میں فن تعمیر کے عمدہ نمونے اور فرعون کے زمانہ کی یادگاروں کے ذخیرے موجود ہیں۔ قاہرہ کا شمار دنیا کے بین الاقوامی شہروں میں ہوتا ہے۔ جہاں فرانسیسی' یونانی اور اطالوی بڑی بڑی دکانوں اور کاروباری اداروں کے مالک ہیں۔ قاہرہ میں تقریباً" ہر نسل کے لوگ موجود ہیں۔ قاہرہ اہل اسلام کا مشہور مرکز ہے جہاں بے شمار عالی شان مسجدیں اور اسلامی ادارے ہیں۔ یہاں قاہرہ یونیورسٹی پرانے وقتوں سے قائم ہے اور عالمی شہرت کی حامل ہے۔ دوسرے افریقی شہروں کی نسبت قاہرہ گندی تاریک گلیوں سے پاک ہے۔ یہ مصر کا اہم صنعتی مرکز اور اہم بندرگاہ ہے اور بذریعہ ریل بحیرہ روم کے ساحل سے ملا ہوا ہے۔ شہر کے بیرونی حصے میں ہلکی صنعتیں قائم ہیں۔ کیمیائی مرکبات' پارچہ جات' پلاسٹک کی اشیاء' دھاتی اشیاء اور مشینیں تیار کی جاتی ہیں۔ سیاح لوگ جو دور دراز سے احرام مصر دیکھنے کے لیے آتے ہیں ان کے لیے یہ شہر مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی کل آبادی 6.66 ملین (1991) ہے۔

سکندریہ :- یہ ایک قدیم شہر ہے جس کی بنیاد سکندر اعظم نے رکھی۔ یہ کئی سالوں تک مصر کا دارالحکومت رہا ہے۔ ملک کی مشہور بندرگاہ ہے جو دریائے نیل کی مغربی شاخ پر واقع ہے۔ مصر کی 80 فیصد تجارت اس بندرگاہ کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اس کے ذریعہ ملک کی کپاس' سوتی اشیاء' چاول اور تیل سے تیار شدہ اشیاء برآمد کی جاتی ہیں۔ یہ بھی قاہرہ کی طرح صنعتی شہر ہے۔ یہاں سوتی کپڑے کے کارخانے' چاولوں کی چکیاں' سیمنٹ کے کارخانے وغیرہ قائم ہیں۔ یہاں تیل صاف کرنے کا کارخانہ بھی قائم ہے۔ اس کی آبادی 3.3 ملین (1991) ہے۔

جوہنزبرگ :- جنوبی افریقہ کا سب سے بڑا شہر ہے۔ یہ سونے کی کانوں کے درمیان مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے اس شہر کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ جنوبی افریقہ کا مالی اور تجارتی مرکز بھی ہے۔ ریل اور سڑک کے ذریعے ملک کے ہر حصے سے ملا ہوا ہے۔ صنعتی لحاظ سے بھی اس کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ یہاں سونا صاف کرنے کے کارخانوں کے علاوہ ہلکی اور بھاری دونوں قسم کی صنعتیں قائم ہیں جن میں پگ آئرن یعنی ڈلوں کا لوہا' فولاد'

مشینری، پارچہ بافی، کھاد اور کیمیائی مرکبات تیار کرنے کے کارخانے شامل ہیں۔ جو ہنزبرگ جدید طرز کا شہر ہے جس میں فلک بوس عالیشان عمارتیں موجود ہیں۔ اس کی آبادی 1.9 ملین (1991) ہے۔

کیپ ٹاؤن :- کیپ ٹاؤن براعظم افریقہ میں قاہرہ کے بعد دوسرا بڑا شہر ہے جس کی آبادی 2350157 (1991) ہے۔ بطور ایک بندرگاہ اس کی اہمیت اس لیے ہے کہ یہ براعظم کے انتہائی سرے پر واقع ہے اور ان جہازوں کی شاہراہ پر ہے جو جنوبی امریکہ اور آسٹریلیا کے درمیان آمد و رفت کرتے ہیں اور یورپ اور آسٹریلیا کے درمیان سامان کی نقل و حمل کرتے ہیں۔ یہ جہاز کیپ ٹاؤن ٹھہرتے ہیں اور کوئلہ لیتے ہیں اور دوبارہ پانی کا ذخیرہ کرتے ہیں۔ یہ بندرگاہ کھلی خلیج پر واقع ہے لیکن شمال مغربی سرد ہواؤں کے طوفان سے بچنے کے لیے ایک بند تعمیر کیا گیا ہے۔ یہاں جنوبی افریقہ کی تمام بندرگاہوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ وسیع و عریض خشک گودی ہے جہاں جہازروں کی مرمت ہو سکتی ہے۔ کیپ ٹاؤن اہم تجارتی مرکز ہے اور یہاں سے بے شمار اشیا مثلاً" پھل، انگور کی شراب، مربے اور زرعی پیداوار وغیرہ بر آمد کی جاتی ہیں۔ یہاں تیل صاف کرنے کا ایک بہت بڑا کارخانہ بھی ہے۔

سوالات

-1 افریقہ کو تاریک براعظم کیوں کہتے ہیں؟ اس کا مختصر سا تاریخی پس منظر بیان کیجیے۔

-2 افریقہ کی سطح کا جائزہ لیں اور اس کے نمایاں خدوخال وضاحت سے بیان کیجیے۔

-3 مصر کو تحفہ نیل کیوں کہا جاتا ہے؟ مصر کی زراعت پر مفصل نوٹ لکھیے۔

-4 براعظم افریقہ کے کن علاقوں میں بہت کم اور کن علاقوں میں قدرے گنجان اور کن علاقوں میں اوسط درجے کی آبادی ہے۔ دلائل دے کر واضح کیجیے۔

-5 افریقہ کے دریاؤں کی اہمیت بیان کیجئے اور واضح کیجیے کہ ان دریاؤں کا انسانی زندگی پر کیا اثر پڑتا ہے؟

-6 مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیے۔

مشرقی افریقہ کی شگافی وادی - قاہرہ - نہر سویز - کیپ ٹاؤن - سکندریہ - وادی نیل

آسٹریلیا
سطح (فزیکل)
0 200 400 800 کلومیٹر
سطح سمندر سے بلندی
2000 میٹر سے زائد
1,000 میٹر سے 2000
600 میٹر سے 1000
300 میٹر سے 600
300 میٹر سے کم
علاقہ نیو گنی
بحیرہ آرا فورا
بحیرہ تیمور
خلیج کارپینٹیریا
بحیرہ کورال
شمالی علاقہ
صحرائے گبسن
مغربی آسٹریلیا
جنوبی آسٹریلیا
کوئنز لینڈ
نیو ساؤتھ ویلز
وکٹوریہ
بحر الکاہل
بحیرہ تسمانیہ
جزیرہ نارفاک
نیو کیلیڈونیا
خلیج آسٹریلیا
بحر ہند
تسمانیہ
نیوزی لینڈ
شمالی جزیرہ
جنوبی جزیرہ
120 130 140 150 160 170
110 120 130 140 150 160 170
10 20 30 40

چودھواں باب

آسٹریلیشیا

آسٹریلیشیا ایک اصطلاح ہے جو عام طور پر ان علاقوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو براعظم ایشیا کے جنوب مشرق میں واقع ہیں۔ ان میں نیوگنی، آسٹریلیا، تسمانیہ، نیوزی لینڈ اور میلینشیا، مائیکرونیشیا اور پولینشیا کے چھوٹے بڑے تمام جزیرے شامل ہیں۔ جو جا بجا بحرالکاہل میں پھیلے ہوئے ہیں۔ (نقشہ نمبر 14.1)

آسٹریلیا کی دریافت اور آبادکاری :- یورپین قوموں نے پندرھویں صدی کے آخر میں سیاحت کے لیے بحری سفر کا آغاز کیا۔ 1606ء میں ایک ڈچ جہاز آسٹریلیا کے شمال میں جزیرہ نما کیپ یارک کے ساحلوں پر پہنچا۔ کچھ عرصہ بعد ڈچ سیاح نے آسٹریلیا کے شمالی اور مغربی ساحلوں کی سیاحت کی اور نقشہ تیار کیا۔ ایبل تسمان نامی ایک سیاح نے آسٹریلیا کے گرد ایک پورا چکر لگایا لیکن صرف اسی جزیرے پر اترا جو اس کے نام سے موسوم کیا گیا یعنی تسمانیہ لیکن اصل دریافت کا سہرا کیپٹن جیمز کک نامی ایک انگریز کے سر ہے جس نے آسٹریلیا کے مشرقی ساحل کی سیاحت کی اور سڈنی کے مقام پر اترا۔ اس مقام پر 1786ء میں پہلی انگریز بستی قائم ہوئی۔

ابتدا میں یہاں جرائم پیشہ لوگ آباد کیے گئے پھر قیدیوں اور آزاد لوگوں کے لیے "اور" بستیاں قائم کی گئیں۔ انیسویں صدی کے وسط میں وکٹوریہ اور نیو ساؤتھ ویلز میں سونے کی دریافت ہوئی اور بے شمار یورپین آ کر آباد ہو گئے۔ اس طرح تھوڑے سے عرصے میں آبادی کافی بڑھ گئی۔ آسٹریلیا چھ بستیوں میں تقسیم ہو گیا اور ان کے انتظام کے لیے ایک گورنر مقرر کیا گیا۔ 1900ء میں آسٹریلیا کی ان بستیوں کو سٹیٹس یعنی ریاستوں یا صوبوں کا نام دیا گیا۔ یہ ریاستیں ملکہ آسٹریلیا کی دولت مشترکہ بن گئی۔ اس طرح آسٹریلیا ایک فیڈریشن بن گئی جس کا دارالحکومت کینبرا مقرر ہوا۔

محل وقوع اور وسعت :- آسٹریلیا سب سے چھوٹا براعظم ہے جس کا رقبہ 7682300

مربع کلومیٹر ہے۔ یہ عرض بلد 10 درجے جنوب اور 44 درجے جنوب کے درمیان واقع ہے۔ خط جدی تقریباً اس کے وسط میں سے گزرتا ہے۔ 40 عرض بلد جنوب آبنائے باس (Bass) میں سے گزرتا ہے جو آسٹریلیا کو تسمانیہ سے جدا کرتا ہے۔ آسٹریلیا کا 40 فیصد شمالی حصہ منطقہ حارہ میں واقع ہے اور جنوبی حصہ زیادہ تر گرم منطقہ معتدلہ میں واقع ہے۔ شمالاً جنوباً زیادہ سے زیادہ فاصلہ تقریباً 3219 کلومیٹر (2000 میل) اور شرقاً غرباً تقریباً 4023 کلومیٹر (2500 میل) ہے۔

طبعی خدوخال :- مجموعی طور پر آسٹریلیا کی سطح زیادہ بلند نہیں ہے۔ اس میں نہ تو بہت بلند پہاڑ ہیں اور نہ ہی بلند سطح مرتفع، یہ براعظم کم بلند سطح مرتفع اور وسیع میدانوں پر مشتمل ہے۔

آسٹریلیا تین بڑے طبعی خطوں میں تقسیم ہو سکتا ہے۔

1- مغربی سطح مرتفع 2- وسطی میدان 3- مشرقی پہاڑ

1- مغربی سطح مرتفع :- یہ ایک وسیع و عظیم سطح مرتفع ہے جو آسٹریلیا کے نصف سے زیادہ حصے پر حاوی ہے۔ یہ پرانے وقتوں سے زمین کا ایک قائم قطعہ ہے جس پر حرکات ارضی کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس کی سطح پرانی چٹانوں پر مشتمل ہے جس میں گرینائٹ چٹان کثرت سے ہے۔ سطح مرتفع کا بیشتر حصہ سطح سمندر سے 180 میٹر (600 فٹ) سے 300 میٹر (1000 فٹ) تک بلند ہے جس میں ہموار میدان کے وسیع علاقے موجود ہیں۔ ان میدانی حصوں میں کہیں کہیں کچھ بلند علاقے موجود ہیں مثلاً شمال مغرب میں آرن ہیم لینڈ سطح مرتفع، کمبرلے سطح مرتفع اور ہمرزلے پہاڑیاں۔ آسٹریلیا کی مغربی سطح مرتفع کے مشرقی حصے میں میکڈونل اور مسگریو پہاڑیاں ہیں۔ یہ پہاڑیاں براعظم کے وسط میں ہیں اور شرقاً غرباً ایک دوسرے کے متوازی واقع ہیں۔ ان کے بیشتر حصوں میں کم گہرے نشیبی علاقے ہیں مثلاً گبسن صحرا سطح مرتفع کے وسط میں اور گریٹ وکٹورین صحرا جنوب میں واقع ہے۔

آسٹریلیا کی مغربی سطح مرتفع مغربی ساحلی میدان کی طرف زیادہ ڈھلوان ہے۔ جنوب مغرب میں ڈھلوان کنارہ ڈارلنگ سکارپ کہلاتا ہے۔ سطح مرتفع میں پانی کی کمی ہے۔ اس کے بیشتر حصوں میں پانی موجود ہی نہیں ہے۔ مستقل دریا ناپید ہیں۔ صرف شمالی اور مغربی کناروں پر چھوٹے چھوٹے دریا بہتے ہیں۔ جب بارش ہوتی ہے تو پانی ہموار فرشوں والی

جھیلوں میں جمع ہو جاتا ہے اور شور جھیل بن جاتی ہے۔ عمل تبخیر سے پانی بخارات بن کر اڑ جاتا ہے تو جھیل خشک شورزار کی شکل اختیار کر لیتی ہے جس پر کئی میٹر موٹی نمک کی تہہ جمی ہوتی ہے۔ ایسی شور جھیلیں اور شورزار سطح مرتفع کے جنوب مغربی حصے میں بے شمار ہیں۔

2- وسطی میدان :- مشرقی پہاڑوں اور مغربی سطح مرتفع کے درمیان وسطی میدان واقع ہے۔ یہ شمال میں خلیج کارپن ٹیریا سے لے کر دریائے مرے کے دہانے تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ خطہ تین نشیبی علاقوں پر مشتمل ہے۔ جو آسٹریلیا کے تین بڑے نکاسی طاس ہیں۔

(الف) خلیج کارپن ٹیریا کا طاس' (ب) جھیل آئر کا طاس' (ج) مرے ڈارلنگ کا طاس

(الف) خلیج کارپن ٹیریا کا طاس لہردار سطح کا میدان ہے جس کی ڈھلوان بہت معمولی ہے اور اس میں دریا دلدلی علاقے میں بہتے ہیں جو خلیج کے ساحلی علاقے ہیں۔ ان میں سے بہت سے دریا خلیج تک نہیں پہنچتے۔ ان میں کچھ موسمی ہیں جو صرف بارش کے موسم میں بہتے ہیں۔

(ب) جھیل آئر کا طاس پلیٹ نما وسیع نشیبی علاقہ ہے جو 1243,000 مربع کلومیٹر (480,000 مربع میل) رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ خطہ دنیا کے بڑے اندرونی نکاس کے علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔

برکلے کی پہاڑیاں اس کو خلیجی میدان سے جدا کرتی ہیں۔ جھیل آئر کے طاس میں بہت سی شور جھیلیں یا شور زار ہیں جن میں پانی نہیں ہے اور ان کے فرشوں پر نمک کی موٹی موٹی تہیں موجود ہیں۔ ان سب میں جھیل آئر سب سے بڑی ہے جو سطح سمندر سے 12 میٹر (40 فٹ) نیچے ہے۔

(ج) مرے ڈارلنگ کا طاس تینوں طاسوں میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ یہ ایک وسیع میدان ہے جس میں درخت ناپید ہیں اور مرے' ڈارلنگ اور اس کے معاون اسے سیراب کرتے ہیں۔ مرے ڈارلنگ دریاؤں کا نظام ہی آسٹریلیا میں اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ آسٹریلیا کی معیشت میں اس کا بڑا کردار ہے۔ دریائے مرے اور دریائے مرم بجی میں سال بھر پانی بہتا ہے اور یہ فصلوں کی کاشت کے لیے پانی مہیا کرتے ہیں۔ مرے دریا میں اس کے دہانے کے قریب جہازرانی تو نہیں ہو سکتی کیونکہ جھیل سکندریہ جس میں یہ دریا گرتا ہے ریت کی باروں اور ساحلی جھیلوں سے گھری ہوئی ہے۔ البتہ اس کی درمیانی

گزرگاہیں مقامی طور پر آبی راستوں کا کام دیتی ہیں۔

(ج) مشرقی پہاڑ :- براعظم آسٹریلیا کے تمام مشرقی ساحل کے ساتھ مشرقی پہاڑوں کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ ان کو گریٹ ڈیوائڈنگ رینج بھی کہا جاتا ہے۔ یہ پہاڑ کوئنز لینڈ کے شمال میں خلیج یارک (کیپ یارک) سے ساؤتھ ویلز کے جنوب تک جاتے ہیں جہاں سے یہ مغرب کی طرف وسطی وکٹوریہ تک پھیل گئے ہیں۔ ان کی کل لمبائی 3200 کلومیٹر ہے۔ یہ پہاڑ ہمالیہ اور اینڈیز کی طرح بلند نہیں ہیں۔ حقیقتاً سطح مرتفع کا بلاک ہے جو بے قاعدہ صورت میں موجود ہے اور جس کو جگہ جگہ دریاؤں نے کاٹ کر تنگنائے (گھاٹیاں) بنا دی ہیں۔

مشرقی پہاڑوں کی زیادہ سے زیادہ بلندی 2000 میٹر (6600 فٹ) نیو ساؤتھ ویلز اور وکٹوریہ کی سرحد پر ہے۔ ماؤنٹ کوسی اس کو 2228 میٹر (7310 فٹ) بلند ہے اور اس کے قریب ہی سنوئی پہاڑ ہیں۔ مشرقی پہاڑی سلسلہ کا مشرقی پہلو زیادہ ڈھلوان ہے اور مغرب کی طرف ڈھلوان بہت کم ہے یہاں تک کہ بتدریج وسطی میدان کے ساتھ مدغم ہو جاتا ہے۔

مشرق کی طرف بہنے والے دریا چھوٹے اور تیز رفتار ہیں۔ جو مغرب کی طرف بہتے ہیں وہ لمبے ہیں اور ان کی ڈھلان معمولی ہے۔ ان پہاڑوں کی مشرقی ڈھلانوں پر بارش زیادہ ہوتی ہے اور نچلی ڈھلانیں گھنے جنگلات سے ڈھکی ہوئی ہیں۔

آبادی :- آسٹریلیا کی آبادی 17.5 ملین (1992) ہے۔ جو دوسرے براعظموں کے مقابلہ میں سب سے کم ہے۔ آبادی کا بیشتر حصہ نیو ساؤتھ ویلز اور وکٹوریہ میں آباد ہے۔ سارے براعظم کے حوالہ سے آبادی فی مربع کلومیٹر 2 افراد سے کم ہے۔ آسٹریلیا کے زیادہ گنجان آباد علاقے مندرجہ ذیل ہیں۔

1- آسٹریلیا کا دارالحکومت کینبرا (37 افراد فی مربع کلومیٹر)

2- وکٹوریہ (14 افراد فی مربع کلومیٹر)

3- نیو ساؤتھ ویلز (6 افراد فی مربع کلومیٹر)

براعظم میں آبادی کی تقسیم ایک جیسی نہیں ہے۔ بیشتر لوگ ساحلی علاقوں اور ساحلوں کے قریب علاقوں میں رہتے ہیں۔ ان علاقوں کی آب و ہوا اچھی ہے اس لیے کہ یہ منطقہ معتدلہ میں واقع ہیں۔ 99 فیصد لوگ برطانیہ اور دیگر ممالک سے آ کر بس گئے

یہاں بارش یقینی ہوتی ہے' پانی کی فراوانی ہے اور قابل کاشت زمین بہت ہے۔

براعظم کے اندرونی حصوں میں عام طور پر آبادی کم ہے۔ ان علاقوں میں لوگ زیادہ تر بھیڑوں کی پرورش کرتے ہیں یا کان کنی کرتے ہیں۔ ان علاقوں میں آبادی کی گنجائش ایک فرد 20 مربع کلومیٹر (فی) ہے ان علاقوں میں پانی کی قلت ہے۔ آرٹیزن کنویں پانی مہیا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان علاقوں میں لوگ آباد ہونا پسند نہیں کرتے۔

ایک اور خاص بات آسٹریلیا کی آبادی کی تقسیم کے بارے میں یہ ہے کہ تقریباً 82 فیصد لوگ شہروں اور قصبوں میں آباد ہیں اور صرف 18 فیصد دیہات میں رہتے ہیں۔ وہ لوگ جو شہروں میں آباد ہیں ان میں 56 فیصد ریاستوں کے صدر مقام میں بستے ہیں اور 25 فیصد قصبوں میں رہتے ہیں۔

• شہروں کی طرف لوگ اس لیے کھچے آتے ہیں کہ شہروں میں سہولتیں بہت ہیں' کاروبار اور ملازمتوں کے مواقع ہیں۔ دیہات میں زندگی کی کئی مشکلات درپیش ہیں۔ پانی کی کمی کی وجہ سے زراعت نہیں ہو سکتی اور جانوروں' مویشیوں' بھیڑوں وغیرہ کے لیے پانی کی کمی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ بڑے بڑے کھیتوں میں مشینوں' ٹریکٹروں وغیرہ کے استعمال سے مزدوروں کی ضرورت نہیں رہتی نیز بھیڑوں وغیرہ کی پرورش کے لیے کم افراد درکار ہیں۔ اسی لیے لوگ دیہات سے شہروں کا رخ کرتے ہیں۔

برطانوی لوگوں کی آمد سے قبل آسٹریلیا کے اصلی باشندے 3 لاکھ کے لگ بھگ تھے جو اٹھارہ سو سال قبل انڈونیشیا سے یہاں آکر آباد ہوئے۔ یورپین کے ساتھ ان کے تصادم کی وجہ سے ان کی تعداد کم ہو گئی۔ آج وہ ایک لاکھ چھ ہزار کے قریب ہیں جن میں تقریباً" پچاسی ہزار افراد مخلوط نسل سے ہیں۔

برطانوی لوگوں کی آبادی 1788ء سے شروع ہوئی جب برطانیہ میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ آسٹریلیا کو جرائم پیشہ آبادی بنایا جائے۔ اس سلسلے میں پورٹ جیکسن (موجودہ پورٹ سڈنی) کا مقام منتخب کیا گیا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آزاد آبادکار بھی قیدیوں کے ساتھ شامل ہو کر آباد ہونے لگے۔ 1850ء میں یورپین لوگوں کی آبادی 4 لاکھ تھی۔ دس سال کے عرصے میں بڑھ کر تین گنا ہو گئی۔

آسٹریلیا کی آبادکاری میں معدنیات کی دریافت نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ 1890ء میں مغربی آسٹریلیا میں کالگورلی (Kalgoorlie) کے مقام پر سونے کی دریافت کی وجہ سے آبادی

میں اضافہ ہوا۔ بروکن ہل کی آبادی میں بھی معدنیات کی وجہ سے اضافہ ہوا۔ یہاں معدنیات مثلاً" چاندی، سیسہ اور جست وسیع پیمانے پر پائی جاتی ہے۔ اس شہر کی موجودہ آبادی 30,500 کے لگ بھگ ہے۔ اگرچہ یہ بارش کی مقدار صرف 250 ملی میٹر سالانہ ہے تاہم یہ شہر ترقی کر کے خوشحال ہو گیا ہے۔

آج آسٹریلیا کی آبادی کے 85 فیصد لوگ اس لائن کے جنوب مشرق میں رہتے ہیں جو برسن (کوئنز لینڈ) اور پورٹ آگسٹا (جنوبی آسٹریلیا) کو آپس میں ملاتی ہے۔

نیوزی لینڈ

محل وقوع اور وسعت :- نیوزی لینڈ دو بڑے جزیروں (نارتھ آئی لینڈ اور ساؤتھ آئی لینڈ) اور کئی چھوٹے جزیروں پر مشتمل ہے۔ یہ ملک عرض بلد 34 درجے جنوب اور 47 درجے جنوب کے درمیان واقع ہے۔ یہ آسٹریلیا کے جنوب مشرق میں 1600 کلومیٹر (1000 میل) سے زیادہ فاصلے پر ہے۔ دونوں بڑے جزیروں کا رقبہ 270.534 مربع کلومیٹر (104,000 مربع میل) ہے جو مغربی ملیشیا سے تقریباً" دگنا ہے۔

سطح :- نیوزی لینڈ مجموعی طور پر ایک پہاڑی ملک ہے۔ اس کا صرف ایک چوتھائی حصہ میدانی ہے۔ اس کے پہاڑ ملک میں ریڑھ کی ہڈی کی طرح جنوب مغرب سے شمال مشرق کی طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ نیوزی لینڈ میں آتش فشاں پہاڑ، گرم پانی کے چشمے اور گیسرز بھی موجود ہیں جو زیادہ تر شمالی جزیرے (نارتھ آئی لینڈ) میں ہیں۔ میدانی علاقے زیادہ تر ساحلی میدانوں تک ہی محدود ہیں۔ جنوبی جزیرہ (ساؤتھ آئی لینڈ) میں پہاڑوں کا جو سلسلہ ہے اسے جنوبی ایلپس کہتے ہیں۔ یہ مغربی ساحل کے زیادہ قریب ہے اور میدانی حصے مشرق کی طرف واقع ہیں۔ شمالی جزیرے میں پہاڑ مشرقی ساحل کے زیادہ قریب ہیں جب کہ میدان مغرب کی طرف ہیں۔ ان پہاڑی سلسلوں کا ملک کی آب و ہوا پر بہت اثر پڑتا ہے جنوبی جزیرے میں پہاڑ 2600 میٹر بلند ہیں۔ جو ہمیشہ برف سے ڈھکے رہتے ہیں۔

ساؤتھ آئی لینڈ :- اس میں ملفوفہ پہاڑوں کا بلند ترین سلسلہ ہے جن کو جنوبی ایلپس کہتے ہیں۔ یہ پہاڑ جزیرے کے تین چوتھائی حصہ پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان پہاڑوں کی اوسط

بلندی 2400 میٹر (8000 فٹ) سے زیادہ ہے اور سب سے بلند چوٹی ماؤنٹ کک ہے جو 3763 میٹر (12349 فٹ) اونچی ہے۔ پہاڑوں کی چوٹیاں گلیشیروں سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ جنوبی جزیرے کے مشرق میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا وسیع پہاڑی علاقہ ہے۔ اس کے مشرق کی طرف پست میدانی علاقہ ہے جسے کینٹربری میدان کہتے ہیں۔ یہ میدان تقریباً 322 کلومیٹر (200 میل) لمبا اور اوسطاً 64 کلومیٹر (40 میل) چوڑا ہے۔

جنوبی ایلپس کے جنوب مشرق میں اوٹاگو کی سطح مرتفع ہے۔ اس علاقے کے دریاؤں نے سطح مرتفع کو کاٹ کر کئی بلاکوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ مغربی ساحل کے ساتھ تنگ ساحلی میدان ہے۔ پہاڑ چونکہ ساحل کے قریب واقع ہیں اس لیے دریا چھوٹے اور تیز رفتار ہیں۔ انتہائی جنوبی حصے میں فیرڈ ساحل سیاحوں کے لیے خوبصورت منظر پیش کرتے ہیں۔

نارتھ آئی لینڈ:- شمالی جزیرے میں ملفوفہ پہاڑ اس کے مشرقی حصے میں ہیں۔ یہ زیادہ بلند نہیں ہیں۔ ان کی بلند چوٹیاں 1500 میٹر (5000 فٹ) اونچی ہیں۔ اس پہاڑی خطے کے مغرب میں اور جزیرے کے وسط میں آتش فشاں پہاڑ اور گرم پانی کے چشمے وغیرہ ہیں۔ شمالی جزیرے میں پہاڑوں کا سلسلہ جزیرے کے مشرقی حصے میں واقع ہے۔ بعض علاقوں میں ایسے گرم پانی کے چشمے ہیں کہ ان کے پانی کا درجہ حرارت درجہ کھولاؤ کے قریب ہے اور کھلی ہوا میں کھانا پکایا جا سکتا ہے۔ اس جزیرے کے شمال میں جزیرہ آک لینڈ ہے جس کی سطح بہت ناہموار ہے اور اس کا ساحل ریا RIA قسم کا ہے۔

آب و ہوا:- سوائے انتہائی شمالی حصے کے تقریباً تمام ملک مغربی ہواؤں کے حلقہ اثر میں واقع ہے۔ ان جزائر کے مغربی حصوں میں کثرت سے بارش ہوتی ہے لیکن مشرقی حصوں میں کم ہے۔ بارش تقریباً سارا سال ہوتی ہے۔ نیوزی لینڈ میں نہ تو بہت زیادہ سردی پڑتی ہے اور نہ بہت زیادہ گرمی ہوتی ہے۔ اس لیے یہاں چراگاہیں کثرت سے ہیں اور گیا ہستان سارا سال سرسبز رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نیوزی لینڈ مویشی پروری اور بھیڑوں کی پرورش میں دنیا کے دوسرے ممالک سے سبقت لے گیا ہے۔

مویشی پروری:- نیوزی لینڈ دنیا میں شیر سازی کی صنعت میں بہت مشہور ہے۔ مکھن کی برآمد میں یہ ڈنمارک کے بعد دوسرے نمبر پر ہے اور پنیر کی برآمد میں ہالینڈ کے بعد دوسرے

نمبر پر ہے۔ لیکن پنیر اور مکھن کی مجموعی برآمد میں نیوزی لینڈ اول نمبر پر ہے۔ شمالی جزیرہ مویشیوں کی پرورش کے لیے خاص اہمیت کا حامل ہے جہاں ملک کے 90 فیصد مویشی دودھ، مکھن اور پنیر کے لیے پالے جاتے ہیں۔ مویشی پروری کا سب سے زیادہ مشہور علاقہ وائی کیٹو ٹیمز کا میدان ہے جو آک لینڈ شہر کے جنوب کی طرف ہے۔ دوسرے اہم علاقے بلنٹی میدان، جزیرہ نما آک لینڈ، ماناواٹو میدان جنوب مغرب میں اور تاراناکی علاقہ ماؤنٹ ایگمونٹ کے گرد مشرق میں ہے۔

نیوزی لینڈ میں صنعت شیر سائنسی طریقوں کے مطابق عمل میں لائی جاتی ہے۔ دودھ دھونے والی بجلی کی مشینوں کا استعمال عام ہے۔ اس طرح مزدوری میں کافی بچت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ دو گھنٹے سے کم وقت میں پچاس سے ساٹھ گائیوں کا دودھ دھویا جا سکتا ہے۔ نیوزی لینڈ کے شیر حاصلات کا سب سے بڑا گاہک برطانیہ ہے۔

بھیڑوں کی پرورش :- نیوزی لینڈ میں بھیڑیں بہت بڑی تعداد میں نہ صرف اون کے لیے بلکہ اون اور گوشت دونوں کے لیے پالی جاتی ہیں۔ یہ بھی نیوزی لینڈ میں ایک اہم زرعی سرگرمی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ملک میں پانچ کروڑ بھیڑوں سے کم نہیں ہیں۔ اون اور گوشت ملک کی معیشت میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ 55 فیصد سے زیادہ تعداد میں بھیڑیں نارتھ آئی لینڈ میں ہیں جہاں بھیڑوں کی پرورش کے مشہور علاقے مشرقی کوہستان اور میدان، مغربی اندرونی کوہستانی علاقے اور جنوب مغربی میدان ہیں۔ جنوبی جزیرے میں اہم علاقے کینٹربری میدان اور ڈاؤن لینڈز ہیں۔

شمالی اور جنوبی دونوں جزیروں میں گھاس بونے سے جہاں عمدہ چراگاہیں مل جاتی ہیں وہاں دوغلی نسل کی بھیڑیں پالی جاتی ہیں جو گوشت اور اون دونوں کے لیے مفید ہیں۔

گیہوں اور دیگر فصلیں :- گیہوں کی کاشت اتنی اہم نہیں جتنی کہ مویشی پروری - یہ زیادہ تر کینٹربری میدان میں کاشت کیا جاتا ہے جہاں دھوپ اور خشک آب و ہوا اس کی کاشت کے لیے موزوں ہے۔ ملک کی کل گیہوں کی پیداوار کا 80 فیصد کینٹربری کے میدان میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اوٹس، جو اور کئی دوسری فصلوں کی کاشت بھی ہوتی ہے۔

اوٹس جنوبی جزیرے میں خوب پھلتا پھولتا ہے کیونکہ یہاں آب و ہوا قدرے سرد ہے اور گیہوں شمالی جزیرے کی خاص پیداوار ہے جو قدرے گرم ہے۔ جو سے شراب کشید

کی جاتی ہے پھل زیادہ تر جنوبی جزیرے میں نیلسن کے گرد و نواح میں پیدا ہوتے ہیں جہاں خاصی بارش ہوتی ہے اور دھوپ بھی خوب پڑتی ہے۔ سیب کی کل پیداوار کا نصف حصہ یہاں پیدا ہوتا ہے۔ جزیرہ نما آک لینڈ ترش پھلوں مثلاً سنگترے، لیموں اور انگوروں کی پیداوار کے لیے مشہور ہے جہاں آب و ہوا قدرے گرم ہے۔ وسطی اوٹاگو میں جہاں آب و ہوا سرد ہے خوبانیاں، آڑو اور سیب پیدا ہوتے ہیں۔

نیوزی لینڈ کی آبادی :- اگرچہ نیوزی لینڈ کی آبادی زیادہ نہیں ہے تاہم اس کی اوسط آبادی فی مربع کلومیٹر آسٹریلیا سے زیادہ ہے۔ یہاں اوسطاً ایک مربع کلومیٹر میں 10 افراد بستے ہیں۔ آسٹریلیا کی طرح نیوزی لینڈ میں شہری آبادی بہت زیادہ ہے۔ ملک کی کل آبادی کا دو تہائی حصہ شہروں اور قصبوں میں آباد ہے۔ لوگ زیادہ تر آک لینڈ، ولنگٹن، کرائسٹ چرچ اور ڈیوڈن شہروں میں رہتے ہیں۔ نیوزی لینڈ کی کل آبادی 3.40 ملین (1993) ہے

نیوزی لینڈ کے اصلی باشندے ماؤری کہلاتے ہیں جو زیادہ تر شمالی جزیرے میں رہتے ہیں۔ یہ لوگ چودھویں صدی کے وسط میں اوقیانوسی جزیروں سے آکر آباد ہوئے۔ یہ لمبے قد اور بھوری جلد والے لوگ ہیں۔ جن کے بال کالے ہیں۔ یہ لوگ لکڑی اور پتھر میں کھدائی کا کام کرتے ہیں۔ نیز ڈیزائنوں والے کپڑے بننے میں مہارت رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ماحول سے بہت جلد مناسبت پیدا کر لیتے ہیں اور اب ملک کے ہر شعبہ میں مہارت رکھتے ہیں۔ ان کی کل تعداد دو لاکھ سے زیادہ ہے۔

مشہور شہر

ولنگٹن :- نیوزی لینڈ کا دارالحکومت ہے۔ یہ شمالی جزیرے کے جنوبی سرے پر واقع ہے۔ اس طرح ملک میں اسی شہر کو دو جزیروں کے حوالے سے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ شہر پورٹ نکلسن کے مغرب کی طرف واقع ہے جو ایک عمدہ قدرتی بندرگاہ ہے۔ یہاں پر لکڑی چیرنے، گوشت محفوظ کرنے اور مکھن و پنیر بنانے کی فیکٹریاں ہیں۔ اس کے عقبی علاقے میں ہٹ وادی ہے جس میں لوئر ہٹ کا شہر ایک مشہور صنعتی مرکز بن گیا ہے۔ اس شہر میں گوشت کو بند ڈبوں میں محفوظ کرنے، دودھ سے بالائی نکالنے اور اونی کپڑا بننے کے کارخانے قائم ہو گئے ہیں۔ نیز یہاں ریلوے ورکشاپ اور کل پرزوں سے گاڑیاں جوڑنے کی فیکٹری ہے۔ ولنگٹن کی کل آبادی 325700 (1992) ہے

آک لینڈ :- یہ شہر شمالی جزیرے میں ایک آبنائے پر واقع ہے۔ اس کی آبادی 966300 (1993) ہے یہ دو بندرگاہوں کے درمیان ہے۔ ایک اس کے شمال کی طرف جو قدرتی بندرگاہ ہے اور دوسری اس کے جنوب میں ہے۔ ملک کی بیرونی تجارت زیادہ تر اسی شہر کے ذریعہ ہوتی ہے۔ آنے جانے والے مسافروں کا مرکز ہے۔ یہاں سے مسافر بذریعہ نہر پانامہ مشرقی امریکہ اور مشرقی یورپ کو جاتے ہیں۔ صنعتی ترقی میں یہ شہر ولنگٹن سے بھی سبقت لے گیا ہے۔ اس کی بڑی بڑی صنعتیں پارچہ بانی، انجینئرنگ، غلہ پیسنا، بسکٹ بنانا اور چھپائی کرنا ہیں۔ اس کی مشہور اشیاء برآمد اون اور گوشت ہیں۔

سڈنی :- براعظم آسٹریلیا کا سب سے بڑا شہر ہے۔ جس کی آبادی 37 لاکھ سے زیادہ ہے۔ مشرقی ساحل پر یہ اہم بندرگاہ بھی ہے۔ یہ 1788ء میں آباد ہوا جسے پورٹ جیکسن کا نام دیا گیا۔ سب سے پہلے اسے قیدیوں کی بستی بنایا گیا۔ سڈنی ہاربر بہت گہری ہے جہاں بڑے بڑے جہاز آکر لنگر انداز ہو سکتے ہیں۔ ساحل پر بہت سی خشک گودیاں ہیں جن میں بیک وقت کئی جہاز ٹھہر سکتے ہیں۔ سڈنی بندرگاہ کا عقبی علاقہ ایک اہم صنعتی مرکز ہے۔ اس کی بڑی اشیاء برآمدات اون، گندم، کوئلہ، مکھن اور کھالیں ہیں۔ شہر کا جنوبی حصہ جو زیادہ اہمیت کا حامل ہے پورٹ جیکسن کے شمال میں ایک حصہ سے بذریعہ پل ملا ہوا ہے جس کو سڈنی ہاربر برج کہتے ہیں۔ اس پل کا شمار دنیا کے مشہور معلق پلوں میں ہوتا ہے۔

ملبورن :- یہ آسٹریلیا کی دوسری سب سے بڑی بندرگاہ ہے اور وکٹوریہ دارالحکومت ہے۔ اس کی آبادی 3153500 ہے۔ ملبورن آسٹریلیا کے جنوبی ساحل پر خلیج پورٹ فلپ کے شمال میں دریائے یرّا پر واقع ہے۔ یہ سمندر سے 58 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اس کی بندرگاہ پورٹ فلپ کم گہری ہے اس لیے اس کی زیر آب کھدائی کروانی پڑتی ہے تاکہ بڑے بڑے جہاز آکر ٹھہر سکیں۔ اس شہر کو ریاست وکٹوریہ میں مرکزی مقام حاصل ہے۔ یہ ریلوں، سڑکوں اور ہوائی راستوں کا بڑا مرکز ہے۔ ملبورن کو آسٹریلیا کے دو اہم زرعی علاقوں کا قرب حاصل ہے۔ وکٹوریہ کے پہاڑی سلسلہ میں ایک تنگ درہ کے ذریعہ مرے کے طاس تک رسائی حاصل ہے۔ ملبورن میں تیل صاف کرنے کا کارخانہ اور اونی کپڑے کے کارخانے قائم ہیں۔ اس کی مشہور اشیاء برآمد اون، گندم، آٹا، مکھن، گوشت، شراب اور سونا ہیں۔

پرتھ :- مغربی آسٹریلیا کا صدر مقام ہے۔ مغربی آسٹریلیا کا یہ واحد بڑا شہر ہے۔ یہ دریائے

سوین پر سمندر سے 19 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پرتھ کا عقبی علاقہ باغات' چراگاہوں' گندم کے وسیع کھیتوں' کمبرلے کے مویشیوں کے اڈوں اور سونے کی کانوں پر مشتمل ہے۔ پرتھ کے ذریعہ ان علاقوں کی اشیاء باہر بھیجی جاتی ہیں۔ اس کے ذریعہ گندم' آٹا' اون' عمارتی لکڑی' سونا اور سیب برآمد کیے جاتے ہیں۔ مغربی آسٹریلیا کی بیشتر تجارت پرتھ کے ذریعہ ہوتی ہے۔ سنگاپور' کولمبو اور جنوبی افریقہ سے آنے والے جہازوں کے لیے یہ پہلا سٹیشن ہے۔ اس شہر کی آبادی 3698500 ہے۔

سوالات

-1 آسٹر-ملیشیا سے کیا مراد ہے؟ اس میں کون کون سے علاقے شامل ہیں؟
-2 آسٹریلیا کی آبادکاری کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ مختصراً بیان کریں۔
-3 آسٹریلیا کی آبادی چھدری ہے' کسی جگہ کم اور کسی جگہ زیادہ ہے۔ آسٹریلیا میں آبادی کی تقسیم غیر مساوی ہے۔ اس کی وجوہات بیان کریں۔
-4 آسٹریلیا کے تین بڑے نکاسی طاس کون سے ہیں؟ ہر ایک کا مختصر حال لکھیے۔
-5 نیوزی لینڈ کی طبعی حالت اور معاشی سرگرمیوں کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟
-6 نیوزی لینڈ کے نارتھ آئی لینڈ اور ساؤتھ آئی لینڈ کا مقابلہ کیجیے۔
-7 نیوزی لینڈ کی زراعت' مویشی پروری اور شیر سازی کی صنعت کا مفصل حال بیان کیجیے۔
-8 مختصر نوٹ لکھیے۔
نیوزی لینڈ کی آبادی - مرے ڈارلنگ کا طاس - آسٹریلیا کی مغربی سطح مرتفع - آسٹریلیا کے مشرقی پہاڑ - سڈنی - پرتھ - ملبورن - ولنگٹن

پندرھواں باب

تقسیم اور اعداد و شمار کے نقشے

(Distribution and Statistical Maps)

نقشوں پر صرف زمین کی سطح کے مختلف خدوخال ہی دکھانا کافی نہیں بلکہ آئے دن ایسے نقشوں کی بھی ضرورت بڑھتی جا رہی ہے جن میں بارش، حرارت، پیداوار، آبادی، معدنیات اور سینکڑوں دوسری معاشرتی دلچسپی کی اشیاء دکھائی جا سکتی ہوں۔ ان کو دوسرے نقشوں مثلاً رقبائی وغیرہ سے فرق کرنے کے لیے اعداد و شمار (Statistical) کے نقشوں کا نام دیا جاتا ہے۔ بعض وقت ان کو ہم تقسیمی نقشے بھی کہتے ہیں۔ یعنی (Maps Distribution) کیونکہ یہ نقشوں پر مختلف طریقوں سے چیزوں کی تقسیم دکھاتے ہیں۔

جیسا کہ آپ نے پہلے پڑھا ہے نقشے پر ہم جو بھی چیز دکھانا چاہیں۔ علامات یا نشانات کی مدد سے دکھاتے ہیں۔ اسی طرح تقسیم کے ان نقشوں میں بھی ہم نشانات (Symbols) استعمال کرتے ہیں۔ ان نشانات کے بارے میں پہلے تو یہ یاد رکھیں کہ اپنی خاصیت کے مطابق نشانات دو قسم کے ہوتے ہیں مثلاً

اگر کسی نشان کے ذریعے کوئی اعداد دکھائے جا رہے ہوں تو ایسے نشان کو ہم عددی نشان (Quantitative Symbol) کہیں گے۔ فرض کریں اگر ایک نقطہ یا Dot کا نشان ایک ہزار کی آبادی کے لیے استعمال ہو رہا ہو تو یہ نشان عددی نشان ہو گا۔ اس طرح جن نقشوں میں عددی نشان استعمال ہوں ان نقشوں کو ہم عددی تقسیم کے نقشے (Maps Quantitative) کا نام دیں گے۔ دوسری طرف ہم مختلف انسانوں کی صفتی تقسیم دکھانے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر ایک نقطہ کسی مقام، گاؤں یا شہر وغیرہ کو دکھا رہا ہو تو اس وقت اس کے ساتھ ساتھ کسی قسم کے عدد کا تصور سامنے نہیں آتا بلکہ محض کسی مقام کی صفتی خاصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس لیے اس قسم کے نشانات (Symbols) کو Qualitative Symbols یا صفتی نشان کہتے ہیں اور ایسے نقشوں کو صفتی نقشے یعنی (Qualitative Maps) کہتے ہیں۔
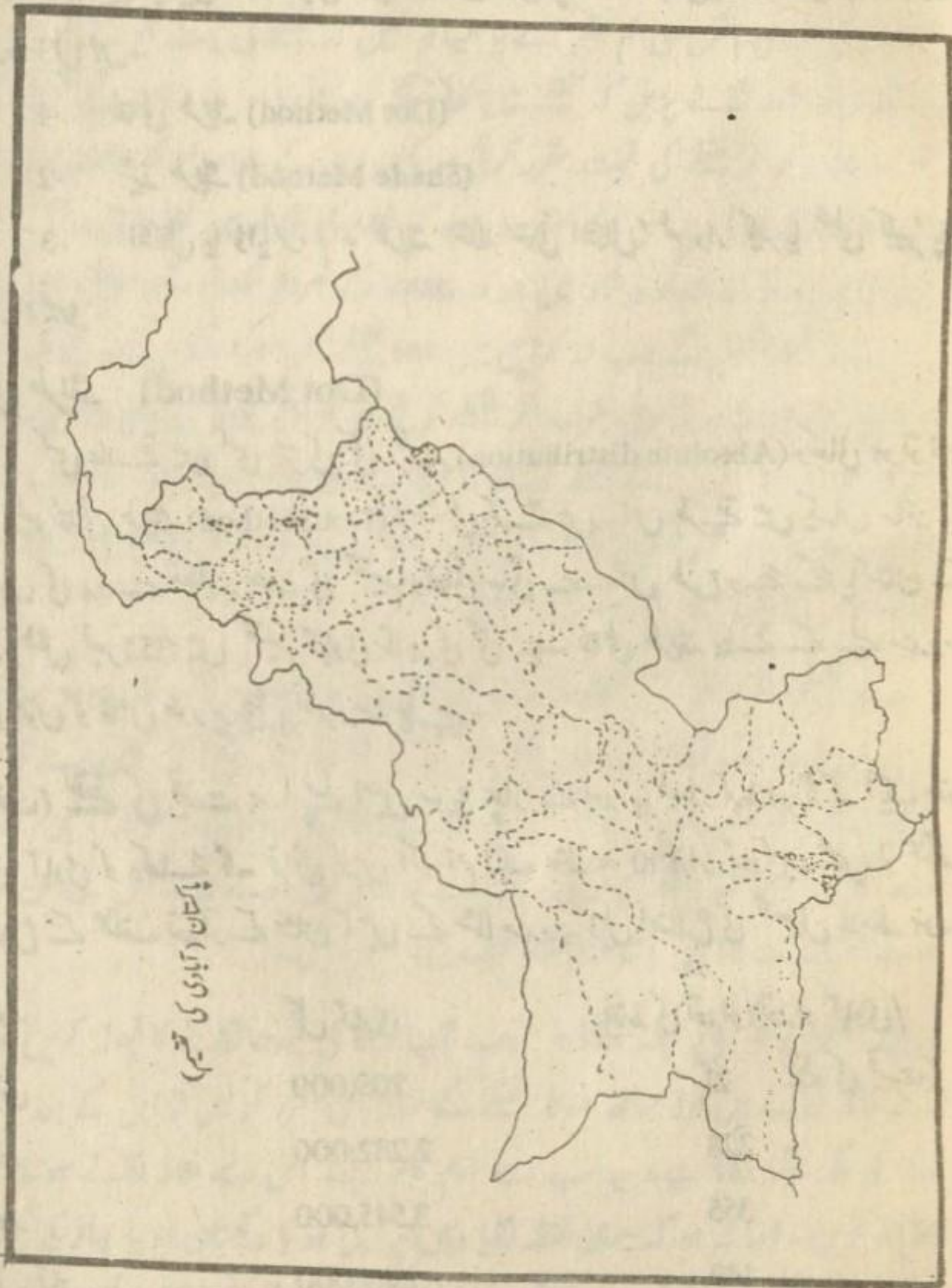
آبادی کی تقسیم

تقسیم اور اعداد و شمار دکھانے کے کئی طریقے ہیں جن میں سے آپ کو کچھ اس مرحلے پر بتائیں جائیں گے۔ باقی اگلی کلاسوں میں پڑھائے جائیں گے۔ یہ چند طریقے مندرجہ ذیل ہیں۔

1- نقاطی طریقہ (Dot Method)

2- شیڈ طریقہ (Shade Method)

3- اشکال یا ڈایاگرام کا طریقہ مثلاً ستونی اشکال، خم دار لکیر یا خطی لکیر، پائی اشکال وغیرہ

نقاطی طریقہ (Dot Method)

کسی علاقے میں کسی چیز کی کلی تقسیم (Absolute distribution) دکھانی ہو تو اس کے لیے نقاطی طریقہ (Dot Method) استعمال کرتے ہیں۔ اس طریقے میں یکساں سائز کے نقطوں کی مدد سے مطلوبہ حصہ کی تقسیم دکھائی جاتی ہے۔ جس طرح دیئے گئے پاکستان کے نقشے (شکل نمبر 15.1) میں تقسیم آبادی ظاہر کی گئی ہے۔ نقاطی طریقہ بنانے کے لیے مندرجہ ذیل باتوں کو خاص طور پر پیش نظر رکھنا چاہیے۔

(الف) نقطے کی قیمت:- پہلے ہمیں سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ ایک نقطہ کتنی آبادی کو دکھائے گا۔ فرض کریں اگر ہم ایک نقطہ = 10 ہزار آبادی رکھیں تو مختلف اضلاع کے مختلف تعداد کے نشان آئیں گے مثلاً مندرجہ ذیل اضلاع کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

ضلع	کل آبادی	نقاط کی تعداد (تعداد آبادی/ نقطے کی قیمت)
چترال	209,000	21
پشاور	2,282,000	228
لاہور	3,545,000	355
فیصل آباد	1589,000	149
شکارپور	620,000	62
کراچی	5,438,000	544
کوئٹہ	382,000	38
گوادر	112,000	11

اس طرح ہم تمام ضلعوں کی آبادی کے مطابق ان کے لیے نقاط کی تعداد معلوم کریں گے۔ اب دیکھنا یہ ہو گا کہ ایسا تو نہیں کہ ہم نے نقطے کی قیمت اتنی زیادہ رکھی ہو کہ بعض ضلعوں کی آبادی بالکل ہی کم نظر آئے یا ایسا تو نہیں کہ نقطے کی قیمت ہم نے کم رکھی ہو اور اتنے زیادہ نقاط لگانے پڑیں کہ نقشے میں کوئی جگہ ہی باقی نہ رہے۔ اس لیے نقشے کے سائز کو سامنے رکھ کر نقطے کی قیمت مقرر کرنی ہو گی۔ اس کے باوجود چونکہ اضلاع کی آبادیوں میں بہت فرق ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ نقاط کی تعداد میں کافی فرق ہو گا۔ مثال کے طور پر دیئے ہوئے اعداد و شمار میں جو کہ 1981ء کے مردم شماری کے مطابق ہیں گوادر میں صرف 11 نقطے لگیں گے جب کہ کراچی میں 544 نقطے' ایسا ہونا ناگزیر ہے۔ کیونکہ آبادی کی تقسیم ہی ایسی ہے۔ دوسری طرف اگر نقطے کی قیمت کو مزید بڑھائیں یعنی 20 ہزار کرلیں تو ایسی صورت میں کراچی کے نقطے آدھے یعنی 272 ہوں گے لیکن گوادر کے صرف 5 نقطے رہ جائیں گے۔ اس طرح گوادر کی آبادی ایک لاکھ ظاہر ہو گی جو اصلی آبادی سے 12 ہزار کم ہے۔ اس لیے یہ سکیل بھی مناسب نہیں۔

(ب) نقطے کا سائز:۔ نقطے کا سائز بھی مناسب ہونا چاہیے اگر نقطہ بہت موٹا ہو گا تو اس طرح چند نقاط لگانے کے بعد نقشہ بھر جائے گا اور اگر صحیح تاثر نہیں دے گا اور اگر نقطے اتنے پتلے اور چھوٹے ہوں گے تو بہت زیادہ لگانے کے باوجود نظر نہ آئیں گے۔ اس لیے صحیح سائز کا نقطہ استعمال کریں۔ یاد رہے کہ نقاط گول ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کو لگاتے وقت احتیاط سے لگائیں تاکہ تمام نقاط ایک جیسے نظر آئیں۔

(ج) نقطوں کو صحیح جگہ لگانا:۔ جب آپ نقطے کی قیمت لگانے کا فیصلہ کریں کہ کہاں کتنے نقطے لگانے ہیں اور ساتھ ساتھ نقطے کے سائز بھی مقرر کرلیں تو اس کے بعد اصل کام نقاط کو جگہ جگہ لگانا ہے۔ یہ سب سے اہم کام ہے۔ اس لیے نقاط لگاتے ہوئے انتہائی احتیاط کریں۔ ایسا نہ ہو کہ جہاں نقطہ لگایا وہاں پر دریا ہو یا ریگستان ہو یا پہاڑ کی چوٹی ہو یا جھیل ہو یا جنگل ہو یا کوئی دلدلی علاقہ ہو۔ ایسے مقامات پر انسانی بستیاں نہیں ہوتیں۔ اس لیے نقاط لگاتے وقت اس علاقے کا نقشہ سامنے ہونا چاہیے۔ تاکہ معلوم ہو کہ کن جگہوں پر ناموافق حالات ہیں جہاں آبادی کم یا بالکل نہیں ہو گی اور کون سے علاقے زیادہ گنجان ہو سکتے ہیں۔

پاکستان (آبادی کی گنجائش)
افراد فی مربع کلومیٹر
0 - 25
25 - 50
50 - 100
100 - 200
200 - 300
300 - 500
501 سے زائد
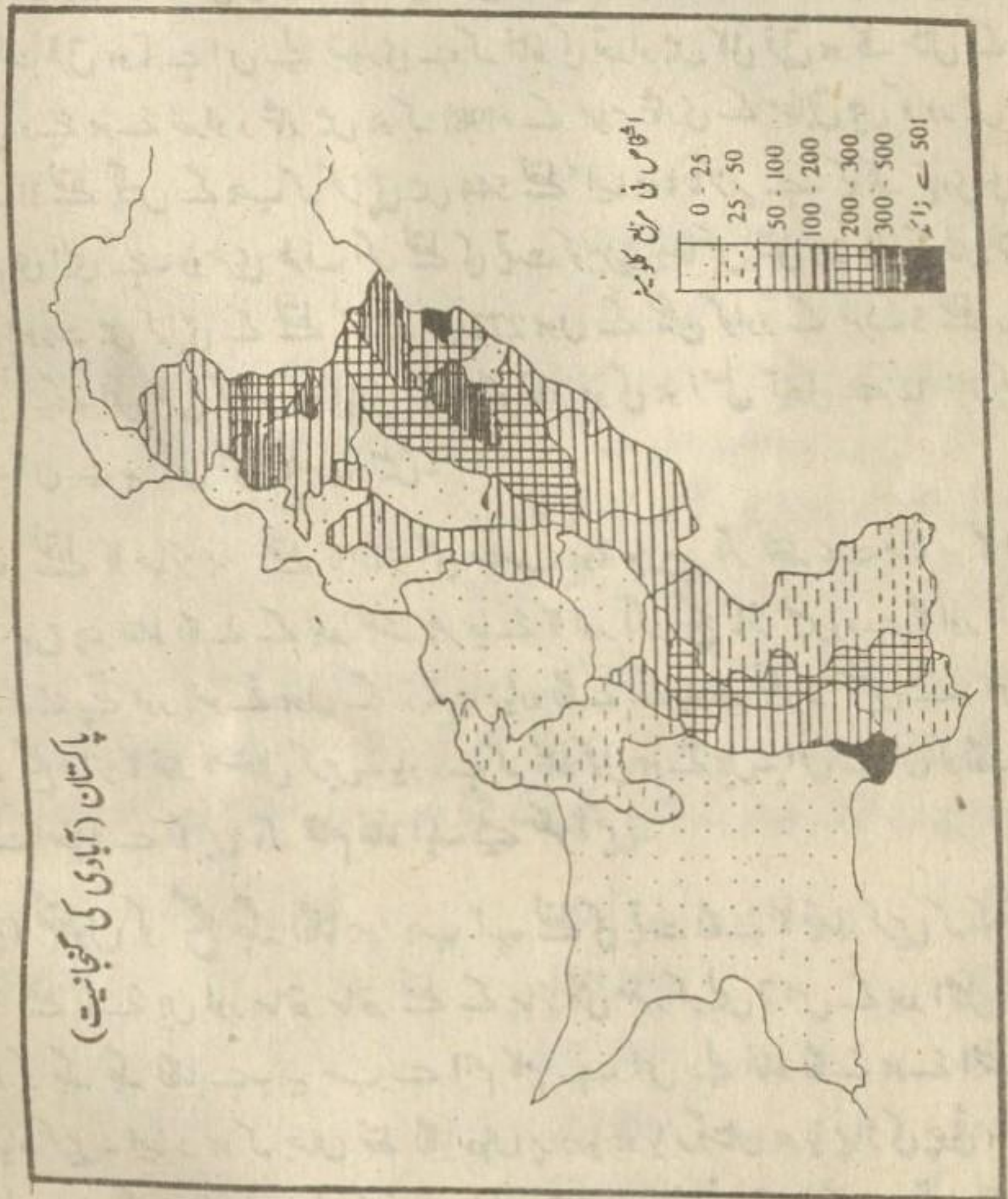
نقاط لگاتے وقت یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ نقطوں کی تقسیم برابر ہو کیونکہ اصل حالت میں ایسا نہیں ہوتا۔ نہ ہی ان کو ایک لائن کی شکل میں ڈالنا چاہیے اور نہ ہی ایک ضلع کی حدبندی ختم ہونے کے بعد دوسرے ضلع میں بالکل خالی جگہ چھوڑنی چاہیے۔ اگر ہم زمین پر آبادی کی تقسیم دیکھیں تو کہیں آبادی گنجان ہو گی لیکن گنجان سے غیر گنجان علاقوں کے درمیان نقشہ پر فرق رہے گا وہ بتدریج ہو گا اس لیے اس طرح نقاط تقسیم کریں کہ گنجان حصوں سے غیر گنجان حصوں کے درمیان یہ تبدیلی نمایاں ہو۔

نقاطی طریقے کے فائدے :- یہ طریقہ مختلف اعداد و شمار مثلاً آبادی' پیداوار' مویشی جن کے بارے میں مکمل اعداد دیے ہوں کی تقسیم دکھانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس طریقے کی مدد سے ہم کسی چیز کی صحیح تقسیم کا اندازہ لگا سکتے ہیں یعنی کون سی جگہوں میں ایک چیز موجود ہے اور کون سی جگہوں میں نہیں ہے۔ ایک ہی نقشے پر ہم مختلف رنگوں کے نقاط استعمال کر کے مختلف اشیا کی تقسیم دکھا سکتے ہیں۔ مثلاً گنا اور چقندر کی پیداوار یا شہری اور دیہی آبادی' بعض اوقات جن جگہوں میں نقاط آپس میں ملے ہوئے نہ ہوں تو وہاں ان نقاط کو گن کر اس مخصوص چیز کی تعداد کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ نقاطی نقشے کو ایک نظر دیکھنے سے ہی زیادہ گنجان اور کم گنجان علاقے واضح طور پر سامنے آ جاتے ہیں۔

نقاطی طریقے کی خامیاں :- اس طریقہ کی بڑی خامی یہ ہے کہ اس کو بنانا وقت طلب ہوتا ہے۔ نقاط کا صحیح سائز طے کرنا' تمام نقاط کو ایک جیسا بنانا' صحیح جگہ نقاط لگانا وغیرہ ان سب کے لیے انتہائی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ نقاطی نقشہ بنانے کے لیے تفصیلی اعداد و شمار کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ ہر علاقہ کے لیے ملنا مشکل ہوتا ہے اس لیے بھی ایسے نقشے بنانا مشکل ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات بعض اشیا کی تقسیم کے لیے صحیح معلومات حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے۔

شیڈ طریقہ (Shade Method)

کبھی کبھی کسی خاص رقبے کی مناسبت سے اضافی اعداد دیئے جاتے ہیں مثلاً گنجانیت کے اعداد جو فی مربع میل یا فی مربع کلومیٹر کی صورت میں دیئے ہوتے ہیں۔ اس قسم کے اعداد و شمار دکھانے کے لیے شیڈ طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ جن میں مختلف طرح کے شیڈ گنجانیت کے مختلف درجوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ (شکل نمبر 15.2)

(شکل نمبر 15.1)
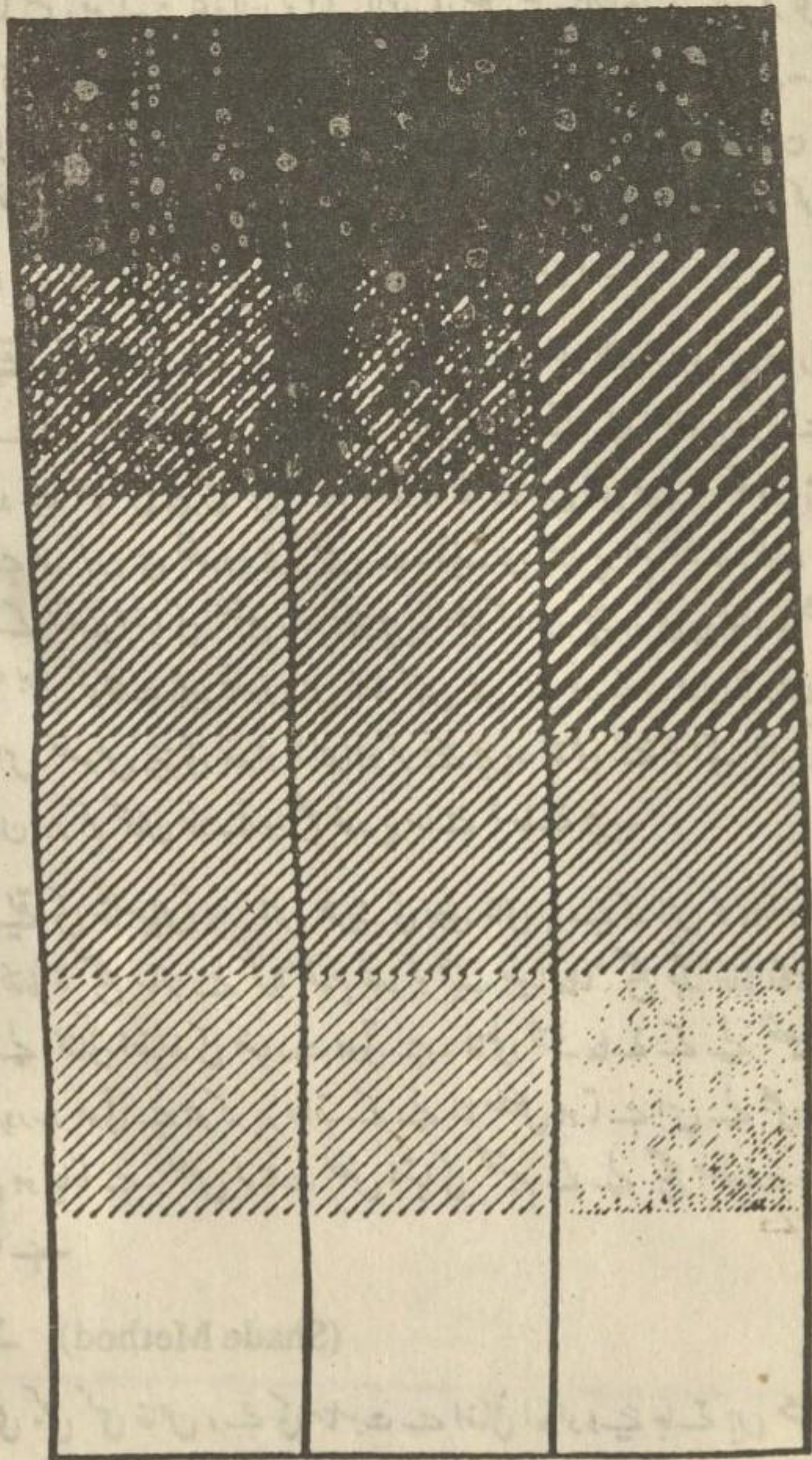
شیڈ طریقے سے ہم ایسی تمام چیزوں کا نقشہ بنا سکتے ہیں جن کے بارے میں کسی یونٹ رقبہ کی مناسبت سے فیصد، نسبتی یا اوسطاً" اعداد و شمار دستیاب ہوں۔ مثال کے طور پر ضلع وار آبادی (تعداد) فی مربع کلومیٹر یا فی ایکڑ پیداوار یا فی کس، گندم کا رقبہ اور تمام قابل کاشت رقبے میں نسبت وغیرہ اس طرح شیڈ نقشوں کا استعمال بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ان نقشوں کو گنجانیت دکھانے والے نقشے یا (Density Maps) بھی کہتے ہیں۔

بنانے کا طریقہ :- پاکستان کی آبادی کی گنجانیت دکھانے کے لیے اگر اس طریقے کو استعمال کریں تو سب سے پہلے ہمیں ضلع وار گنجانیت کے اعداد و شمار (یعنی فی مربع کلومیٹر آبادی) درکار ہوں گے۔ پاکستان میں کل (بشمول فیڈرل ایریا) 63 اضلاع ہیں۔ (اب بڑھ گئے ہیں) ہر ایک ضلع کی گنجانیت کے اعداد و شمار بمطابق 1981ء مردم شماری ذیل میں دیئے گئے ہیں۔

ضلع	فی مربع کلومیٹر آبادی	ضلع	فی مربع کلومیٹر آبادی
1- چترال	14	33- رحیم یار خان	155
2- دیر	145	34- جیکب آباد	192
3- سوات	140	35- سکھر	99
4- مالا کنڈ	271	36- شکارپور	218
5- کوہستان	61	37- لاڑکانہ	153
6- مانسہرہ	179	38- نواب شاہ	220
7- ایبٹ آباد	325	39- خیرپور	62
8- مردان	480	40- دادو	62
9- پشاور	570	41- حیدر آباد	362
10- کوہاٹ	108	42- بدین	118
11- بنوں	162	43- سنگھڑ	86
12- ڈیرہ اسماعیل خان	71	44- تھرپارکر	53
13- اٹک	117	45- ٹھٹھہ	44
14- راولپنڈی	401	46- کراچی	1542

15- جہلم	153	47- کوئٹہ	144
16- گجرات	384	48- پشین	34
17- میانوالی	98	49- لورالائی	20
18- سرگودھا	207	50- ژوب	13
19- فیصل آباد	515	51- سبی	14
20- جھنگ	225	52- ناصر آباد	68
21- سیالکوٹ	507	53- کچھی	28
22- گوجرانوالا	447	54- کوہلو	10
23- شیخوپورہ	354	55- قلات	27
24- لاہور	2001	56- خضدار	6
25- قصور	383	57- خاران	3
26- ڈیرہ غازی خان	65	58- لسبیلہ	15
27- مظفر گڑھ	149	59- تربت	17
28- ملتان	376	60- گوادر	7
29- وہاڑی	305	61- پنجگوڑہ	10
30- ساہیوال	351	62- چاغی	2
31- بہاولپور	59	63- اسلام آباد	376
32- بہاولنگر	155		

.اعداد و شمار کے علاوہ پاکستان کا ایک نقشہ بھی ضروری ہو گا جس میں اضلاع کی حدود دی گئی ہوں۔ اب اگر ہم دیئے ہوئے جدول کو دیکھیں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ پاکستان میں کم سے کم گنجان ضلع چاغی ہے جس میں 2 آدمی فی مربع کلومیٹر رہتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ گنجان ضلع لاہور ہے جس میں 2 ہزار سے زیادہ لوگ فی مربع کلومیٹر آباد ہیں۔ اب شیڈنگ کے لیے بالفرض ہم کم از کم آٹھ مختلف درجوں (گریڈ) کے شیڈ لیں۔ تاکہ مختلف قسم کے گنجان اضلاع کو دکھا سکیں۔

دوسرے مرحلہ میں ہر شیڈ کی قیمت مقرر کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہر دوسرے شیڈ کی قیمت پہلے سے دوگنی رکھتے ہیں اور چھوٹی سے چھوٹی قیمت ایسی ہو جس میں کم گنجان

اضلاع کی بھی نمائندگی ہو سکے۔ اس طرح ذیل میں گنجانیت کو دکھائیں گے۔

-1 0-25 مربع کلومیٹر
-2 26-50 مربع کلومیٹر
-3 51-100 مربع کلومیٹر
-4 101-200 مربع کلومیٹر
-5 201-400 مربع کلومیٹر
-6 401-800 مربع کلومیٹر
-7 801-1600 مربع کلومیٹر
-8 1600 سے اوپر فی مربع کلومیٹر

جیسا کہ آپ دیکھیں گے کہ مندرجہ بالا گریڈ (درجہ بندیوں) میں تمام اضلاع کی گنجانیت دکھائی جا سکے گی۔ اس کے بعد سوال یہ ہے کہ شیڈ کس طرح اور کیسے چنیں؟ شیڈ دو طرح کے استعمال ہوتے ہیں ایک مختلف قسم کے رنگ استعمال کیے جاتے ہیں اور دوسری صورت میں لکیروں سے مختلف طرز کے شیڈ بنا لیے جاتے ہیں۔ جو بھی استعمال کرلیں۔ ان میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ان کو دیکھتے ہی کم گنجان اور زیادہ گنجان علاقوں کا تاثر بہتر انداز میں سامنے آ جائے مثلاً اگر رنگ استعمال کرتے ہیں تو جو زیادہ گنجان علاقے ہیں ان کے لیے رنگ بھی بہت زیادہ گہرے ہوں اور کم گنجان علاقوں کے لیے ہلکے رنگ استعمال کیے جائیں گے۔ اسی طرح کم گنجان سے گنجان ترین اضلاع تک مختلف گریڈ کو دکھاتے ہوئے رنگوں میں فرق کو بھی اسی انداز میں برقرار رکھا جائے تاکہ ایک گریڈ سے اوپر جاتے ہوئے بتدریج یہ رنگ بھی گہرے اور زیادہ گہرے ہوتے جائیں۔ یہی اصول لکیروں سے شیڈ بناتے ہوئے اختیار کرنا پڑتا ہے۔ سب سے پہلا گریڈ بہت ہی ہلکا بلکہ سفید اس کے بعد دور دور لکیریں پھر درجہ بدرجہ لکیریں گہری اور زیادہ ہوتی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ آخر میں بالکل کالا شیڈ آ جائے اب اگر ہم دیئے جدول کے مطابق پاکستان کا گنجانیت کا نقشہ بنائیں گے تو اس طرح بنے گا۔ (نقشہ نمبر 15.3)

شیڈ کے فائدے :- اس طریقے کے مطابق مختلف چیزوں کے جو نقشے بنتے ہیں ایک نظر دیکھنے ہی سے ان چیزوں کی تقسیم کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے نقشے مختلف قسم کی معلومات کو ظاہر کرتے ہیں مثلاً اضافی اعداد و شمار، اوسط اعداد و شمار، اعداد میں تبدیلی کا تناسب وغیرہ۔ اس لیے ان نقشوں کا استعمال بہت ہوتا ہے۔ نقاطی نقشے کے مقابلے میں اس کا بنانا آسان ہے۔

خامیاں :- اگرچہ ایک نظر دیکھنے سے یہ نقشے بہت اچھا تاثر دیتے ہیں لیکن غور سے دیکھنے

سے کئی غلطیاں بھی سامنے آتی ہیں مثلاً اس ضلع کی تمام آبادی کو اس کے تمام رقبے پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس طرح اس آبادی کو اس تمام علاقے پر تقسیم کیا جاتا ہے جس میں آبادی بالکل نہ ہو یا ریگستان ہوں یا پہاڑ ہوں۔ اس طرح ان نقشوں میں کسی چیز کی تقسیم کے متعلق غلط گمان پیدا ہو جاتا ہے۔

اس خامی کے باوجود اس قسم کے نقشوں کا استعمال عام ہے۔

اعداد و شمار کی اشکال (Statistical Diagrams) : نقشوں کے علاوہ اعداد و شمار کی اشکال بھی آبادی، پیداوار اور وسائل کی تفصیل تقسیم یا ان میں کمی بیشی دکھانے کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ ان کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ان کو ایک نظر دیکھنے سے کئی باتوں کا پتہ چل جاتا ہے اور اعداد و شمار کی اشکال کئی طرح کی ہیں لیکن یہاں ہم صرف خطی گراف (Line Graph) ستونی اشکال (Bar Graph) اور پائی گراف (Pie Graph) کے طریقے بتائیں گے۔

1- خطی گراف (Line Graph) : خطی گراف کو خط ترسیم بھی کہتے ہیں یہ دو خطوط پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک افقی خط ہوتا ہے اور دوسرا عمودی خط (شکل نمبر 15.4) افقی خط پر بالعموم وقت کی مدت (مثلاً سال مہینہ وغیرہ) دکھائی جاتی ہے یا علاقے مثلاً ممالک، صوبے، شہر وغیرہ اور عمودی خط پر وہ چیز جس کی شماریاتی تقسیم دکھانا مقصود ہو۔ مثلاً آبادی درجہ حرارت بارش یا مختلف قسم کی پیداوار وغیرہ X-axis افقی خط کو اور عمودی خط کو Y-axis کا نام دیا جاتا ہے۔

خطی گراف کسی چیز کی سال بہ سال ماہ بہ ماہ، دن بدن اور لمحہ بہ لمحہ تبدیلی کو ظاہر کرتے ہیں۔ پھر ان مختلف اوقات میں ان میں جو تبدیلی آ چکی ہے اس کو گراف پر نقاط لگا کر ظاہر کیا جاتا ہے۔ ان نقاط کو ایک لکیر کے ذریعے ملایا جاتا ہے - اب یہ لکیر اس خاص چیز (مثلاً آبادی یا پیداوار) کی شماریاتی تقسیم کا مظہر ہوتی ہے۔

1901ء میں چونکہ تبدیلی واقع نہیں ہوئی اس لیے صفر پر نقطہ لگا دیتے ہیں اس کے بعد 1911ء میں چونکہ 13.4 فیصد اضافہ ہوا تھا اس لیے افقی لائن میں 13.4 معلوم کر کے اس کی سیدھ میں 1911ء کے اوپر ایک نقطہ لگائیے اس طرح سارے سالوں کے اعداد کے مطابق نقطے لگائیں گے اور بعد میں ان نقطوں کو آپس میں ملا دیں گے اس طرح خطی گراف بن
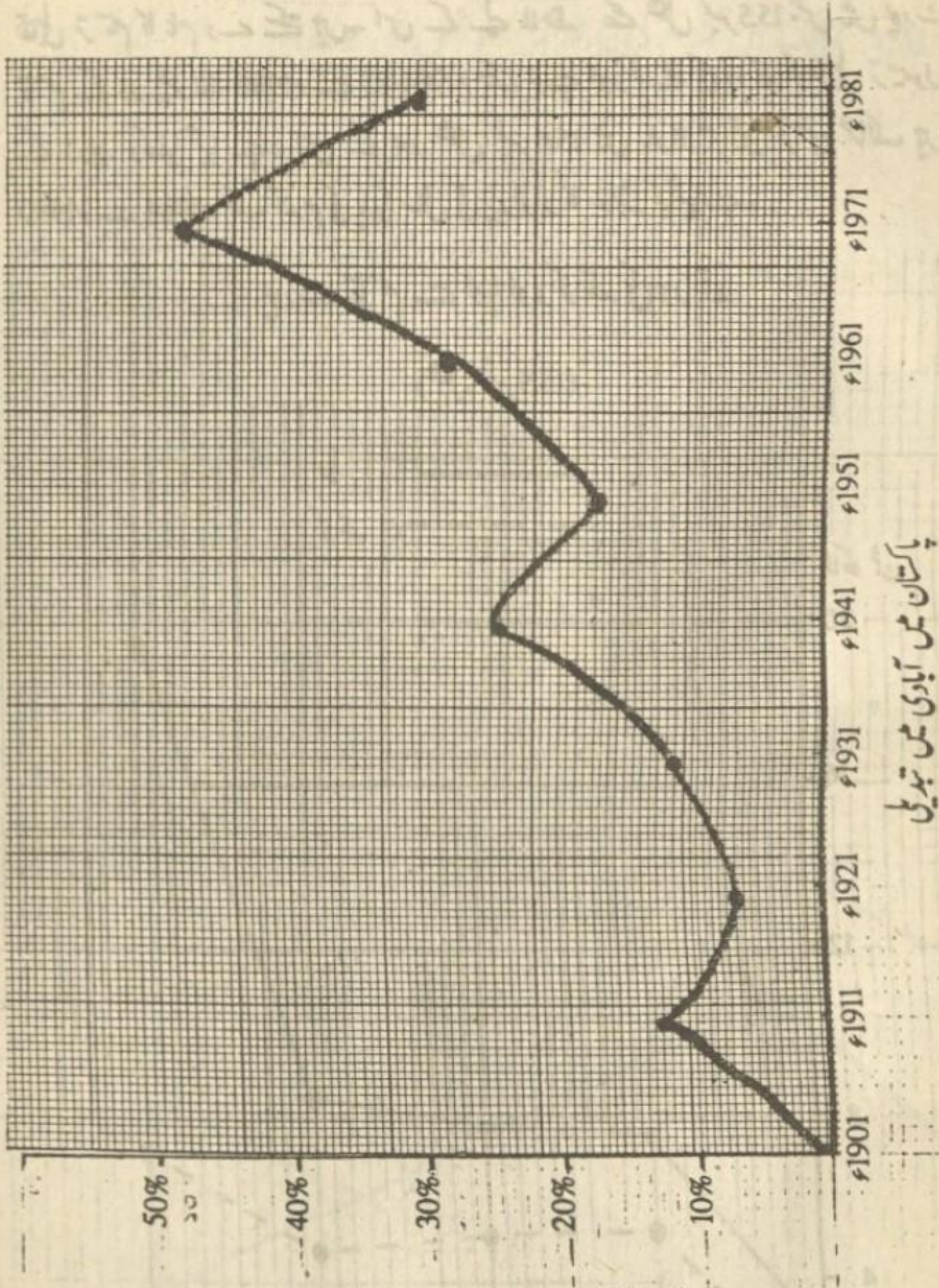
جائے گا۔ خط پر خموں کو دیکھ کر اندازہ ہو جائے گا کہ سال بہ سال تبدیلی کی کیفیت کیا رہی۔

خطی گراف کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ایک ہی شکل پر ایک سے زیادہ گرافوں کے ذریعے ایک علاقے سے متعلق زیادہ خصوصیات یا کیفیات کا تقابل ہو سکتا ہے اسی طرح زیادہ علاقوں سے متعلق کسی ایک کیفیت کا تقابل کیا جا سکتا ہے ایسے گرافوں کو تقابلی گراف یا

تقابلی ترسیم کا نام دے سکتے ہیں۔ اس کے لیے ملاحظہ کیجیے شکل نمبر 15.5 جس میں پورٹ قاسم کے ذریعے 81-1980ء سے 85-1984ء تک لوہے اور کوئلے کی درآمد کو تقابلی ترسیموں کے ذریعہ دکھایا گیا ہے۔ اس کے بعد شکل نمبر 15.6 میں C,B,A تین فرضی ممالک ہیں 1980ء سے 1984ء تک گندم کی پانچ سال کی پیداوار کا مقابلہ کیا گیا ہے۔
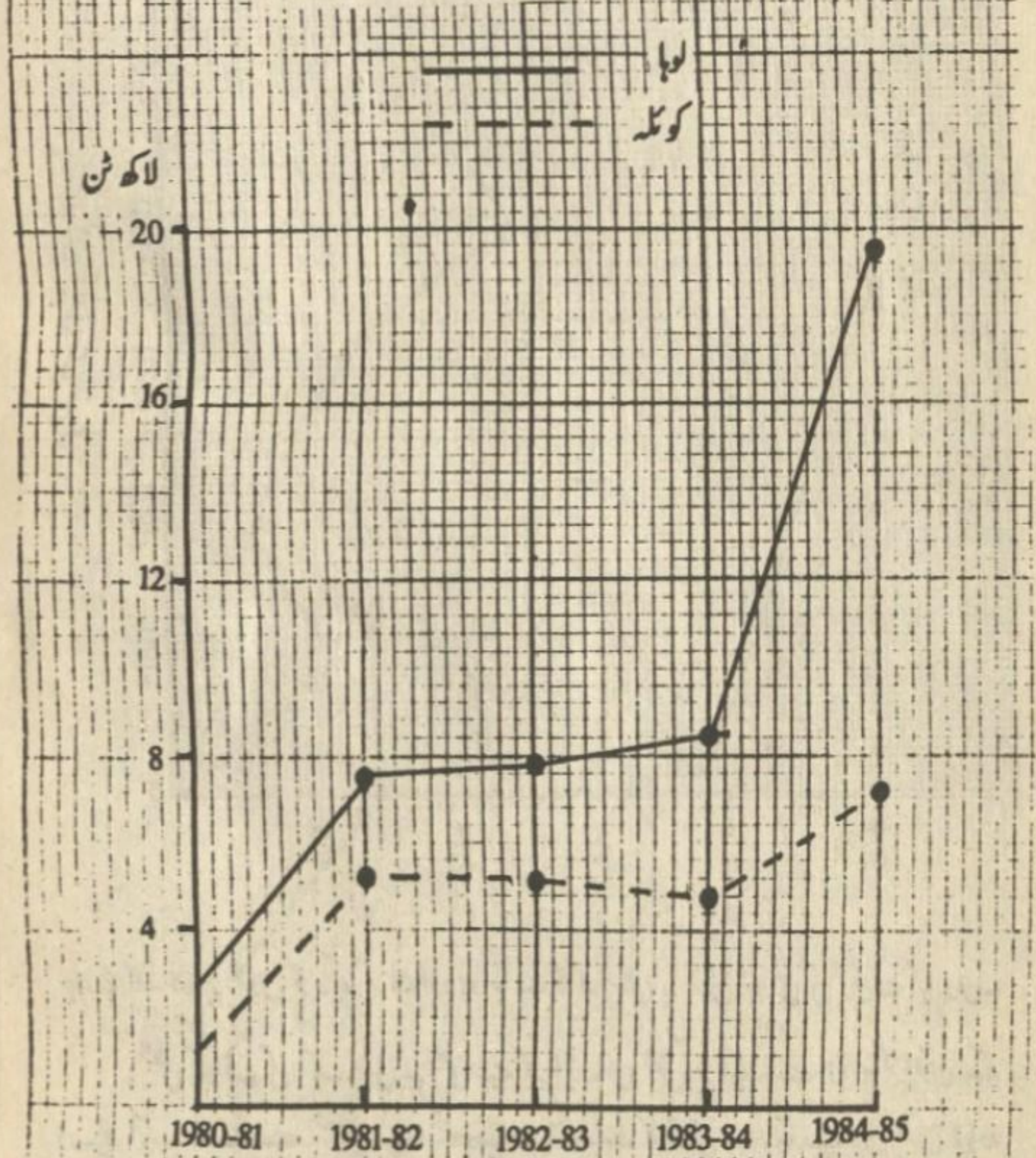
A, B, C ممالک میں گندم کی پیداوار (شکل نمبر 15.6)

A
B
C

ملین ٹن

4.5
3.0
1.5

1980 1981 1982 1983 1984
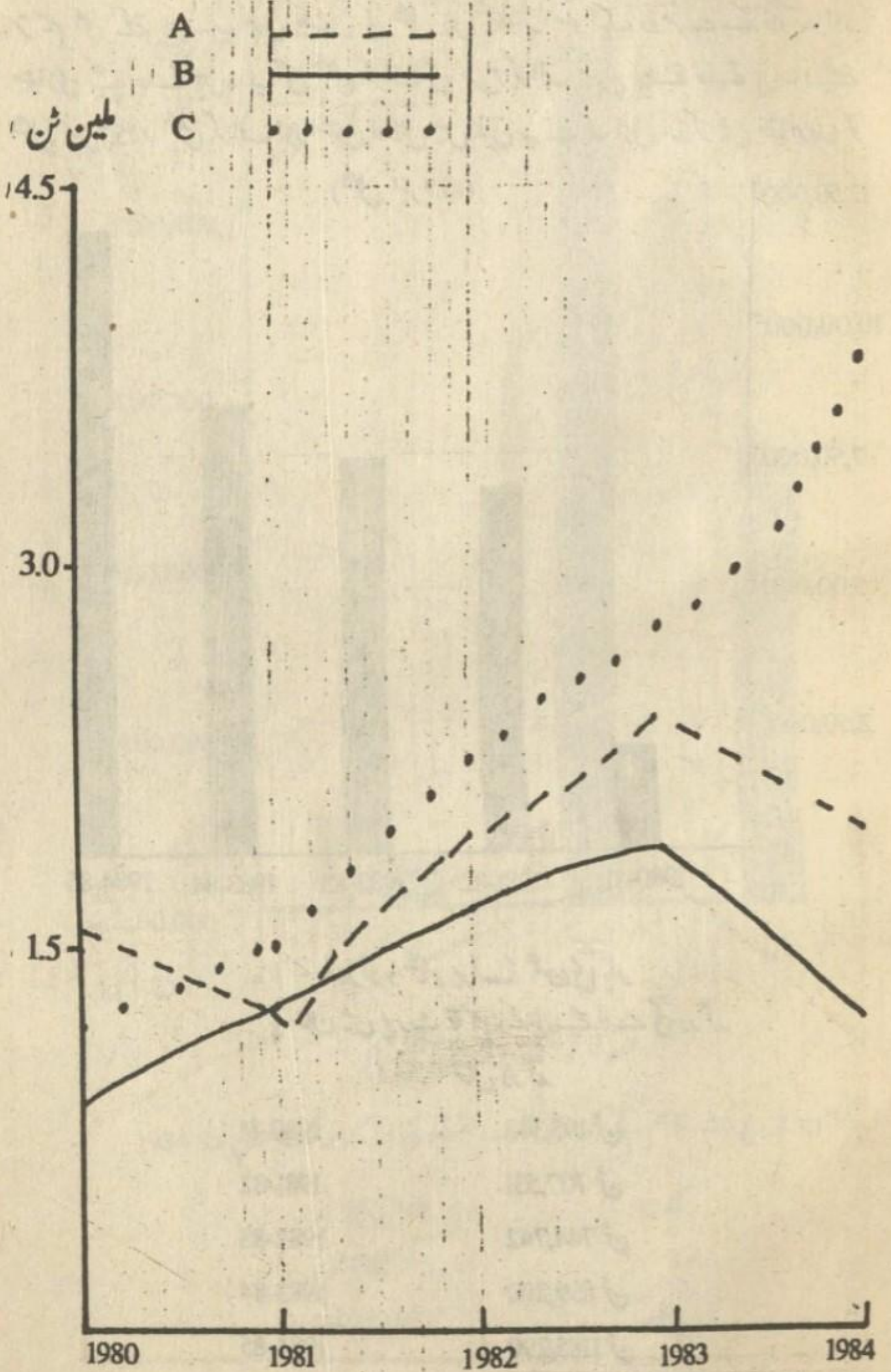
ستونی اشکال (Bar Graph) :- ستونی اشکال کو سلاخ نما خطوط پٹی دار گراف یا بار ترسیم بھی کہتے ہیں۔ یہ موٹی لکیروں کی شکل میں پہلو بہ پہلو ایک دوسرے کے نزدیک اور متوازی کھینچے جاتے ہیں۔ یہ بھی خطی گراف کی طرح گراف پیپر پر بنائے جاتے ہیں۔ (دیکھئے شکل نمبر 15.7)۔ خطی گراف اور ستونی اشکال میں فرق یہ ہے کہ اول الذکر میں مقداروں کو
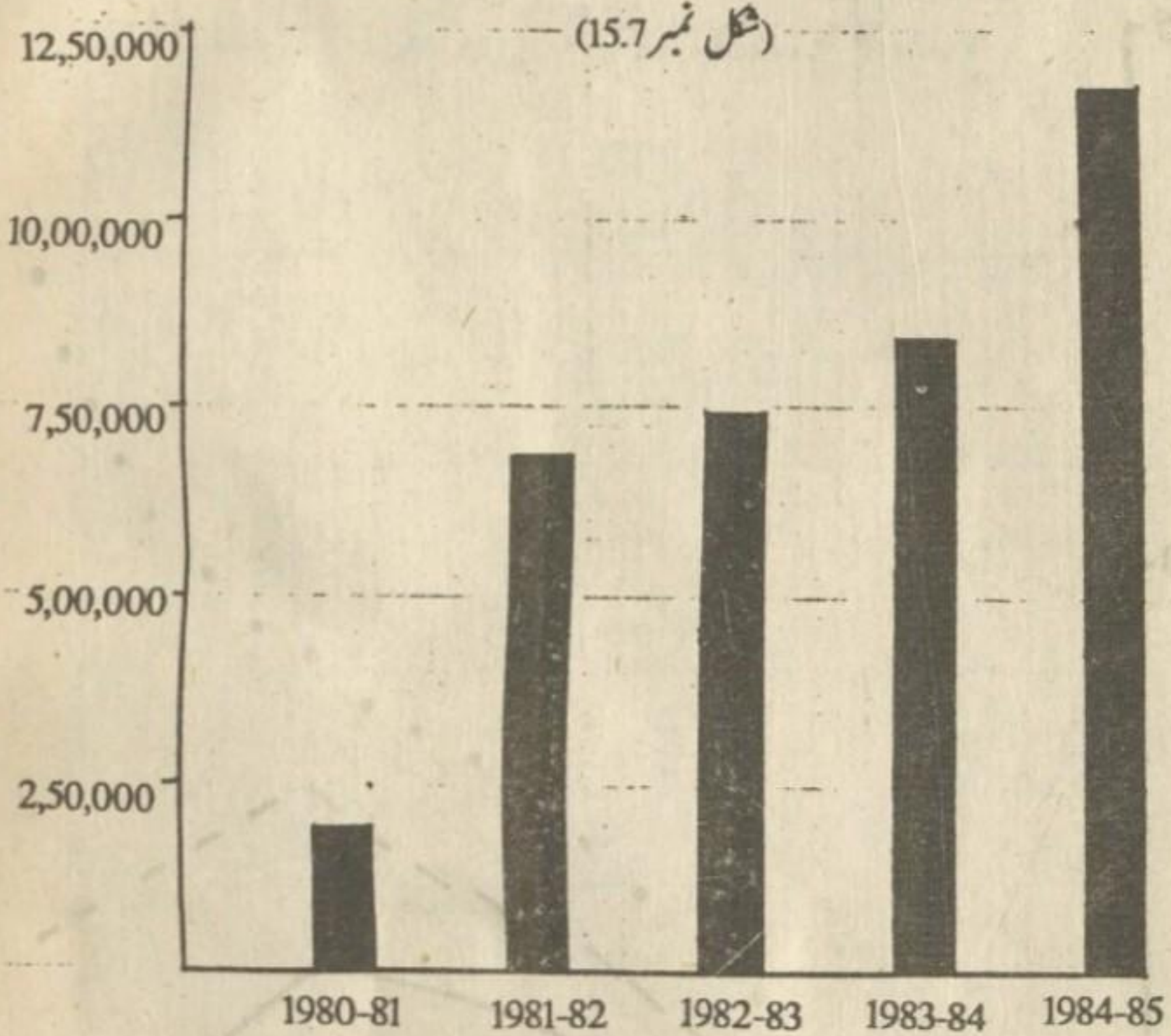
اعداد و شمار برائے عمودی بار

پاکستان میں پورٹ قاسم کے ذریعے لوہے کی درآمد

سال	درآمد
1980-81	195,342 ٹن
1981-82	707,531 ٹن
1982-83	744,742 ٹن
1983-84	839,290 ٹن
1984-85	1185,290 ٹن

(شکل نمبر 15.8)

12,00,000

10,00,000

8,00,000

6,00,000

4,00,000

2,00,000
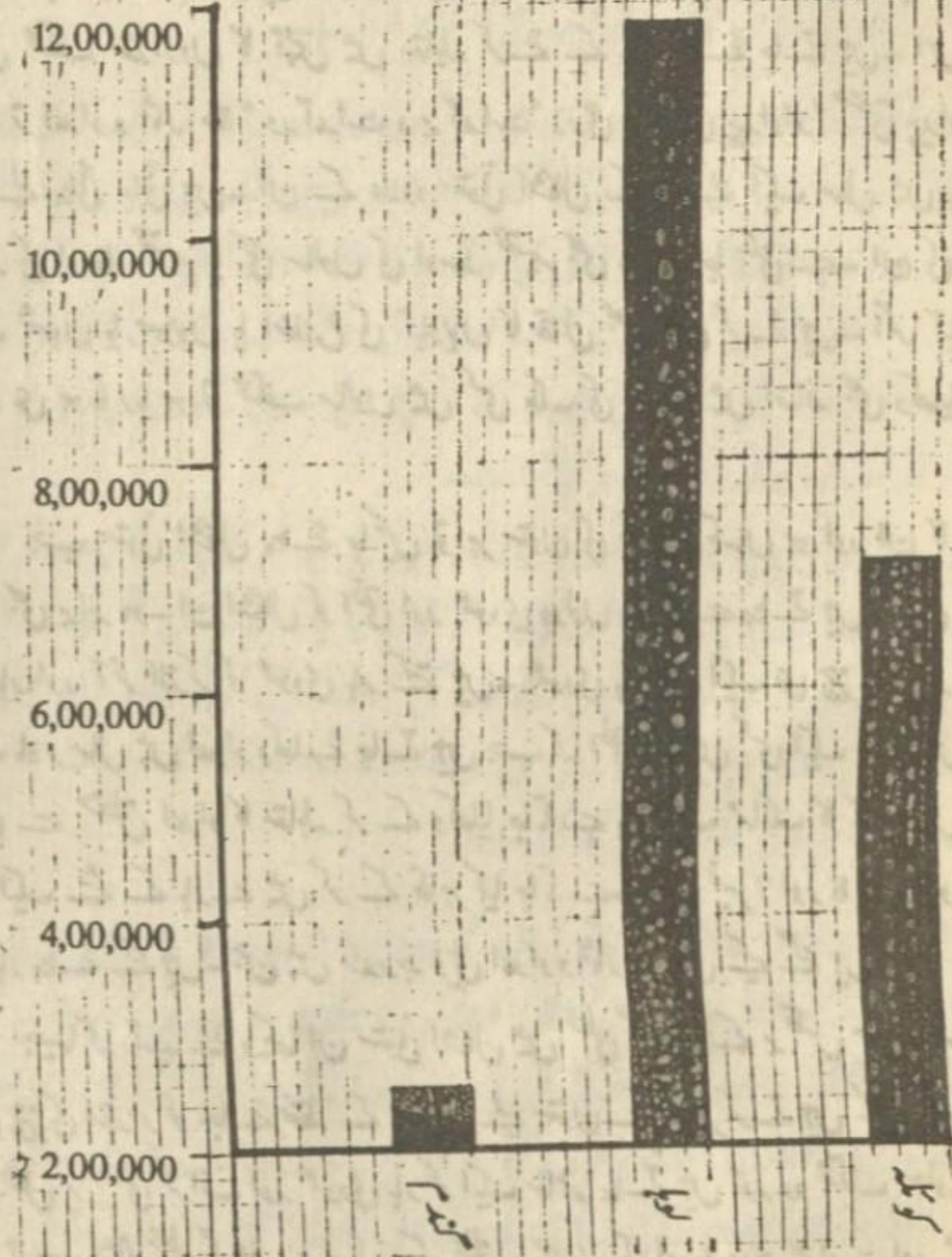
اعداد و شمار برائے افقی بار

پاکستان میں پورٹ قاسم کے ذریعے مختلف اشیاء کی در آمد برائے سال 1984-85

گندم	253,748 ٹن
لوہا	1185,112 ٹن
کوئلہ	711, 017 ٹن

ایک باریک خط کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں خطی گراف کسی ایک مقدار میں سالانہ، ماہانہ یا روزانہ تبدیلی (کمی یا بیشی) کو ظاہر کرنے کے لیے بنایا جاتا ہے جبکہ ستونی اشکال مختلف مقداروں کا آپس میں مقابلہ کرنے کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ اس لیے یہ زیادہ تر اعداد و شمار مثلاً" درآمدات و برآمدات، زرعی و معدنی پیداوار، صنعتی پیداوار وغیرہ کے لیے بنائی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ ستونی اشکال کے ذریعے ایک سال میں بارش کی مقدار کی اوسط تقسیم یا کئی سالوں کی اوسط تقسیم بھی دکھائی جا سکتی ہے۔ ان کی مدد سے مختلف شہروں یا صوبوں یا اضلاع کی آبادیوں کا تقابل بھی پیش کرتے ہیں۔ اگر آبادی میں اضافہ ہی ہوتا رہا ہو تو مختلف سالوں میں کسی ملک کی آبادی میں اضافہ بھی دکھایا جا سکتا ہے۔

جب ستونی اشکال بنائے جائیں تو ہر ستون کی موٹائی یکساں ہو اور ان کا درمیانی فاصلہ بھی برابر ہو۔ ان اشکال کو افقی اور عمودی دونوں طرح سے بناتے ہیں۔ اول الذکر کو افقی بار اور آخر الذکر کو عمودی بار کہتے ہیں۔ عمودی بار میں ایک ہی چیز کے بارے میں مختلف ماہ و سال میں اعداد دکھائے جاتے ہیں جب کہ افقی بار میں کسی ایک سال میں مختلف چیزوں سے متعلق اعداد کا مقابلہ کر کے دکھایا جاتا ہے یا مختلف ممالک کا آپس میں مقابلہ کسی ایک شے کے بارے میں کر کے ظاہر کیا جاتا ہے۔ شکل نمبر 7 اور 8 میں عمودی اور افقی بار بنائے گئے ہیں۔ جن میں مندرجہ ذیل اعداد و شمار استعمال کیے گئے ہیں۔

جیسا کہ آپ نے دیکھا ان ستونی اشکال میں خطی گراف کے برعکس متعلقہ سال میں کسی چیز کی مقدار کو بجائے نقطہ کے مطابق لمبے ستون سے ظاہر کرتے ہیں کبھی کبھی ہم ایک ہی شکل پر خطی گراف اور عمودی بار کو ایک ساتھ بناتے ہیں اور وہ مختلف معلومات پیش کرتے ہیں مثلاً خطی گراف پر سال کے مختلف مہینوں کی اوسط درجہ حرارت اور عمودی بار پر سال کے مختلف مہینوں کی اوسط بارش کی مقدار (شکل نمبر15.8) میں بارش کی ماہانہ اوسط درجہ حرارت اور بارش بالترتیب خطی گراف اور عمودی گراف کے ذریعے دکھائی گئی ہے۔

جس طرح خطی گراف میں ہم نے ایک سے زیادہ گراف یا تقابلی ترسیم کے ذریعے بعض کیفیات کے ظاہر کرنے کا طریقہ بتایا تھا اسی طرح ستونی اشکال میں بھی ہم تقابلی بار بنا سکتے ہیں اس لحاظ سے بار گراف یا ستونی اشکال کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

واحد بار :- اب تک ہم نے واحد بار کا استعمال دیکھا۔ اس کو انگریزی میں Simple Bar بھی کہتے ہیں۔ اس میں ہر بار ایک چیز کو ظاہر کرتا ہے۔

2- کثیر بار یا Multiple Bar :- ان میں ہم دو یا دو سے زیادہ بار ایک ساتھ بناتے ہیں تاکہ ایک سے زائد چیزوں کو ظاہر کر سکیں عموماً" یہ چیزیں ایک دوسرے سے متعلق ہوتی ہیں اور ان کو ساتھ بنا کر ان کا تقابل کیا جاتا ہے۔ مثلاً اساتذہ' طلبہ' طالبات کی تعداد کے لیے بار یا مختلف فصلوں کا تقابل یا مختلف ممالک کی درآمدات برآمدات کا تقابل وغیرہ شکل نمبر 15.9 کو ملاحظہ کیجیے جس میں کثیر بار کے ذریعے پانچ سالوں کے دوران پورٹ قاسم سے کل درآمدات اور برآمدات کو ظاہر کیا گیا ہے۔

3- مرکب بار یا (Compound Bar) :- ان میں ہر بار کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر کے ایک نوعیت کی مختلف چیزوں کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی بار کا بہت استعمال ہوتا ہے کیونکہ یہ کم جگہ گھیرتی ہے اور صحیح موازنہ پیش کرتی ہے۔ شکل نمبر 15.10 میں مرکب بار کی مثال پیش کی گئی ہے اس میں 1980ء سے 1984ء تک پورٹ قاسم سے درآمد شدہ اہم اشیاء کی کیفیت ظاہر کی گئی ہے۔

پائی گراف Pie Graph :- پائی گراف کو Wheel Diagram بھی کہتے ہیں۔ اردو میں ہم ان کو دائری اشکال یا پہیہ دار اشکال کا نام دے سکتے ہیں۔ ان میں کسی چیز کی تقسیم دائروں (جو کہ مختلف سائزوں کے ہوتے ہیں) سے ظاہر کرتے ہیں ہر ایک دائرہ اور مطلوبہ عدد چیز کے درمیان مناسب نسبت برقرار رکھنی پڑتی ہے۔ دائرے نصف قطر اور مطلوبہ چیز کی تعداد و مقدار میں نسبت برقرار رکھنے کے لیے اس کا جذر نکالا جاتا ہے۔ فرض کیجیے مندرجہ ذیل اضلاع کی آبادی کو پائی گراف سے ظاہر کرنا ہے۔

پشاور	2.3 ملین
لاہور	3.5 ملین
فیصل آباد	1.5 ملین
کوئٹہ	0.38 ملین

سب سے پہلے کوئی نصف قطر لیں گے اس کے لیے سب سے چھوٹی یا سب سے

1980-81
1981-82
1982-83
1983-84
1984-85
اوسط بارش
140
105
70
35
درجہ حرارت
40
30
20
10
0
جنوری
فروری
مارچ
اپریل
مئی
جون
جولائی
اگست
ستمبر
اکتوبر
نومبر
دسمبر
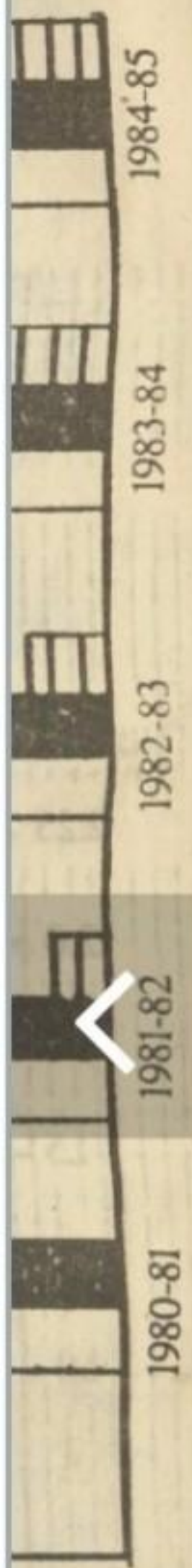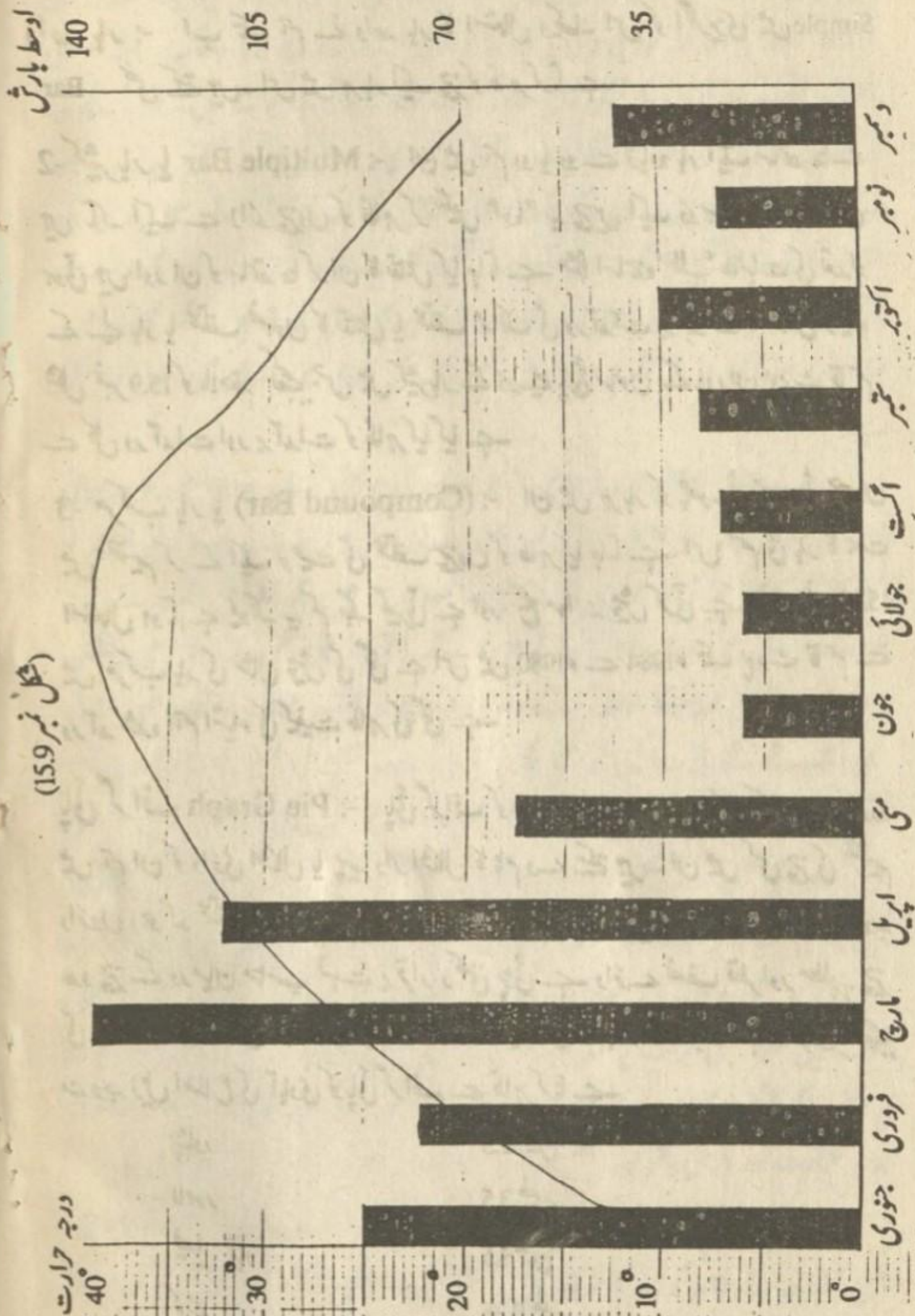
(شکل نمبر 15.9)

(شکل نمبر 15.10) پورٹ قاسم سے در آمد و بر آمد 1980ء سے 1984ء تک
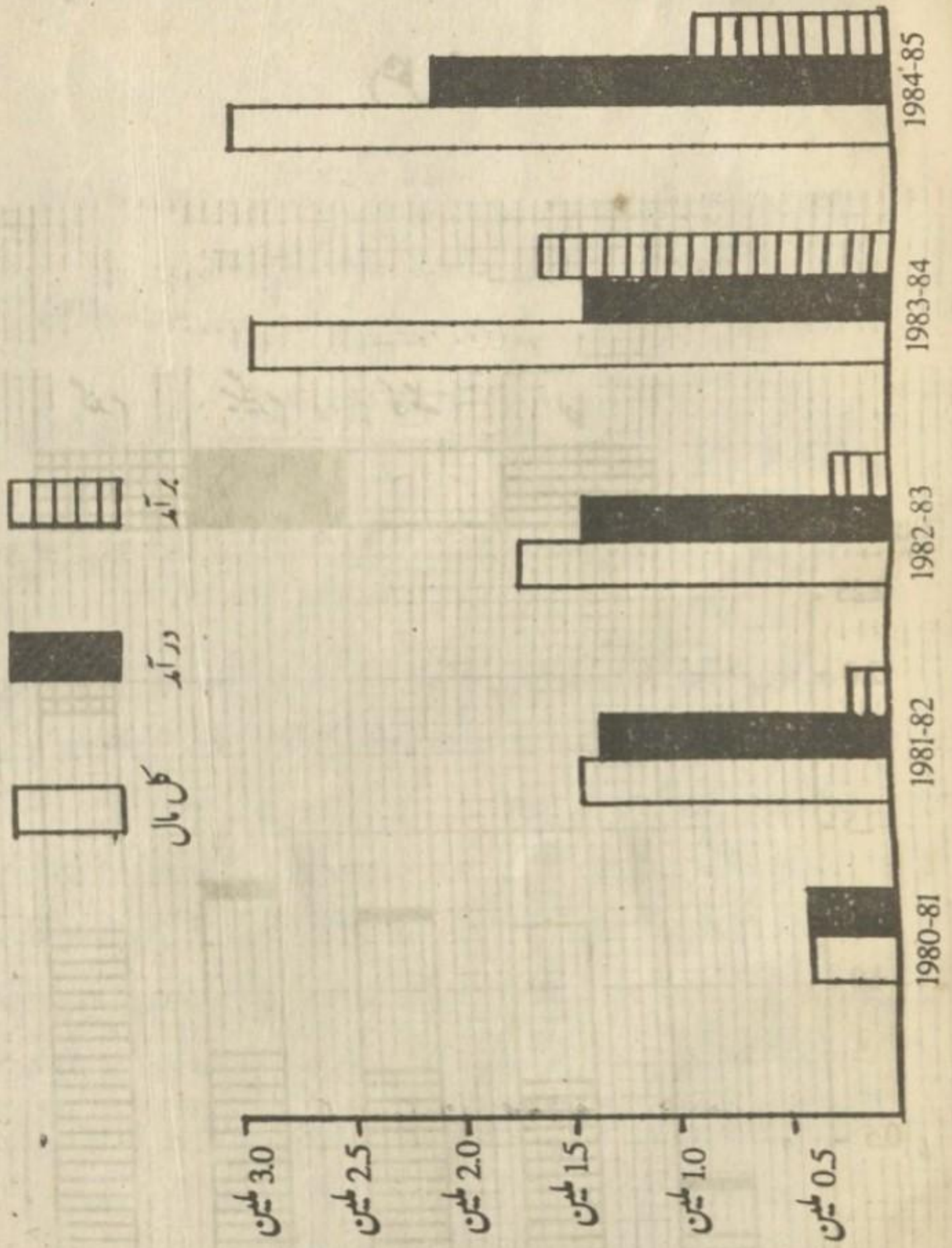
پورٹ قاسم سے در آمد شدہ اشیاء 1980-81 سے 1984-85 تک

(شکل نمبر 15.11)

بڑے عدد کو ذہن میں کریں گے تا کہ دونوں کے لیے معقول سائز کا دائرہ بن سکے۔ چونکہ سب سے کم آبادی کوئٹہ کی ہے جو کہ 0.38 ملین ہے اس لیے اس کی مناسبت سے مندرجہ ذیل نصف قطر لیتے ہیں۔

$\sqrt{.4}$ ملین = ایک انچ

پشاور کے نصف قطر = $\dfrac{1" \times \sqrt{2.3 \text{ م}}}{\sqrt{.4 \text{ م}}}$ = 2.4 انچ

لاہور کے = $\dfrac{1" \times \sqrt{3.5 \text{ م}}}{\sqrt{.4 \text{ م}}}$ = 2.9 انچ

فیصل آباد کے = $\dfrac{1" \times \sqrt{1.5 \text{ م}}}{\sqrt{.4 \text{ م}}}$ = 1.9 انچ

کوئٹہ کے = $\dfrac{1" \times \sqrt{.38 \text{ م}}}{\sqrt{.4 \text{ م}}}$ = 1 انچ (تقریباً)

اب نصف قطروں کے مطابق دائرے کھینچے گئے۔ جو مختلف اضلاع کو ظاہر کریں گے۔ دائرے کم جگہ گھیرتے ہیں اور ان کے ذریعے تقابلی مطالعہ بھی بہتر طور پر کیا جا سکتا ہے اور بنانے میں بھی آسان ہیں۔

جب ایک ہی چیز سے متعلق مختلف مقداروں کا آپس میں مقابلہ کرنا ہے تو اس وقت دائرے کو سیکٹروں یا قطعوں میں تقسیم کرتے ہیں اس طریقے کو (Sector Method) یا قطعاتی طریقہ کا نام دیا جاتا ہے۔ اس طریقے کے مطابق پہلے ایک دیے ہوئے نصف قطر کے مطابق دائرہ کھینچا جاتا ہے چونکہ دائرے میں 360 درجے ہوتے ہیں اس لیے ہر مقدار کا الگ الگ زاویہ معلوم کیا جا سکتا ہے جس کا فارمولا درج ذیل ہے۔

$$\frac{\text{دی ہوئی ایک مقدار} \times 360}{\text{کل مقدار}}$$

دائرہ معلوم کرنے کے بعد دائرے کے مرکز سے کوئی سا نصف قطر کھینچ لیا جاتا ہے۔ پھر اس پر پروٹیکٹر سے باقی زاویے کھینچ کر دائرے کو مطلوبہ سیکٹروں میں تقسیم کیا جاتا ہے

سوالات

1- تقسیم اور اعداد و شمار کے نقشے کیا ہوتے ہیں۔ جغرافیہ کے لیے ان کی افادیت اور اہمیت بیان کریں۔

2- عددی تقسیم کے نقشے اور صفتی تقسیم کے نقشے کیا ہوتے ہیں؟ ان میں فرق بیان کریں۔

3- نقاطی طریقہ (Dot Method) کیا ہوتا ہے؟ اس کے بناتے وقت کن اصولوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے؟ اس کے فوائد اور نقصانات کیا ہیں۔

4- شیڈ طریقہ (Shade Method) کسے کہتے ہیں؟ اس کا استعمال کس طرح اور کہاں ہوتا ہے؟

5- اعداد و شمار کی اشکال پر نوٹ لکھیئے۔

6- خطی گراف (Line Graph) کے استعمال پر بحث کیجیے۔

7- ستونی اشکال کیا ہیں؟ ان کی کتنی قسمیں ہیں؟ تفصیل سے بیان کریں۔

8- عمودی بار اور افقی بار کیا ہوتے ہیں؟ تفصیل سے لکھیے؟

9- کثیربار اور مرکب بار میں کیا فرق ہے؟ شکلوں کے ذریعہ جواب دیجیے۔

10- پائی گراف کسے کہتے ہیں؟ اس کے استعمال اور افادیت پر بحث کیجیے۔

11- قطعاتی اشکال سے کیا مراد ہے؟ ان کے استعمال پر نوٹ لکھیے۔

بڑے عدد کو ذہن میں کریں گے تا کہ دونوں کے لیے معقول سائز کا دائرہ بن سکے۔ چونکہ سب سے کم آبادی کوئٹہ کی ہے جو کہ 0.38 ملین ہے اس لیے اس کی مناسبت سے مندرجہ ذیل نصف قطر لیتے ہیں۔

$\sqrt{.4}$ ملین = ایک انچ

پشاور کے نصف قطر = $\frac{1'' \times \sqrt{2.3\ \text{م}}}{\sqrt{.4\ \text{م}}}$ = 2.4 انچ

لاہور کے = $\frac{1'' \times \sqrt{3.5\ \text{م}}}{\sqrt{.4\ \text{م}}}$ = 2.9 انچ

فیصل آباد کے = $\frac{1'' \times \sqrt{1.5\ \text{م}}}{\sqrt{.4\ \text{م}}}$ = 1.9 انچ

کوئٹہ کے = $\frac{1'' \times \sqrt{.38\ \text{م}}}{\sqrt{.4\ \text{م}}}$ = 1 انچ (تقریباً)

اب نصف قطروں کے مطابق دائرے کھینچے گئے۔ جو مختلف اضلاع کو ظاہر کریں گے۔ دائرے کم جگہ گھیرتے ہیں اور ان کے ذریعے تقابلی مطالعہ بھی بہتر طور پر کیا جا سکتا ہے اور بنانے میں بھی آسان ہیں۔

جب ایک ہی چیز سے متعلق مختلف مقداروں کا آپس میں مقابلہ کرنا ہے تو اس وقت دائرے کو سیکٹروں یا قطعوں میں تقسیم کرتے ہیں اس طریقے کو (Sector Method) یا قطعاتی طریقہ کا نام دیا جاتا ہے۔ اس طریقے کے مطابق پہلے ایک دیے ہوئے نصف قطر کے مطابق دائرہ کھینچا جاتا ہے چونکہ دائرے میں 360 درجے ہوتے ہیں اس لیے ہر مقدار کا الگ الگ زاویہ معلوم کیا جا سکتا ہے جس کا فارمولا درج ذیل ہے۔

$$\frac{\text{دی ہوئی ایک مقدار} \times 360}{\text{کل مقدار}}$$

دائرہ معلوم کرنے کے بعد دائرے کے مرکز سے کوئی سا نصف قطر کھینچ لیا جاتا ہے۔ پھر اس پر پروٹیکٹر سے باقی زاویے کھینچ کر دائرے کو مطلوبہ سیکٹروں میں تقسیم کیا جاتا ہے

سوالات

1- تقسیم اور اعداد و شمار کے نقشے کیا ہوتے ہیں۔ جغرافیہ کے لیے ان کی افادیت اور اہمیت بیان کریں۔

2- عددی تقسیم کے نقشے اور صفتی تقسیم کے نقشے کیا ہوتے ہیں؟ ان میں فرق بیان کریں۔

3- نقاطی طریقہ (Dot Method) کیا ہوتا ہے؟ اس کے بناتے وقت کن اصولوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے؟ اس کے فوائد اور نقصانات کیا ہیں۔

4- شیڈ طریقہ (Shade Method) کسے کہتے ہیں؟ اس کا استعمال کس طرح اور کہاں ہوتا ہے؟

5- اعداد و شمار کی اشکال پر نوٹ لکھیئے۔

6- خطی گراف (Line Graph) کے استعمال پر بحث کیجیے۔

7- ستونی اشکال کیا ہیں؟ ان کی کتنی قسمیں ہیں؟ تفصیل سے بیان کریں۔

8- عمودی بار اور افقی بار کیا ہوتے ہیں؟ تفصیل سے لکھیے؟

9- کثیربار اور مرکب بار میں کیا فرق ہے؟ شکلوں کے ذریعہ جواب دیجیے۔

10- پائی گراف کسے کہتے ہیں؟ اس کے استعمال اور افادیت پر بحث کیجیے۔

11- قطعاتی اشکال سے کیا مراد ہے؟ ان کے استعمال پر نوٹ لکھیے۔

تیار کردہ: پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور
منظور کردہ: قومی ریویو کمیٹی، وفاقی وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان

تمباکو نوشی صحت کے لیے مضر ہے

سیریل نمبر 4531

ایڈیشن	طباعت	تاریخ اشاعت	تعداد اشاعت	قیمت
اول	دوم	اگست 1997	5,000	26-75